اللہ جل جلالہ

نورُ السمٰوٰتِ والارض

نور ۔ نورِ اوّل ۔ خالق ۔ تخلیق ۔ کلمہ ۔ توحید و رسالت ۔ نفی اثبات
۔ اصولِ تعلقِ عبد و معبود ۔ محویت و مراقبہ اور ابدیت

عرفانِ الٰہی

تالیف:

حاجی حکیم اصغر علی اعجاز چشتی

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۔ لاہور

نور ۔ نورِ اوّل ۔ خالق تخلیق ۔ کلمہ ۔ توحید و رسالت ۔ نفی اثبات
۔ اصولِ تعلقِ عبد و معبود ۔ محویت و مراقبہ اور ابدیت

عرفانِ الٰہی

تالیف:
حاجی حکیم اصغر علی اعجاز چشتی

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ ۔ لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954 - 042-37248657
Email:zaviapublishers@gmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2015ء

بار اول.........500

ہدیہ.........250

ناشر.........نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزر}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز | شوروم ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2 داتا دربار مارکیٹ، لاہور
Email: zaviapublishers@gmail.com
042-37300642

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی 021-34219324

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی 021-32216464

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد 022-2780547

مکتبہ مہتنویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور 0301-7728754

نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان 0321-7387299

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

اقرا بک سیلرز فیصل آباد 041-2626250

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ باب الاسلام، فیضانِ مدینہ، حیدرآباد 0313-4812626

مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز پرانی سبزی منڈی کراچی 0331-2476512

رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات 0300-6203667

مکتبہ فریدیہ، ھائی سٹریٹ ساہیوال 040-4226812

Marfat.com

انتساب

''عرفانِ الٰہی'' کتاب کا انتساب ہر کسی مطلوب ہدایت کے نام ہے جو کسی بھی اسم سے مسمیٰ ہو کر ''نور من اللہ'' محمد ﷺ کی سنت و راہ پر چلے خدا کے انعام ''انوار'' کا حقدار ہو جائے اس کے نور سے منور جنت کا راہی بن جائے۔

Marfat.com

فہرست

* عرضِ مؤلف 7
* منعم انعام اور خوشنودی 13
* غرضِ تخلیق انسان 18
* دینِ حقہ 33
* کائنات کی تخلیق 40
* نبوت اور رسالت 49
* قرآن مجید فرقان حمید 55
* منصبِ رسالت اور مراتبِ حضور ﷺ 58
* خلاصۂ قرآن درس مجمل و بلیغ 64
* اسلام اور اسلام کے ارکان 73
* زکوٰۃ 77
* "ایمان" 85
* ضرورت و حاجت موجد و خالق 101
* آثار و اثرات سے اوصاف و صفات اور اسماء 109
* تجدد اور امثال 112
* نکتۂ عرفان 118
* تذکرۂ صفات باری 123

Marfat.com

* امانت ورزاقیت اور اسباب 127
* توکل اور تقدیر 125
* اصل ذات، ذاتِ حقیقی 138
* حیات اور قیام 141
* موجودِ حقیقی 144
* روح امرربی 154
* آدم، سجدہ، ظہور محمدی ﷺ 161
* "ہمہ اوست" 167
* دو ذاتوں کا ایک کرنا 171
* معیت ساتھ ہونا 174
* یقین اور اس کی قسمیں 180
* توحید غیب اور العلم حجاب اکبر 183
* احسان 187
* عروج وسلوک 196
* راہِ طریقت 205
* "راہِ حقیقت" 210
* راہِ معرفت 212
* حقیقت حقائق 216
* مرتبہ الٰہیت اور نفی واثبات 231
* احسان وبیان 242

Marfat.com

عرضِ مؤلف

نور بمعنی روشنی، اجالا، چمک، رونق، روپ سروپ بہروپ استعمال ہوتا ہے۔ عرفان الٰہی کا سب سے اہم لازم اور بڑا موضوع اللہ کا نور ہے جس کا سمجھنا روح تصرف ہے۔ نور کے بعد آ جانا، اڑ جانا، افزاء، افشاں، العین، الھدیٰ، بخش، چشم، نظر، ظہور، چھنا، چھننا اور اس سے پہلے پر، ابر، نور علی لگا دینے سے بہت سے اور دیگر الفاظ بنتے ہیں جو معنی کے اعتبار سے عبارت میں جامعیت اور بلاغت کا سبب بنتے ہیں، نور روشنی کی رفتار، برق رفتاری کی طرح سے بہت زیادہ سرعت میں ہوتی ہے۔

نور کی جمع انوار اور نور کی جمع الجمع انوارات ہے، یعنی انوار کی جمع انوارات ہے۔ نور سے مستفید ہونے والے کو منور کہتے ہیں۔

نور اسماء الحسنٰی اسمائے الٰہی سے ایک اسم مبارکہ ہے، جو جمالی اور کمالی اسم ہے۔ بہت سے انوار و تجلیات کا حامل صاحب جمال نام مبارک ہے۔ اللہ کے اس صفاتی نام کے ورد ذکر سے صاحبِ ذکر پر انوار و تجلیات الٰہی کی بھرمار ہوتی ہے۔ جس سے وہ صاحبِ کشف و بصر صاحبِ نظر ہو جاتا ہے۔ اللہ نور سے جب ذاکر کو معیت ملتی ہے تو وہ اس کے اثر سے اس کا پیارا بندہ بننے اور اپنے خالق کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس کتاب ''عرفان الٰہی'' گویا ''انوار الٰہی'' کا مقصد بندہ کو اس کے معبود کے قریب ہو جانے کے لیے راہ دینا صراط مستقیم دکھانا ہے تاکہ اس مستعار مجازی دنیا سے وہ حقیقی ابدی عالم کے خالق و مالک سے جا ملے اور انا للہ و انا الیہ

Marfat.com

راجعون کلام اپنے انجام خیر کو پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ احادیث وقرآن سے لیے مواد پر بحث سے مدعا حاصل ہو مگر کسی جگہ پر امثال وتمثیل کے لیے مجازی مثالیں نقل بہ مکان اصل حقیقت کی آشکاری کے لیے بھی رقم ہیں، جن کو وہ طریق سمجھنا اچھا رہے گا منزل ومقصد سمجھنے سے غلطی ہو جائے گی نفی اثبات اور تخلیق پر روشنی ڈالنے کی صورت میں اگر کجی وکمی رہ گئی تو قارئین سے التماس ہے کہ تدبر سے اور صبر سے کام لیں تا کہ ان کے ذہن کو جلا وانوار کا سہارا ملے، تذبذب، عناد اور حسد سے پریشانی بڑھتی ہے احتیاط کر کے خود کی عقل وبصیرت سے کام لیں تا کہ آپ کو سکون ملے اس سلسلے میں میرا حامی وناصر اللہ آپ کا بھی حاجت روا اور مستعان پروردگار ہے اسی سے ہدایت قرآن وسنہ کی روشنی میں مانگیے گا باذن اللہ ضرور ملے گی میرے لیے بھی ہدایت اور نجات کی دعا ضرور کریں۔ شکریہ

مؤلف
الحاج اصغر علی اعجاز چشتی
لاہور: 0092 42 36812282
کویت: 00965 67099806

Marfat.com

اَعوذ باللہ من شیطٰن الرجیم

عرفانِ الٰہی کے لیے ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء پر تدبر کریں وہ بھی خاص کر ''نور'' پر لفظ نور تین حروف کا مرکب ہے۔ پہلا حرف ''ن'' نور ہی کی دلالت کرتا ہے اور آخری حرف ''ر'' رحمت کے لیے رحمٰن و رحیم کی ترجمانی کرتا ہے جبکہ درمیانی ''واوٗ'' ودودیت، محبت، معرفتِ عرفان بر مکانِ ربوبیت ہے جسے سمجھنا جاننا معرفتِ الٰہی ہے عرفانِ الٰہی بھی۔

اسمِ الٰہی نور کے پہلے حرف ''ن'' سے پہلے اور آخری حرف ''ر'' سے پہلے دو الف کے اضافہ سے نور میں اضافہ ہوا اور وہ نور سے انوار بن کر نور کی جمع ہوا۔ کتاب کا نام ''عرفانِ الٰہی'' رکھا گیا ہے۔ جس سے مراد اصلاح تجلیات کا حصول ہے انوار اللہ میں الف، نون، واوٗ، را، لام اور یا میں سے نون کے علاوہ پانچ حروف کلمہ طیبہ کے نو حروف (ا، ل، ح، م، ح، د، ر، س، و) سے لیے گئے نکتہ کی بات نقطہ سے لینے کو ''ن'' کا ایک نقطہ استعمال ہوا جو غیریت، ہے اسی کا دور کرنا یا ہونے کے باوجود اس کا تصور نہ رکھنا ہی صراط مستقیم ہے سو اسی وجہ سے انوار الٰہی میں حروف کی تعداد بھی کلمہ کے حروف کے تعداد کے برابر رہی، اپوزیشن قائم ہونے کی وجہ سے دائمیت میں جمہوری عناصر زیادہ تعداد میں اصلاح و راہ دیتی ہے کہ آپ کلمہ طیبہ پر قائم و دائم زندگی ایک میں ایک ہی نکتہ کا خیال رکھیں تا کہ ایک نقطہ سے آپ محرم سے مجرم نہ بن جائیں اور خدا سے جدا نہ ہو جائیں بلکہ شیطان مردود سے آپ خدا کی پناہ میں رہیں ''آمین''۔

Marfat.com

انوارالله سے چھ حروف ملے جسے دوبارہ چھ چھ لکھیں تو چھیاسٹھ 66 کا عددالبجدی عدد الله کے اعداد 66 میں ملتا ہے لفظ الله کے اعداد کو بلا کسی نشان علامت دو دفعہ لکھیں تو الله الله سے 6666 چار دفعہ چھ چھ لکھا ملتا ہے، اس سے ہمیں قران کی سبھی آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ کلام الٰہی میں ملتی ہے۔ اگران چھ چھ کو ایسے ہی چار دفعہ ''جمع +'' کے نشان سے لکھیں تو 6+6+6+6 = 24 کی تعداد حروف ملتی ہے جو ہمیں کلمہ طیبہ کے چوبیس حروف سے معرفت دلاتا ہے جس کے دو جزو لا الٰہ الا الله اور دوسرا حصہ محمد رسول الله برابر برابر بارہ بارہ حروف کی تقسیم کے دو مجموعے سے چوبیس حروف میں مکمل کلمہ طیبہ ملتا ہے۔ اسی ''نورالله'' کے چھ حروف کو ''بسم الله الرحمٰن الرحیم'' کے مشتمل 19 حروف سے ضرب دیں تو اس کے انسیت ہمیں 114 کا عدد قرآن کی تعدادی سورتوں پر لے جاتا ہے۔ جیسے الله الله (6666) چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات قرآن ہیں ایسے ہی 114 سورتیں اولیاء الله (کے 114 نمبر) بھی قرآن ہی ہے۔ جسے محمدؐ ناطق قرآن ہی تصور کیا جاتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ ''انوارالله'' میں ہی کلمہ توحید ورسالت قرآن اور صاحب قرآن، صاحب وحی محمد کے کردار اور اطوار اور سنت سے ہمیں ہدایت ملتی ہیں، پھر الله الله کہنے میں محمد ﷺ محمدؐ ہے۔ اور محمدؐ محمد ﷺ کہنے سے الله الله جل جلالہ کہنا ادا ہوا۔ محمد کی اطباع الله کی اطاعت ہے الله کا فرمان تسلیم کرنا ہے۔ خدا کے قریب ہونا ہے خود کے ہاتھ کو دیکھنا اگر الله کو دیکھنا مطلوب ہو تو آپ نے الله لکھا دیکھ کر عبادت کی بڑے بوڑھوں اور بزرگوں کی کہاوت تھی کہ صبح اٹھتے ہی اپنے ہاتھوں کو پہلے دیکھ کر اپنے چہرے پر مل لیا کرو اس بات کی اب سمجھ آئی ہے کہ الله لکھے دیکھ کر برکت کے حصول سے چہرے کو پرنور کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اسم اللہ تعوذ اور تسمیہ دونوں میں استعمال ہوا ہے اللہ کا ذاتی نام ہے اعضاء میں ہاتھ بنائے اس اللہ نے اپنے شاہکار انسان کی ساخت جسم پر اپنے نام کی (STAMP) مہر ثبت کر دی۔

اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں قوس پر قوس قوسین کی تطبیق سے وہی ملتا ہے جو کہ ان کی تطبیق سے پہلے تھا ''اللہ'' ''اااا'' ہی رہتا ہے جیسے کہ ہاتھ کی تطبیق سے ہاتھ ہی ملتا ہے۔
پانچ ''ااااا'' الفوں سے بنے ہاتھ کو اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں سامنے سے یا عقب سے۔ پیچھے سے آگے سے منطبق کریں تو لکھاوٹ اور بناوٹ اور دکھاوٹ میں ہاتھ اللہ کی طرف منطبق ہی رہتا ہے۔ اس لیے کہ آدمی دیکھتے وقت ہاتھوں سے ہر کام لیتے وقت صبح و شام سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اس کے نام کے دیدار سے مشرف رہے اسی کے ذکر میں محو و مشغول رہے، اسے نیند سے بیدار ہوتے ہی بوقت آغاز صبح اور انجام صبح انتہائے شام کو سونے سے پہلے لکھا ''اللہ'' دیکھتا رہے تاکہ اسے اس کے بنانے اور پیدا کرنے والے خالق کی پہچان رہے عرفان الٰہی سے پرشعور رہے اسے بھول کر یاد کرنے کی زحمت نہ ہو معیت الٰہی میں اس پر ہر وقت اللہ کی رحمت ہمیشہ برستی رہتی ہے کسی کے آگے ہاتھ کا جوڑنا اسے اللہ کا واسطہ دینا ہی مقصود ہے۔

Marfat.com

منعم انعام اور خوشنودی

سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے رب خالق کو پہچانیں۔ اس کی صفات اور خوبیاں جان اور سمجھ کر ان کے مطابق اپنے مالک حقیقی کے احکام اور سمجھ سوچ کر ان پر عمل کریں تحقیق کر کے حق تعالیٰ کس کس اور کون کون سی اچھی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کن کن بری باتوں اور کاموں سے ناخوش و ناراض رہتا ہے، سو اس عمل میں برے کاموں سے بچنا اور اچھے کاموں کا کرنا ہی نیکی اور بندگی ہے، اور بندہ بندگی کے بغیر بندہ کہلوانے کا حقدار نہیں، بندگی اطاعت سے جو دور ہے گستاخ، نافرمان، سرکش، باغی، نہایت گناہگار ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے سبھی جانتے ہیں کہ جب انسانی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بولنا تک نہیں جانتا اردگرد اور استعمال میں آنے والی تمام چیزوں اور اشیاء سے ناواقف اور انجان ہوتا ہے۔ پھر تربیت و تعلیم کے درمیان سیکھنے سکھانے سے مضر و مفید تمام اشیاء کو جان لیتا ہے اس کی پہچان میں چیز قابل استعمال یا قابل عمل آجاتی ہے۔

ایسے ہی حق سچ حقیقت اور قدرت اللہ سبحانہ تعالیٰ کا جاننا اس کی قدرت سے اس کی صفات کو پہچاننا اس کے احکام امر و نواہی سے شعور رکھے، اس پر چلنا یا ان سے رکنا اس کو سیکھے سمجھائے یا سمجھنے سے آجاتا ہے قدرت کاملہ نے اپنے محبوب بندوں انبیاء کے ذریعے تعلیم کی تکمیل کو ہادی برحق حضرت محمد ﷺ پر نزول قران کے ذریعے سے قرآن میں تفصیل ہے جملہ اہل اسلام کو ہدایت دی، اور پھر اس کتاب ھدیٰ کے ساتھ ساتھ ناطق قرآن محمدؐ کی ذات مقدسہ کے عوامل و کردار

Marfat.com

سنت کو سمجھ کر ان کے نقش قدم پر عمل کی روشنی میں زندگی گزارنے کے حکم صادر کیے جو اثر برکت، ہدایت اور وعظ و نصیحت ہمیں قرآن اور ناطق قرآن سے ملتی ہے، وہ کسی اور کتاب یا شخصیت سے ہرگز میسر نہیں ہے پس اس کے لیے ہمیں قرآن اور حدیث مبارکہ سے روابط رکھنے ہوں گے کہ ہم خدا اور مشیت ایزدی کو بخوبی سمجھ کر اچھے مسلمان اور مومن بن سکیں۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

"بلاشبہ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (خیر کثیر) عطا کی سو پھر بندہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ قربانی کر"

کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں بہت زیادہ اچھائی بھلائی اور بہتری و بہبود نہ صرف دنیا داری کے لیے بلکہ آخرت کی زندگی عالم برزخ کے بعد ابدیت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مفید و پر تعیش چیز اجر و ثواب مراد ہے۔ معانی کے اعتبار سے اس کے چھبیس سے زیادہ معانی ثبوت میں ملتے ہیں گویا اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں نعمتیں اور حسی و معنوی برکتیں رحمتیں اس میں داخل ہیں تخاطب تو نبی کریم ﷺ محبوب خدا کو ہے مگر اصل میں ان کے ذریعے تمام احکام امر و نواہی ان کی امت مرحمتہ کے لیے ہے آپ ﷺ کے طفیل ان کی امت مرحومہ کو ملنے والی تمام انواع اقسام کی نعمات میں نعمت حوض کوثر کا ذکر ہے مشہور و مقبول و منظور ہے کہ نبی رحمت محمد کریم ﷺ میدان حشر کی گرمی کے باعث شدت پیاس رکھنے والوں کو اس حوض کوثر کی نہر جو جنت سے میدان محشر میں آئے گی اس سے پانی پلایا جائے گا۔ اس حوض کوثر کا ثبوت محدثین کے نزدیک حد تواتر تک واضح اور مسلم تسلیم شدہ ہے، ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم اور ضروری بھی ہے اصل نہر ہے ہی جنت میں جس کا پانی حوض میں اکٹھا کیا ہوگا جو حوض کہلانے سبیل کے طور پر لوگوں میں رحمت محمدی کی وجہ سے پیاسوں میں تقسیم ہوگا یہ کتنا بڑا

Marfat.com

انعام ہے جو امت محمدیہ کے مسلمانوں کے لیے ہی نہیں دوسری الگ نعمتوں کے اعتبار سے کفار و ہنود و یہود سب ہی کے لیے ربوبیت کے دائرے میں مضمر ہے جس کے لیے ہر کسی کو اپنی روح و بدن اور مال و اسباب سے برابر اپنے رب کی عبادت میں شکرانے اور احسان کے لیے روحانی اور جسمانی طور پر لگے رہنا چاہیے۔ بدنی و روحی عبادت میں سب سے اچھی چیز اور اچھی قسم نماز پڑھنے کی عبادت ہے، مالی اور وقاری صورت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

قربانی کے اصل مقصد اور حقیقت کو جان کر قربان کرنا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی بحکم خدا کرنے کی کوشش کی، مگر وہ عملی طور پر باپ بیٹا اس پر رضا مند ہی نہ ہوئے انہوں نے پوری کوشش سے ایسا کر کے سعی و کاوش پر عمل کیا۔ خدا نے قربانی منظور کر لی اور جبریل نے جنت سے لایا دنبہ ابراہیم علیہ السلام کی چلی چھری سے ذبح کروا کے اس حکم کی تکمیل میں ابراہیم و اسماعیل سے تعاون کیا مگر یہ عمل خدا کی منشا و رضاء سے ہوا جبریل کی اپنی مرضی نہ تھی چنانچہ قصہ قرآنی کے اس وقوع کے ساتھ ساتھ بعض دوسری جگہوں پر قرآن میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(سورہ انعام: آیت 162، 163)

ترجمہ ”تو کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا مجھے حکم ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان (فرماں بردار) ہوں۔“

اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اعلیٰ اور اونچے مقام کا پتہ دیا ہے

Marfat.com

جس پر ہمارے آقا و سید حضرت محمد ﷺ فائز ہیں۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا گیا کہ مشرکین کے نظریہ کا رد ہو وہ بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لیے کرتے تھے۔

وانا اول المسلمین میں سب سے پہلا طالع فرمان ہوں گویا میری فرمانبرداری میں کوئی شک نہیں ہے امت محمدیہؐ کے اعتبار سے آپ ﷺ اول المسلمین ہیں ترمذی کی حدیث کنت نبیاء و آدم بین الروح والجسد میں محمد ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی جسم و روح کے مدارج میں تھے کے موافق و مطابق رسول اکرم محمد ﷺ اول انبیاء ہیں سب سے پہلے نمبر پر رہے تو آپ کے اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ و شک ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت معانی مراد نہ ہو بلکہ تقدم رتبی مقام و عہدہ مراد ہو گویا سارے جہانوں کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر واحد اول اور سب سے آگے ہوں۔

نحر کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ہیں، مگر ابن کثیرؒ نے ان روایات میں جو کلام کیا ہے، ان میں اس قول کو ترجیح دی ہے کہ نحر کے معنی قربانی کرنے کے ہیں۔ اس میں مشرکین پر تفریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لیے کیا کرتے تھے مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ کے تخاطب میں اللہ سے یہ حکم ملا کہ ان کی قربانی نماز ہی نہیں بلکہ زندگی کی حیات و موت کے ساتھ سب کام صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی و رضا کے لیے ہیں ہر نبی، نبی ہی اس وقت بنتا کہلاتا ہے جب وہ اپنی ذات میں اپنا خود ہی امتی پیروکار مسلمان ہوتا ہے سو اس روش اور ترغیب میں ہر امتی کو اپنے نبی کی تقلید و پیروی میں خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اسے کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ اس کے پیدا ہونے کا کیا مقصد اور وجہ ہے، خالق ہر دوسرا سبھی عالمین کے لیے وہ کیوں رب ہوا وہ بلا کسی مقصد کے ہر ضروری کام اور احتیاج ضرورت پوری کیوں کر رہا ہے، اور اس کے تمام ربوبیت کے کار و کردار کی

Marfat.com

وجہ سے اس پروردگار کا رازق کا اس کے مرزوق پر کیا فرض بنتا جسے وہ ادا کرے خالق کو اس کا حق پوری حقانیت اور حقیقت کے ساتھ ادا ہوتا ہے تاکہ اس خالق و خالق و فاطر کی رضا و خوشنودی کے حصول کے بعد اس کا قرب کمال حسن سے نصیب و رسد ہو۔

Marfat.com

غرضِ تخلیق انسان

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

''اور نہیں پیدا کیا جن اور انسان مگر صرف اس لیے کہ وہ عبادت کرے۔'' (سورۃ الذریت آیت نمبر 56)

جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرفِ عبادت و فرمانبرداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی پیدائش کی کوئی اور وجہ یا غرض و غایت نہیں، ہاں تو انسان جب خدا کی بندگی، عبادت اور اطاعت کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ خدا کے اس حق کو حق کے ساتھ ادا کرے، اس کی مرضی و منشاء کے مطابق قرآن و حدیث کی روشنی میں جو علم درست، ٹھیک اور صحیح ہمیں عطا ہوا ملا اسی ہدایت کے ساتھ بندگی کی جائے۔ اگر بندگی درست نہ ہوگی تو وہ بلا مقصد اور غلط انداز سے گزری ہوئی توشہ آخرت نہ دے سکے گی بیکار و غیر مفید بلکہ نقصان دہ اور عید وشمن بن جائے گی۔

اس زمین پر حضرت انسان کی حیثیت عہدہ اور منصب خلیفہ اللہ خدا کا نائب اس کے بعد مالک و آقا کا ہے۔ قدرت کی تمام تخلیق میں یہ ایک منفرد مقام رکھتا ہے اس وقار دینے کے لیے اس نے آدم میں اپنی روح داخل کر کے اس سے جہت قبلہ بنائے خود کو سجدہ حقیقتاً کرایا، جو دکھاوے میں اسی انسان کو تھا۔ آدم مسجود ملائکہ ٹھہرا اس کے جسم کی کیفیت کا تعلق مٹی زمین سے ہونے کی وجہ سے پوری مخلوق اس کی مانگیں، طلب و غرض بھی الگ الگ رہیں، وہ مختلف قسم کی مادی

Marfat.com

ضروریات کی آماجگاہ بن گیا جس کی وجہ سے خواہشات نفسانی کسی لمحہ بھر بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہیں، جن کی تکمیل کے لیے وہ اپنی زندگی کے تمام تر لمحات کو فرح و صرف کر رہا ہے۔ اس کے خیال میں یہی یہ مقصد حیات و زندگی ہے یہ اس کی کوتاہ اندیشی اور کور چشمی ہے کیونکہ دوسری طرف اسے اپنے جسم کے بعد روح کی بلندیوں پر فائز ہو کر بالا و اعلیٰ ہو کر صحیح طور پر خلیفہ اللہ بننے کے بعد خدائے حق کو صادق ''جانتا ہو وہ آپ فرشتے نہیں جانتے'' اور سچا ثابت کرنا ہے ملائکہ کو یہ کہنا پڑے کہ انسان واقعتاً عبادات و فرمانبرداری میں ہم سے بہت افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کی ایسی خواہش تمنا اور آرزو کب اور کیسے پوری ہو سکتی ہے، یہ نرا خالص جاہل اور بے علم ٹھہرا اس کا برزخی رول مثال جس کو قلب کہتے ہیں صحیح علم سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیے۔

العلم صحاب الاکبر علم کی بہتات الخطاط علم کی دلیل بن چکا ہے۔ اس کی کوشش کو اکتساب نصیب نہیں، آج انسان اصل اور حقیقی علم سے دور بہت دور ہو چکے اگر کسی کے پاس کچھ علم ہے تو وہ بناوٹ اور تصیح کی وجہ سے ناقص سا ہے، پھر بھی وہ اسی زعم میں ہے کہ اس جیسا عالم فاضل اس دنیا میں اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے، جبکہ اس کے تمام تر صحیح یا غلط اعمال کا دارومدار اس کے اپنے علم پر ہے جیسا اس کا علم ہوگا اس کی روشنی میں اس کے کردار و اعمال کے ثمرات اس کو میسر ہوں گے ۔یہ علم ادیان کا ہوگا تو وہ مذہباً نیک و پارسا اچھا اور غیر مضر ہوگا، اور اگر ابدان کا ہوگا تو وہ ہوشیار و ضرر رساں ہو سکتا ہے۔

اطاعت و بندگی کے لیے دینی علم کی دانست سمجھ بوجھ کا ہونا ضروری ہے وہ کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو اس کی دانش و عقل میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس تک پہنچا ہوا اس کا مذہب درست بھی ہے یا غلط ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ وہ اتنی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتا تدبر اور فکر سے کام لینے کی بجائے اندھا دھند اپنے

Marfat.com

آباؤاجداد کی پیروی میں تقلید اس لیے کرتا رہتا ہے کہ جو علم اسے ان کے والدین سے ملا ہے اگر غلط ہوتا تو وہ خود کیوں اس پر عمل کرتے ہر شخص اپنے آباؤ کے نقش قدم پر چلنے ہی میں خود کی نجات و رستگاری سمجھتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ اس اندھی تقلید کا نتیجہ اسے گمراہ کن گڑھے میں دھکیل پھینکے گا۔ اس کو زندگی کی مادی ضرورتوں کی وجہ سے اس نہج اور ڈگر پر سوچنے کا وقت ہی میسر نہیں ہوتا، اصل میں جو اصل مقصد تھا یہ مادی زندگی اس کا ایک ذریعہ اور سبب تھا وہ سبب اور ذریعہ ہی کو اپنی منزل سمجھ کر اصل منزل سے بہت دور ہوتا اپنی سوانح حیات کو برباد کر گیا۔

آج کے اس دور میں خاص کر مسلمانوں کو ایسی اندھی تقلید سے بچنے کی بہت ضرورت ہے کہ وہ اصل اور خالص راستہ "صراط مستقیم تلاش کر کے اسلام کے طریقہ و راہ میں پڑی دراڑیں اور رخنے چھوڑ کر اپنی منزل کو گامزن ہوں، لوگ جانتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد دور تبع و تابعین میں ایسے دشمنان اسلام سند خلافت پر فائز ہوئے جو مسلمان کہلواتے ہوئے بھی اسلام کی بیخ کنی کرتے رہے ان میں مسلمانیت کم اور منافقت ذہنی زیادہ تھی ان میں خلافت کی جگہ شہنشاہیت کے رجحانات پیدا ہو چکے تھے سو انہوں نے علم دشمن علماء کو زر و جواہر عہدہ و القامات و اعزازات سے اور جاگیروں کے لالچ سے خرید لیا وہ مسائل کے بیان میں اپنے رب فرعون کی خواہش کا خیال رکھتے اپنے مادی فوائد کی روشنی کی وجہ سے ان کے دلوں میں علم کی منور روشنی دھندلی اور ماند پڑنے لگی ان کا قلب بعوجہ الی اللہ ہونے کی بجائے اپنے ان دنیوی آقاؤں کی طرف مائل ہونے لگا چنانچہ انہوں نے اپنے ان حکمرانوں کے کہنے پر ان کی مرضی اور منشاء و رضا سے دین کے علم میں غلط سلط آمیزش سے دین حقہ اسلام کی شکل بگاڑ دی۔

جبکہ اس وقت کے کچھ علماء جو یہ جان چکے تھے کہ اسلام کے لبادے میں کچھ ان کے ساتھی مسند خلافت پر بیٹھنے والے خلفاء درحقیقت مسلمان نہیں رہے بلکہ وہ

Marfat.com

سچے مسلمانوں کے دشمن ہیں کیونکہ وہ دین کی سچی ستری اور اجلی تعلیم کو چھوڑ کر مذہب اسلام کو داغدار کر رہے ہیں ایسے بکے ہوئے علماء اور شہنشاہ جو حقیقت میں خلیفہ نہ ہو کر بھی خلیفہ کہلاتے تھے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ حجاج بن یوسف نے اموی حکومت کی پختگی کے لیے سوالاکھ سے زیادہ علماء و مشاہیر کو تہہ تیغ کیا اس پر ہی بس نہیں ہوئی جہاں دین کا علمی خزانہ تھا اس ذخیرہ کتب کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا کیا یہ دین کی بیخ کنی نہ تھی ایسی روز روشن کی طرح حقیقتوں سے انکار تاریخ کے اوراق کبھی نہیں کر سکتے خدا نے قرآن کو لوح محفوظ پر محفوظ رکھا ہے، جبکہ پرانی مذہبی و الہامی کتابوں کا اصل وجود اور عبادت ناپید ہے مگر قرآن کی عبادت میں فقرے جملے تو در کنار لفظ اور حرف بھی نہیں بدلے کیونکہ یہ آخری کتاب لائحہ وعمل حیات دین استوار اسلام کا بے بہا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس سے دین کی ستھرائی دھلائی اور صفائی کے لیے قرآن کی ضرورت ہر وقت ہی رہے گی، اور یہ قرآن بھی اپنی اصلی حالت میں تا بہ ابد قیوم کی طاقت سے قائم و دائم رہے گا۔

بات چل رہی تھی آمیزش و ملاوٹ علم کی صدیوں سے وہی مخلوط علم غلطی کجی سے ملوث مختلف ذہنوں سے ٹکراتا ہوا آج ہم تک پہنچا ہے اس کا مسخ شدہ چہرہ اپنی اصلی ہیبت چمک دمک کھو کر اپنی صورت شکل بدل گیا ہے کئی نسلوں سے یہ گمان قائم نہیں رہا کہ کبھی کوئی صحیح اور درست علم تھا، پشت در پشت کئی نسلوں سے اندھی تقلید پر چلنے کی وجہ سے شیطان نے مسلمانوں کے دماغ سے مذہب اسلام کے بنیادی اولین رکن کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مفہوم کو بدل کر رکھ دیا۔ اس پر مذہب اسلام کی بنیاد اور دارومدار ہے مگر اس شجر اسلام کی جڑوں میں کیڑا اور دیمک لگنے سے کیا اس درخت کے پتے سرسبز و شاداب رہ سکتے ہیں ہرگز نہیں، جب یہی شاداب نہیں اس پر پژمردگی چھائی ہو تو باقی ارکان اسلام نماز، روزہ، حج اور زکوۃ

Marfat.com

کی ادائیگی صالحیت سے کیسے ہو سکے گی۔ وہ بے فائدہ اور ضائع ہو گی۔

شیطان ابلیس لعین کو عدم سجدہ کے بعد اس کی التجا و دعا سے چھوٹ ملی کہ وہ تا ابد مسلمانوں کو گمراہ کر سکے قدرت کاملہ نے فرمایا ''میرے بندے گمراہ نہ ہو سکیں گے'' جو خدا کی راہ پر نہ چلیں انہیں خدا اپنا بندہ نہیں مانتا مگر پھر بھی ربوبیت کے وعدہ پر اسے میں حیات میں اور موت کے بعد رزق دیتا رہتا ہے کیونکہ وعدہ الست پر اس نے پالنے کا وعدہ خود سے لیا جسے وہ پورا کر رہا ہے، مگر ہم لوگ اس احسان نعمت کے صلہ میں اس کی عبادت کما حقہ نہیں کر رہے جبکہ اللہ کو ناز ہے کہ میرے بندے گمراہ نہ ہو سکیں گے۔ شیطان نے حرص و ہوا کے بندوں کو ورغلا کر مذہب اسلام کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے، قتل و غارت کی وجہ سے علماء اپنی جان بچائے گوشہ نشیں ہو گئے راستہ چھوڑ کر بھی وہ صراط مستقیم پر رہے، اور خدا کے کہنے کے مطابق گمراہ نہ ہوئے الگ تھلگ رہ کر وہ راہِ مستقیم پر کاربند رہے مگر ان کے ضمیر نے ان کو جھنجھوڑا کہ دین اسلام کی اصل روح مٹ رہی ہے مسلمانوں میں کسی اور علم و دانش کی وجہ سے گمراہی بڑھ رہی ہے، اگر ان کو اس بھنور سے نہ نکالا گیا تو نہ صرف وہ ہی ڈوب جائیں گے بلکہ آنے والی نسلیں بھی تباہ و گمراہ ہو جائیں گی۔ صالح دین اور صحیح علم سے محروم ہو کر تاریک راہوں اور ظلمتوں کے شکار ہو کر صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گی۔ ان لوگوں کو قلب کی اس اضطراری پکار نے گوشہ نشینی چھوڑ کر باہر آنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے اس احساس زیاں نے انہیں کمربستہ کر دیا چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ عام مسلمان شیطان کے چنگل اور دامن سے نکل کر اس کی گرفت سے باہر ہوئے صراط مستقیم پر چل سکیں اس کوشش میں ان مخیر لوگوں نے اپنے شاگردوں کو نگھر گھوم کر خدمت انجام دینے پر آمادہ کیا لیکن ایسی صورت حال میں یہ خطرہ بھی لاحق رہا کہ اس کی اطلاع حکمران طبقہ کو نہ ہو سکے، اس خطرے سے نپٹنے کے لیے انہوں نے شاگردوں سے یہ عہد و پیمان لیے کہ جو بھی

Marfat.com

علم حاصل کرو گے باہم دوستوں اور ساتھیوں کے علاوہ دوسرے غیروں پر ظاہر نہیں کرو گے اور خود اس پر پابندی سے عمل پیرا رہیں گے یوں تالے پڑے بند کمروں میں بیعت سے لے کر تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ یوں صحیح علم پہلے پہلے چند لوگوں کو اچھے اساتذہ سے ملا پھر اس طرح رشد وہدایت کا جاری سلسلہ مزید بڑھا۔

یہ علم وہی علم تھا جو نذر آتش خلفاء اور شہنشاہ ہو رہا تھا۔ اب سینہ بہ سینہ بذریعہ تحریر و نوٹ کے زبانی کلامی بیان ہو کر دیا جانے لگا، یہی علم جو امیر ارباب اختیار کی دست برد سے پہلے ظاہری علم کہلاتا تھا، اور اس کا ہر مسلمان کو جاننا ضروری اور فرض تھا۔ اب یہی عمومیت سے نکل کر خصوصیت میں خاص ہو کر اخواص اور خاص الخاص کا علم باطن کہلانے لگا چونکہ جب بھی کسی سے اس کا تحریری ظہور وثبوت اسے قتل تک کی سزا مل جاتی، وہ نکات جو اس سے قبل کھلے بندوں عام لوگوں کے لیے عام جگہ پر بیان ہوتے رہے، اب راز ہائے سینہ بن کر رہ گئے۔ گویا صحیح اور درست اب سینہ بہ سینہ ہونے کے باعث صرف سینوں تک ہی محدود ہو گیا۔

اس صورت میں وہ علماء جو اس پوشیدہ سینے میں چھپے باطن علم کو جانتے تھے مرشد اور پیر کہلانے لگے، جو ان کے حلقے میں آ کر ان کی بیعت کرتے۔ وہ ان کے شاگردوں کی بجائے مرید کہلوانے لگے یوں ان ایسے شاگردوں مریدوں کا ان کے استاد کے نام سے جو بھی سلسلہ قائم ہوا ان کے پیر کے نام سے موسوم ہوا یوں جس قدر بھی علمائے باطن رہنما تھے، ان کے ناموں سے الگ الگ سلسلے قائم ہونے لگے مریدین اور مرشدین کے مابین اس علمی طور طریق کو سلوک کا نام ملا اور آج تک اسی نام سے موسوم چل رہا ہے۔

اب علم کی ترویج وتشہیر کے لیے دو گروہ ہو گئے ایک وہ علماء جو حکومت کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے، وہ اسلام کو ایک نئی صورت میں پیش کرنے میں پیش پیش تھے ایسی شکل بدل رہے تھے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا، دوسرے وہ علمائے

Marfat.com

باطن جو حکومت کی نہ خرید پر ان کی دست برد سے بچے آزاد و حریت سے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام اور تبع تابعین کے درست اور صحیح علم کے داعی تھے۔

ان پر مختلف علماء کے پاس ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی ہی تعلیم تھی، مگر اس کے معانی ایک ہی ہونے کے باوجود تفسیر اور تشریح اسی طرح Same وہی نہ تھی الگ الگ اور جدا تاویل و تعبیر تھی، جس کی وجہ سے ان دونوں گروہوں کے علماء میں ایک خلیج حائل ہوتی گئی علمائے سوء کو چونکہ حکومت کی سرپرستی حاصل تھی، اس لیے وہ اپنے مقام و مرتبہ کو بچانے کے لیے اور اپنی ہی ہٹ دھرمی سے بات منوانے کے لیے علمائے باطن اور صالح عالموں کو نقصان پہنچاتے رہے۔ جب بھی وقت ملا علمائے صالح و باطن کو جام شہادت نوش کروا دیا عوام الناس کو ان سے اور ان کی صالح تعلیم سے بدگمان کر کے نفرت کا بیج بوتے رہے، اور انہی کو گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اب آپ لوگ خود اندازہ لگائیں کہ جنہیں کلمہ طیبہ کے اصل مفہوم کی جگہ کچھ اور مطلب معنی میسر ہوں وہ کیسے صراط مستقیم کے راہی رہ سکتے ہیں سادہ لوح اور ڈرپوک لوگ ان باطن علماء کی صحبت میں بیٹھنے سے ڈرنے لگے احتیاط کرنے لگے کترانے لگے، یوں دین حقہ اور اس کے پیروکاران کا بہت نقصان ہوا۔ کہانی عروج و زوال کی ہمیشہ رہی ہے دشمنان اسلام کا دور ختم ہوا مابعد اس کے مسلمانوں میں بے چینی سی پیدا ہونے لگی کہ ان کے پاس جو دین پہنچا ہے سابقہ حکمرانوں کی منشاء و مرضی میں ڈھیلی تصویر ہے تاریخ کے ابواب میں اس تلخ باب سے ہر مسلمان واقف تھا ان کی بے چینی اور بے قراری درست و بجا تھی، ان میں علم صحیح کی آرزو اور جستجو پیدا ہوئی وہ درست مواد تلاش کرنے لگے، جو ملتا نا کافی اور بامقصد نہ ہوتا کیونکہ سارا علمی تحریری ذخیرہ تلف و برباد ہو چکا تھا علمائے باطن کی طرف رجوع و رجحان و مائل سے دلوں کی کدورت اور نفرت و عناد کے باعث وہ بہت فاصلے پر تھے۔ ان کی طرف انہیں بڑھنے میں تردد اور مشکل پیش تھی دوسری

Marfat.com

شکل یہ تھی کہ ان کے مریدین بھی عوام الناس سے دور رہتے ہیں۔ ان کا باہمی میل ملاپ بھی کم تھا، جب روابط نہ ہوں مراسم نہ ہوں عدم باہمی گفتگو کی وجہ باہم ایک دوسرے کو علم کی ترسیل رک جاتی ہے گویا ناواقفیت کی وجہ سے لوگ علم سے دور ہوئے کیونکہ پیران طریقت سے وعدہ تھا کہ کسی غیر جماعتی بندے پر اظہار وعلم کے دروازے نہ کھولے جائیں، اس صورت میں صحیح علم کی تلاش مشکل و مسدود اور دوبھر ہوگئی۔

لیکن قدرت کاملہ قادرہ چاہنے والے کو مسبب الاسباب ہونے کی وجہ سے منزل پانے کو خود سبب پیدا کر دیتا ہے۔ ایک راستہ اب بھی ہے جو ہمیشہ رہے گا وہ کلام الٰہی قرآن حکیم ورشد کا سیارہ لوگ اس کو یکسوئی قرار دے کر ملے ہوئے علم کو پرکھنے لگے تاکہ سیدھے راستے پر چل کر سعادت دارین حاصل کر سکیں، اپنے رب کو پہچان کر کما حقہ اس کی عبادت میں سر بسجود رہ سکیں، اس ایک راستے کے چکر نے کئی چکر دے کر چکرا کر رکھ دیا مختلف علماء نے اپنی اپنی زبان میں قرآن کے تراجم بھی مختلف انداز سے کر رکھے ہیں جن سے جس کو جو راستہ پسند آیا وہ اسی پر چل نکلا اور یوں حضرت محمد ﷺ کا ارشاد سچ ہوا نظر آ رہا تھا کہ "مذہب اسلام میں تہتر فرقے ہوں گے جس میں صرف ایک راہ راست پر ہوگا اور باقی بہتر فرقے ناری دوزخی ہوں گے علمائے باطن بھی اپنی ذہنی اور علمی صوابدید پر علماء سوء کی طرف سے الگ الگ فرقے بنائے گئے ان تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ کا یہ عقیدہ اور یقین ہے کہ وہ ہی راہ راست پر گامزن ہے باقی سب غلط ہیں آخرت کی منزل کو کھوٹی کر رہے ہیں، جبکہ ان میں سے واقعی ایک ہی فرقہ بقول ہادی و خبیر محمد ﷺ عربی قابل رستگاری ونجات وبخشش ہوگا۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ صراط مستقیم کس کو کہتے ہیں تاکہ سیدھے راہ راستے پر چل کر اچھا شعار اسلام حاصل کیا جا سکے ہر مسلمان کو اپنی جگہ یہ فکر لاحق رہتی

Marfat.com

ہے، وہ دعا کرتا ہے "اھدنا الصراط المستقیم" نماز پڑھنا اچھی بات اچھا راستہ ہے وہ اس سیدھے راستے پر چل کر پھر بھی دعا کرتا ہے۔ ان کی پانچ نمازوں میں وہ تقریباً اڑتالیس بار یہ دعائے خیر اپنے آقا و مولیٰ خالق و مالک سے کرتا رہتا ہے تمام فرقوں میں اچھے لوگ ملیں گے، جو پوری پابندی کے ساتھ نیک کام اور عمل کرتے ہوں گے صراط مستقیم پر چلتے ہوں گے لہٰذا وہ فلاح اور نجات پانے والے ہوں گے گویا سب ہی اچھے ہوئے۔

مگر حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ صرف ایک ہی فرقہ نجات پائے گا، اس کا یہ مطلب ہوا کہ نیک عمل اور بندگی ہی صراط مستقیم نہیں ہے۔ اس کے حصول کا دارومدار کسی خاص عقیدے پر منحصر ہے جس پر سب کے سب تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ عمل پیرا ہے گویا اسی کے عقیدے اور شعار و عبادت کے انداز پر عمل پیرا ہونے کو صراط مستقیم کہیں گے اور اسی کی طرح ویسا کرنے والوں کا شمار نجات پانے والوں میں ہو جائے گا علمائے باطن کا ایک فرقہ جو صراط مستقیم پر ہونے کی وجہ سے نجات پانے والا تھا۔ شیطان نے اس گروہ میں بھی پھوٹ ڈال دی ہوا کیا کہ علمائے باطن پیران عظام نے اپنے اپنے سلسلہ سے وابستہ لوگوں کو اپنی زبانی علم دیا۔ ان کے بعد ان کے خلفاء و جانشین حضرات نے بھی انہی کی اتباع اسی طریق سے اپنے اپنے مریدوں اور شاگردوں اور عقیدت مندوں کو تعلیم دی یوں وابستگان میں ہر کسی شخص نے اپنی اپنی عقل کی بساط کے مطابق ملے ہوئے علم کو سمجھ سمجھ کر اس میں ترمیم و اضافہ عقیدت و محبت کی وجہ سے کیا اصل مطلب و مقصد کی روح محفوظ نہ رہ سکی۔ مفہوم مطالب جداگانہ انداز میں قبول کر لیے گئے مگر پھر بھی جو درست صحیح اور صالح معنی و مطالب سمجھے عمل پیرا رہے، ان کا شمار کاملین میں ہوا وہی لوگ صوفیاء کہلائے۔ جن میں تفہیم کی قابلیت نہ تھی ان کو پورا علم نہ بھی دیا گیا بعد میں وہ اپنے شاگردوں اور معتقدیوں کو برابر پورا علم نہ دے سکے اس طرح ہر سلسلہ اور

Marfat.com

گروہ کا رہ سلوک الگ الگ اور جدا جدا ہو گیا نئی نئی باتیں اور متصوبہ ذاتیں رہ سلوک میں شامل کر لی گئیں یہی بگڑی ڈگر کو علم تصوف جانا جانے لگا، پھر ہر ایک سلسلے کے بانی نے اپنی مروثی علم کی حفاظت کی خاطر کتابیں لکھنا شروع کیں، ان کتابوں کا موازنہ کرنے پڑھنے پر معلوم ہوا کہ ہر ایک کا مقصدو مطلب اور غرض و غایت جدا جدا ہے ایک طلبگار علم کے لیے پھر وہی مصیبت کھڑی ہوگئی وہ کس جگہ اور کیسے مطلوبہ درست علم حاصل کرے ویسے بھی مشائخین اکرام نے اس تصوف کے علم کو مشکل حدتک کے درجہ میں پہنچا دیا ہوا تھا لوگ حاصل کرنے کی خواہش سے دور سیدھے سادھے رہ کر زندگی گزانے کے عادی راضی ہو چکے تھے پیچیدہ ہی یہ علم ثبوت میں نہ تھا بلکہ شریعت کے خلاف تصور تھا ساتھ شیطان کی کارکردگی پوری طاقت کے ساتھ شامل تھی کہ لوگ گمراہ رہیں اسے تو اس علم کو مٹانا اور ختم کرنا تھا، علماء کے دماغوں جہلا کی فطرت سے پراگندہ کر کے رکھ دیا پھر کسی نے ''ہمہ اوست'' کا نعرہ بلند کیا اس کے برعکس کسی اور نے ''ہمہ نہ اوست'' سے روشناس کرانے کی کوشش کی کسی نے صرف ایک ذات کا لاپ الایا تو کسی نے دو ذاتوں کی دہائی دی کسی کا کچھ کہنا کسی اور کا کچھ کہنا بلکہ یہاں تک کہ کوئی خود آئی میں خود ہی خدا بن بیٹھا اور یوں بعض لوگوں کو تساہل کی سوجھی وہ عبدیت کی اہمیت اور ضرورت سے جان چھڑانے کی وجہ سے بس دل کی نماز پڑھنے کے بہانے تراشے عملی نماز وصلوٰۃ و تظافت نہ کرنے کی وجہ سے صنم بت بن کر رہ گئے جبکہ بعض لوگ اپنی عبدیت میں عبادت سے نجات بھی ڈھونڈتے رہے، لیکن راستہ سیدھا اور درست نہ تھا منزل مراد سے بعید رہے بہت سے مشائخین کے معتقد حضرات کو خدا کی بجائے صرف اپنے ان غلط رہنماؤں کی خوشنودی نے حلوے مانڈے کھانے کھلانے کی راہ دے رکھی تھی کھانے والے کو کھانے سے کام تھا مرید کی اچھائی اور سدھارت اس اگلی طعام وکلام کی نظر نذر ہوتی رہی مرید چوری وفرار سے میسر شدہ روزی سے ان کے

Marfat.com

پیٹ بھرتے رہے اس کا انجام جنت ہو یا جہنم اس سے اس کے رہنما کو کوئی سروکار نہ تھا جب کبھی علم کا سوال ہوتا تو جواب دیتے ابھی تو کچا ہے کچی عمر گزرنے دو بعد میں سبق ملے گا حالانکہ اصل بات یہ تھی وہ سرچشمہ علم تھے ہی نہیں ترسیل علم کو ان سے آب علم حیات کہے باہر آتا خود نابلد تھے ناواقف تھے مریدوں کو جاہل اور نادان علم رکھا جواب مزید میں کہتے کہ جس شخص کو کھانا گندمی دیا جاتا ہو اس کو صرف دہی نہیں دیا جا سکتا کیونکہ دودھ پیتے بچے کو تو صرف دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اسے اگر مرغن غذا کھلائی جائے تو اس کی صحت کو فائدے کی بجائے نقصان دے گی ابھی آپ فہم وفراست میں پختہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسے سوالات کے جوابات کے متحمل نہیں آپ میں قوت جذب کیف ابھی پیدا نہیں ہوا، وقت آنے دو آنے کو وہ سب کچھ ملے گا جو آپ چاہتے ہیں مگر یہ وقت شاگرد و مریدوں پر آ ہی نہ سکا حتیٰ کہ وہ اس دنیا سے سدھار گئے اور حقیقی طور پر واصل حق ہونے کی بجائے وصل جہنم کی منزل پا گئے ہاں کسی سے اگر ان پیران طریقت کو کچھ لالچ غرض اور فائدے کا حصول ہوتا تو اسے وہ اپنی بیعت پر مجبوری سے رضامند کر لینے کے بعد مہربان ہو کر از راہ کرم ایک آدھ اسم ربانی ورد کے لیے عطا کرتے اس کے ساتھ ساتھ تعویذ گنڈے دینے دلانے کو انہیں اپنے طواف میں مصروف رکھتے، اسی دوران انہیں اپنی نسلی بزرگان کی قبروں کا سہارہ لے کر وہاں بیٹھ کر ایسی دکانوں کو چمکانے کا سوجھا جو ہر مسئلہ کا حل ہو سکتا ہے، لوگ خدا کو بھول کر اس کی جگہ گدی نشیں شہزادگاں و صاحبزادگان کے بزرگوں کو پکارنے لگے جو شرک اور ظلم رہا شیطان، نے یہاں پر ان کو بھائی دیا کہ ارکان اسلام کی ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں پیران زمان کی خوشی بس اور بس ضروری ہے رحمٰن سے دور ہو کر شیطانی راہ کو اپناتے چلے گئے باطنی راستہ فولادی ثابت کیا یوں علم کا حاصل کرنا مشکل ترین کام تھا جو لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا جسے ولی یا فقیر بننا ہے اسے یہ لوہے

Marfat.com

کے چنے غصباً چبانا ہوں گے چنانچہ کٹھن اور مشکل کام کو سامنے کرنے سے لوگ بھاگنے لگے۔

کچھ لوگوں نے اس علم کو علم ذوقی کے نام سے موسوم کرتے ہوئے کہا، بھئی یہ علم ہر ایک مسلمان کو حاصل کرنا ضروری نہیں کسی پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ اسے ضرور حاصل کرے اس لیے اس علم صحیح کو غیر ضروری اور غیر ضروری علم کو ضروری جانا جانے لگا حالانکہ ہر علم اپنی جگہ پر ایک علم اور روشنی ہے، جو حصول کے بعد مادی و روحانی ضرورت یاوری کی سکت طاقت اور اہمیت رکھتا ہے مگر اس ترغیب اور رائے سے متلاشیان راہ مستقیم کو تعلیمی سوجھ بوجھ کے حاصل کرنے دروازہ ہی بند کر دیا گیا جبکہ عام تصور یہ بھی رہنے لگا بھئی جب ہمیں ولی یا فقیر بننا ہی نہیں تو ہم ایسی تعلیم کیوں حاصل کریں جو ہمیں اپنے آپ اور دنیا سے دور کر دے یہ بات سراسر غلط تھی۔

دین کے علم کو صحیح طور پر جاننے کے ساتھ دیگر علوم کا جاننا حاصل کرنا بھی ضروری تاکہ دین و دنیا ہر جگہ میں طالب علم کو کامیابی و کامرانی ملے۔ ارشاد محبوب باری تعالیٰ حضرت محمد ﷺ یوں ہے "علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے آپ کو چین جانا پڑے" بوقت اس ارشاد رسول ﷺ کے چین اسلامی ملک نہ تھا جو کہ اب بھی نہیں ہے وہاں کس تعلیم کی ضرورت بھی ظاہر ہے کہ دنیاوی و اقتصادی و معاشی ضروریات کے تحت یہ حکم رسول تھا۔ اس وقت ہی نہیں تا ھذالوقت عرب کو ہی مذہبی تعلیم کا ملجاء و ماوی سمجھا جاتا ہے گویا دنیاوی امر کو رسول اکرم ﷺ نے تفویض فرمایا جبکہ باری تعالیٰ کا کلام الٰہی میں ارشاد ہے۔

"فاعلم انہ لاالہ الا اللہ" تو پھر علم حاصل کرو جان لو کہ لا کچھ بھی نہیں ہے الا مگر صرف اللہ جس کی عبادت ہو، گویا مضبوط و حقیقی صرف اور صرف اللہ جس عہد کو عبادت کرنا ہے کلمہ طیبہ ہیں یہ جز جز دین حقہ ہے، جسے لوگ عمومی طور پر پڑھ

Marfat.com

کر آگے نکل جاتے ہیں اسے سرسری تلاوت و ذکر کی بجائے عمیق اور گہری سوجھ بوجھ سے حاصل کو حصول میں لانا ضروری ہے مندرجہ بالا حکم اصیام کی ضرورت ہے، اور یہ دوسرا حکم صحیح علم کی جانکاری روح کی ضرورت ہے اور یہی ضروری ہے، اس تک پہنچنے کے لیے دیگر علوم کی ضرورت ضرورت ثانی ہے مگر اس پہلے حصہ کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی اہمیت جاننے اور سمجھنے کے لیے دوسرے جزو ''محمد رسول اللہ'' کے ظاہری وسری معانی ومطالب کو جاننا نہایت ضروری اور اہم ہے جسے ولی یا فقر بننے کے لیے ہی نہیں ہر مسلمان کو حقیقتاً سچا مومن بننے کے لیے اس کی دانست وسمجھ رکھنا بہت ضروری ہے۔ جب کوئی مسلمان سے مومن بننے کی کوشش کرتا ہے اور سیدھے راستے پر صراط المستقیم ان کی راہ بن جاتا ہے تو فقری و ولایت اسے خود بخود بغیر خواہش وطلب سے مل جاتی ہے چاہت سے راحت کی بجائے زحمت ملتی ہے جبکہ رحمت اور انعام میں یہ اعجاز علم کی کرامت ہے طالب صاحبِ کرامت ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اتباع رسول ﷺ میں یہ عالم تھا کہ انہیں رسول ﷺ کی پیروی کرنا تھی۔ وہ کرتے رہے انہیں ولی یا نبی اور فقیر و مدبر بننے کا خیال وشائبہ نہ تھا، مگر وہ کندن کی بھٹی میں کڑھ چھٹ کر نظر کرم رسول اکرم ﷺ کی بف سے اس قدر چمک گئے کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ میرا ہر صحابی ایک شمع وہدایت کا ستارہ ہے کوئی جس سے بھی چاہے روشنی وعلم حاصل کر کے فلاح دارین پائے گا گویا صحبت رسول ﷺ اور پیروی نبوی نے انہیں ایسا صاحب نور بنا دیا کہ وہ صاحب کرامت ولی اور صاحب فقر فقیر ہو گئے۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے موضوع اور خطبہ سے ہٹ کر ''یا ساریہ الجبل'' کی آواز لگا دی یہ پکار اور ندائی خطبہ جمعہ سے ہٹ کر تھی مگر کسی کو جرأت نہ تھی پوچھنے کا حوصلہ نہ ہوا کہ حضرت

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ سار یہ جہاد پر دور افتادہ مقام پر گئے ہوئے کو کیوں پکار رہے ہیں ساریہ جب فاتح بنے وطن واپس آئے تو ان سے پتہ چلا کہ وہ اور ان کے ساتھی مجاہدین پہاڑ کے دامن میں ستائے خوشیاں منا رہے تھے پہاڑ کے دوسری جانب دشمن گھات میں تھا کہ آگے بڑھ کر ان کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں یہ واقعہ نظارہ ان کی بصیرت کی وجہ سے آ گیا تو انہوں نے ساریہ کو آواز دی کہ وہ پہاڑ کو بغور دیکھے ساریہ نے آواز سنی اور اس راہنمائی پر عمل کیا دشمنوں کو ان کی گھات میں ہی سلا دیا۔

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

اڑھائی ہزار میل کی دوری پر عمر رضی اللہ عنہ کی نظر کا پہنچنا اور چھپے ہوئے لشکر کی خبر گیری رکھنا یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے آپ بتائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ علم تصوف کس خاص غرض و غایت سے سیکھا تھا، جو اس کو صاحب نظر و بصیر ہونے میں مفید رہا ہے بلکہ یہ کرامت خدائے بخشندہ کی وجہ سے اور محبوب باری تعالیٰ کی تربیت و عنایت کے باعث پیدا ہوئی۔

تمام صحابہ کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درست اور صحیح علم ملا تھا جس پر وہ حضرات سختی سے ملاوٹ اور شرک کے بغیر عمل پیرا رہے لہٰذا ان میں وہ تمام چیزیں پیدا ہو گئیں جو ایک صالح اور سچے مسلمان میں ہونا چاہئے تھیں۔ ان کی طرح جس قدر بھی پیر فقیر اور ولی ہو گزرے ہیں ان میں سے کسی کا بھی یہ منشور نہ تھا جو وہ بنا صراط مستقیم پر چلنے کی وجہ سے ان کی سدھارتھ سچائی خلوص و احسان اور نیکیاں ان کے کام آئیں جن کی وجہ سے ان کو ولایت عظمٰی کا مرتبہ حاصل ہوتا رہا۔

وقت کے گزر جانے اور اصل حقیقت سے دور رہنے کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوئی اس کا ازالہ عام عوام سے الگ تھلگ دور دراز گوشہ نشین عافیت کے لیے پناہ گزین حضرات پر باران رحمت ایزدی کے طفیل درست علم ملنا متوقع ہوا کیونکہ

Marfat.com

انہوں نے وقت کے آگے ہتھیار نہ پھینکے، اور اصل قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی علمی زندگی گزارتے رہے۔ ان کی اسی استواری اور یقین نے انہیں ایمان کامل دے کر ایقان کامل سے مومن کامل بنا رکھا ہے چنانچہ وہ راہیں جس کو وقت کے دست برد سے مسلمان چھوڑ چکا تھا اس پرانی گلقند کو پرانے چاولوں کے ساتھ نئے نوجوانوں جو ابھی کچے ہیں پکا مسلمان بنانے کی غرض سے جسم و روح دونوں کی خوراک پیش کرنے کے لیے قرآن اور حدیث سے نسخہ تجویز کر کے پیش کر رہا ہوں کہ شاید الجھے لوگ اپنی الجھن میں اس سے سدھار سے سلجھن پیدا کر سکیں، مذہب وملت سے ہی نہیں جو خود سے بھی دور ہو چکے ہیں وہ اپنے آپ کو پہچانتے ہوئے اپنے خدا اور اس کے محبوب ﷺ کو پہچان لیں "کل شیء یرجع الی اصلہ" جس راستے سے زوال لیے پیدا ہوئے کمال حاصل کر کے عروج کے باعث اسی راستے واپسی سے اپنے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے قریب ہو جائیں یہی جو ان کا اصل ہے اسی سے وہ علیین اور اولیاء ہوں گے، خدا کے دوست اور جنت نعیم کے وارث ہوں گے دنیائے کھیتی سے کشت عمل کے ذریعہ ستعماریت سے چھوٹ کر ابدیت کے اقرار میں قرار پاتے ہوئے عرش بریں کے نیچے کے مقام علیین کے حامل زیر سایہ عرش بریں کا مقام پائیں۔

Marfat.com

دین حقہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ ہادی برحق آقائے دو جہاں خیر البشر سید الحشر سرورِ کائنات رحمت بردو عالم ﷺ میں جو خوبیاں ہیں، ان کو سمجھنے اور پانے کی کسی اور کی شان نہیں ان وصفی خوبیاں اور توصیفی مراتب سوائے اس کے خالق جو خالق و فاطر ہے کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔ اس عالم آب وگل میں ان کی کچھ خوبیاں مظہر نے مظہر میں ظاہر فرمائیں جن کی وجہ سے وہ منفرد ارفع و اعلیٰ ہوئے عالم برزخ میں بھی ان کے اوصاف صاحب عالم لوگوں پر کھلیں گے، پھر میدان حشر میں ان کی شخصیت کو عیاں اور واضح دیکھنے کا موقع ملے گا جہاں پر وہ دامن شفاعت سے گنہگاران امت کو بخشواتے نظر آئیں یہی نہیں حوضِ کوثر کی سیرابی کے ساتھ ساتھ جنت میں ارفع مقام اپنے ساتھ دلائیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عالموار ہر عالم میں اپنا منفرد مقام اور منصب پیش وظاہر کرنے کے قابل ہیں سب خوبیاں اور تمام تر کمالات تو پھر وہی دیکھ سکتا ہے، جو اپنی نیکی اور اچھائی کے ساتھ ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ ساتھ رہنے کے کمال کو حاصل کرنا کمال ہی نجات و بخشش کا ئل بھی اس بندے ''محمد رسول اللہ ﷺ'' عبداللہ کو سمجھنا ہی خوذ کا جاننا اور خدا کا پہچاننا ہے۔

اس سمندر میں بھی میں سے ہر کسی نے غوطہ زنی کی درمعرفت صرف انہی لوگوں کو ملا جن پر خدا کا فضل وکرم وارد وصادر اور قربان تھا اور نہ سوجھ بوجھ کی قوت پیدا کی ہے جو نابلد تھے بتوں میں اتنے گم ہوئے کہ واپس ہوش وساخت اور

Marfat.com

ہت و بود میں نہ آ سکے وجود کھو گئے مگر جس کے لیے کھونا چاہتے تھے، وہ گوہر مقصود انہیں میسر نہ ہو سکا اکتسابی عمل اور کوشش بیکار رہ گئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سبھی کو سبھی مقام مل جائیں ایسا انبیاء میں بھی نہیں ہے، ہر نبی نہج اور ضرورت وقت کی توصیف کے باعث علم سے علیم تھا کوئی صفی اللہ کوئی روح اللہ، کوئی کلیم اللہ، کوئی خلیل اللہ، کوئی ذبیح اللہ جبکہ ایک واحد الاحد حبیب اللہ ہو کر رسول اللہ ﷺ بھی رہے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ شعر بھی ان کی تعریف میں جامعیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا تعلق صرف اسی دنیا میں توصیفی خوبیوں سے ہے، باقی عالمین وعوالم کی خوبیاں اس سے اجاگر نہیں ہوتیں۔ باری تعالیٰ نے خود بھی عالم کن کی تکوینی ضروریات کے تحت نظام کی غرض وضرورت کی وجہ سے فرمایا۔ "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" "نہیں دیا گیا آپ کو علم مگر تھوڑا سا" بہت سے علم سے تھوڑا سا گویا وہ سب کے لیے نہ تھا تھوڑا، سا تھوڑے لوگوں کو ہی نصیب ہو سکتا ہے حقیقی شان اور قابلیت کے سمندر سے قطرہ ملے یہ شان کریمی نہیں مگر حکمت حکیمی ضرور ہے، محبوب کے اوپر سے وارتے وقت طلبگاران معرفت میں سے جس نے ایک جھلک دیکھ لی اس کی معرفت اور دانست سے وہ لوگ قطب و ابدال اور غوث کا مرتبہ و منصب پا گئے، اس صدقہ محمدی ﷺ کو جن لوگوں نے جس قدر لوٹا یا ان کے حصہ میں انہیں جو بھی ملا وہ اسی سے سرمست الست ہو کر قرب حق حبیبیت سے محبوب ہو گئے۔

کم ظرف کے ہاتھوں پہنچی ہوئی دولت اس کا اپنا دامن بھرنے کے باوجود

Marfat.com

فائدہ مند نہیں رہتی وہ نہ خود اس سے مستفید ہو سکتا ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے قابل ہوتا کیونکہ وہ حقیقت اور رمز آشنا نہیں ہوتا وہ غلط اور دھوکہ میں آ جاتا ہے اپنے ناقص علم کی وجہ سے بے تدبر بنا اصل کا انکار کر بیٹھتا ہے رائی برابر ایمان پر جنت کے حصول سے دست بردار سوئے جہنم روانہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت کا اصول ہے کہ وہ کسی کو اس کی قوت و استعداد سے زائد امتحان میں نہیں ڈالتا گویا حواس و ہمت کو یکجا کر کے حقائق کا مطالعہ ہو سکتا ہے خدا جو سمجھانا چاہتا ہے اس کا فہم و ادراک انسان کی عقل سوچ سے بالا نہیں ہے، اللہ خود ہی عسرت میں یسرت مشکل میں آسانی پیدا فرماتا ہے۔

انسان دنیا کی آلائش و زیبائش کی وجہ سے عیش و عشرت اور آرام و سکون کی زندگی گزارنے، بھول بھلیوں میں پڑ کر اصل مقصد زندگی کو بھول گیا ہے۔ اسے یہ یاد ہی نہیں کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا مرنے کے بعد اسے قبر میں بھی جانا ہو گا۔ اس کے لیے اسے کس توشۂ آخرت کی ضرورت ہے، سوچ کی اس الجھن کی دلدل سے اسے نکالنے کے لیے کوئی آواز دینے والا نہیں ہے، زندگی برباد ہو رہی ہے یہی وقت عمل و کردار ہے مرنے کے بعد اعمال کا عمل ختم ہو جائے گا پھر سزا میں پچھتاوا رہے گا، اور جزا میں کم اعمال و نیکیوں کا رونا ہو گا چنانچہ اسے جو کچھ کرنا ہے یہ اب ہی کرنا ہے موت سے پہلے صالح اعمال کا حصول کرنا ہو گا بعد کی دنیا باز پرس کی دنیا میں سوالوں کے جواب دینے کو اعمال صالح کی ضرورت ہے، گو زندگی حیات موت سے قبل اس لیے درسگاہ ہی نہیں اعمال وقت ہے روزگار و معاش کے ساتھ ساتھ اس کو وہ بھی سیکھنا ہے جس کا مرنے کے بعد جواب دینا مطلوب ہے طالب علم سال بھر کورس اور سلیبس کے مطابق تعلیم حاصل کرتا رہتا ہے پڑھتا رہتا ہے، سال کے اختتام پر اس سے اس کو دیئے گئے اسباق سے سوالوں کے جواب مطلوب ہوتے ہیں جو بہتر اور درست جواب دے سکا کامیاب و کامران ہوا جس

Marfat.com

نے وقت کھوٹا کیا محنت نہ کی ٹائم ضائع کیا وہ جواب نہ دے سکا پہلے کو ترقی و عروج انعام میں ملا دوسرے کو امتحان میں فیل ہونے کی صورت میں سزا اور لعنت میسر آئی پھر سے ذلت کی وجہ سے پرانی کلاس میں رہنا پڑا۔

ایسے ہی خداوند کریم نے اس امتحانی دنیا میں انسان کو اتار کر ایک کورس اور سلیبس لائحہ عمل حیات دیا۔ اس کی مزید تعلیم و تربیت کے لیے فطرت کے ساتھ ساتھ تدریب کے لیے کو انبیاء کرام کو بھی مبعوث فرمایا یعنی سلیبس اور کورس کے ساتھ پڑھا سمجھانے کو اساتذہ بھی نبیوں اور رسولوں کی شکل میں مبعوث فرمائے تاکہ وہ اچھی تعلیم صراط مستقیم کی اچھی نہج اور راہ پر چل سکے۔ اب اسے بسر ضروریات زندگی کی احتیاج میں بے کس بیچارہ بھی نہ چھوڑا ہر آسائش اور ضرورت مہیا کی گئی، وہ زندگی گزارتا رہا ایک دن اسے اس دارفانی دنیا سے موت کی وجہ سے منتقل ہو کر اگلے جہان جانا ہے اس کو کونسا مقام و منصب ملے گا وہ اجر ہوگا انعام یا سزا کی صورت میں اس کی محنت اس کے اعمال ہوں گے، وقت مال دولت اولاد روپیہ پیسہ سب دھرے کا دھرہ رہ جائے گا مرنے سے اس کے کورس اور سلیبس پر چلنے کا وقت اس کا سال ختم ہو گیا۔ اب اگلی کلاس جماعت اور وقت کے لیے دوسرا لائحہ عمل ہوگا کامیابی اور خوشخبری کی صورت میں جنت الفردوس عطا ہوگی اور ناکامی اور کمی کے باعث جہنم کی سزا دوزخ ملے گی۔

سارے کے سارے نبی اور پیغمبروں نے وہی سبق پڑھائے جو مرنے کے بعد جواب میں استعمال سے فائدہ دے کر انسان کو خدائی قربت جنت دلانے میں احتیاج رکھتے تھے۔ اب یہ کام محمد ﷺ کے آخری نبی خاتم النبیین ہونے کے باعث ولیوں کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ انہیں بتایا گیا کہ وہ بتائیں قبر میں منکرین سوال کریں "من دینک من ربک" انہی سوالوں کے درست جواب پر انسان کی اگلی زندگی کا دارومدار ہے اگر درست ہوں گے تو راحت ملے گی اگر غلط جواب

Marfat.com

دیئے گئے تو زندگی بھر کی ساری محنت ضائع کی ہوئی عبادت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا ٹھکانہ جنت کی بجائے جہنم ہوگا۔

جذباتی کیفیت چھوڑ کر بالکل ٹھنڈے دل کے ساتھ کوئی اپنے دل سے پوچھے کہ اپنے دین اسلام کے بارے میں کس قدر واقفیت رکھتا ہے۔ اس کی دانست میں کیا ہے اور دین کسے کہتے ہیں جس پر چل کر اسے خود کا ملا سلیبس اور کورس پورا کرنا تعلیمی سال کی تکمیل پر موت کے وقت اس سے کون سے سوال ہوں گے جن کا جواب دینے سے کامیابی کی صورت میں ابدی زندگی جنت یا ناکامی میں فیل ہونے کی صورت میں سزا وذلت پر جہنمی ہونا پڑے گا۔

یہ دین کیا ہے اس کے بارے لوگوں میں عوام الناس میں مختلف آرا اور خیالات پائے جاتے ہیں، جن میں کچھ کا خیال ہے کہ فطرت انسانی کے عین مطابق ضابطہ حیات وبندگی کا نام دین ہے۔

اس خیال میں دو چیزیں باتیں ظاہر ہوئیں پہلے نمبر پر حیات اور دوسرے نمبر پر بندگی یعنی حضرت انسان کے زندہ رہنے اور عبادت کرنے کے اصول انسانی فطرت کے مطابق ڈھلے ہوؤں پر زندگی گزارے اور خدا کی عبادت بھی کرے۔ یہ بات یادرہے کہ دین اسلام کا دوسرا نام دین فطرت ہی ہے۔ دور رسالت اور صحابہ کے ادوار کے بعد آئمہ کرام نے جو فقہی مسائل بیان فرمائے وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انہی دونوں حیات وبندگی کے بارے بیان کیے تاکہ انسان کو معلوم رہے کہ پیدا ہونے کے بعد موت تک اسے کیسے انداز سے زندگی گزارنا ہے یعنی معاشرت کیسی ہو ایک دوسرے پر حقوق فرائض کیا ہیں ان کو کیسے ادا کرنا ہے باہمی رسم ورواج اور سلوک موافقت ہمدردی اور صلہ رحمی کیسی ہونا چاہیے سفر وحضر میں زندگی کیسے گزارے، اسے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کے علاوہ ہر ہر قسم کے کرداری عمل کے وقت کے مطابق بتایا گیا کہ اس کو کس ڈگر سے چلنا ہے

Marfat.com

حقوق العباد کیا ہے کیسے ادا کرنے میں سعادت ہے، کس قدر ضروری ہے حقوق اللہ کیا بحثیت انسان اس پر فرض اللہ کا حق کیسے ادا کرتا ہے ارباب اختیار ہونے کی صورت اس پر کیا کیا فرض ہے کہ محکوم کے حقوق ادا ہوں کوئی عمل تشنہ تفصیل و تفسیر نہیں رہا جس پر انسان کو ہدایت میسر نہ آئی ہو نماز روزہ حج زکوٰۃ کس کس انداز و طریق ادا ہوتے ہیں سکھلایا اور سمجھایا گیا محبوب رب کریم ﷺ فرماتے رہے شعار دین مجھ سے سیکھ لو، ان کی ادائیگی میری پیروی کرو حج کر کے روزے رکھ کر اور نمازیں پڑھ کر ان کی ادائیگی شعار و طریق سکھلائے مقدار وزن کا تعین کیا گیا زکوٰۃ فطرانہ، رکوع و سجود و قیام و تشہد غرض کوئی چیز تشنہ لب نہ رہی فہماہش میں فہم کو تفہیم میں ہر چیز سمجھائی "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" (آل عمران:19) اللہ کے نزدیک اسلام ایک دین ہے گویا فقہی مسائل کا نام دین ہے جو شارح عظیم محبوب ﷺ خدا سے شرح پا کر یہ تبع تابعین اور اولیاء علماء کے ذریعے ہمیں ملا۔ زمانہ اور حالات اطوار کی تبدیلی کے باعث آئمہ و علماء کا اجتہاد پیش آنے والے مسائل کا حل دیتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت جگہ جگہ جس دین کی تکرار فرما رہا ہے وہ کیا ہے اس دین کا مطلب کیا ہے کچھ لوگوں کے نزدیک خیال واثق ہے، اسلام ہمارا دین ہے انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ اسلام لانا مسلمان ہونا دین کا پہلا حصہ ہے۔

اوامر و نواہی کے عین مطابق فرائض و سنن کی ادائیگی کو دین کا نام دیا جاتا ہے گویا ان لوگوں کے خیالات کے مطابق اعمال صالحہ کا نام دین ہے امر و نواہی کی تکمیل کو ہی اعمال صالحہ کہا جاتا ہے تو اس ایسے عمل کو دین کہنا کہاں تک درست ہے۔ قرآن کو دین نہیں کہہ سکتے حالانکہ یہی رموز و آموز دین ہے۔ اس کا مقام الگ اور حکم واثر جدا ہے۔

احادیث رسول بھی دین نہیں کہلاتیں وہ قرآن کی شارع اور تشریح ہیں۔

Marfat.com

تشریح و تفصیل مقصد کو سمجھانے کی غرض سے ہوتا نہ کہ اصل مقصد قرآن و حدیث کی روشنی میں نظام اسلام کو برقرار رکھنے کے لیے جو اصول و قوانین وضع ہوئے تدوین کے ذریعے مدون ہوئے وہ فقہ کہلاتے ہیں دین نہیں کہلاتے۔ گویا یہ بھی دین نہیں ہے۔

قرآن حدیث اور فقہ کے مجموعے کا نام اگر دین رکھ لیا جائے تو یہ بھی ایک مفروضہ ہوگا، مفروضہ کو بجائے اصل اہمیت تو دے سکتے ہیں مگر اسے حقیقی تسلیم کرنا عقل سے بعید ہوتا ہے۔ اب دین کیا ہے معلوم ہو جانے کے بعد اس پر چلنے سے نجات ہوگی اس کو سمجھنے کے لیے تخلیقِ کائنات کو سمجھنا ہوگا۔ اس کی غرض و غایت اہمیت فوائد سمجھ آئے بغیر دین کی سمجھ نہیں آئے سبب و وجہ کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

کائنات کی تخلیق

اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ النحل آیت 40)

خدا خود فرماتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو بنانے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے ''کن'' ہو جا پس وہ ''فیکون'' ہو جاتی ہے یعنی بن جاتی، اس میں خالق باری تعالیٰ کو پہلے اپنی قدرت، طاقت اور قابلیت کا علم ہوا کہ وہ کیا کر سکتا ہے اس کو معلوم ہوا پھر اس کو اس کے کرنے میں جمیع کرداروں ذرائع اشیاء کی حصولی و موجود کا احساس ویقین ہوا گویا وہ مسبب الاسباب اس اسباب کی دنیا کے سب اسباب پیدا کرنے کے لیے وہ خالق و فالق و فاطر تھا اور ہے ''سوی'' کر لینے کے بعد اسے قائم رکھنے کے لیے وہ قیوم ہے اسے معلوم ہوا پھر ارادہ بنا گویا کن کہنے سے پہلے علم و توصیف اور طاقت محسوس میں آئی، پھر ارادہ کیا نیت کا فیصلہ کیا، کر لینے کے لیے ہر طرح کے ذرائع پر قدرت رکھنے کا احساس ہوا پھر کن کہا اور حکم خدا سے وہ سب کچھ فیکون ہوا جس کا خالق باری ارادہ رکھتے تھے۔ ساری کائنات بن گئی جس کے تین عالم ہیں اور انہی تین عوالم سے کائنات کا وجود موجود ہوا وہ یہ ہیں۔

(1) عالم شہادت۔ (2) عالم برزخ۔ (3) عالم امر۔

(1) عالم شہادت

عالم شہادت کی مخلوق میں چھ چیزیں پائی جاتی ہیں، جن کے دیکھنے سے اس کی عالم شہادت میں موجودگی کی تمیز آ جاتی ہے۔ صورت، شکل، رنگ، مادہ مہارت اور وزن چھ چیزیں انہی کو حالات جسم میں محسوس کرنے کے بعد کہا جا سکتا ہے، اس

Marfat.com

چیز کا تعلق عالم شہادت سے ہے۔

مثلاً چاند، سورج، ستارے، آسمان و زمین میدان صحرا، پہاڑ، انسان اور حیوان عالم شہادت کی عرش اولیٰ سے لے کر پاتال میں تحت الثریٰ تک ہے، اس حدود میں جتنی بھی مخلوقات ہیں زمین کے اوپر اس میں یا اس کے نیچے عرش کے اوپر یا عرش کے نیچے ہوا میں فضاء میں سبھی کا تعلق عالم شہادت سے ہے۔ ان ساری مخلوق میں کسی نہ کسی انداز میں ایک جسم کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی وجہ سے اس عالم شہادت کے بعد عالم اجسام کہا جاتا ہے۔

بغیر اسباب وعلل کے کسی بھی شئے کا ظہور ممکن نہیں گویا اسباب کی محتاج دنیا کو عالم اسباب کہیں گے۔ اس میں جسم دکھائی دیتا ہے محسوس کیا جاتا ہے محسوسات میں آ جانے والی چیز مشاہدہ دیکھنے دکھانے سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے عالم کیفیت کو عالم شہادت کہتے ہیں۔

(2) عالم برزخ

عالم برزخ میں صورت، شکل اور رنگت تو ہوتی ہے لیکن وزن مادہ اور مدت نہیں پائی جاتی۔ اس لیے صورت وشکل و رنگت ہونے کے باوجود خواب میں نظر آتے ہیں مگر کبھی آنکھ سے ان کا دیکھنا نہیں ہوتا گویا خیالی صورتیں صرف خواب میں دیکھی جاتی ہے یا تصوراتی ذہن میں خیال سے جنم لے کر وہیں پر عدم ہو جاتی ہیں قدم میں نہیں آسکتیں یعنی وجود میں موجود نہیں رہتیں۔

(3) عالم امر

عالم امر بھی کن فیکون سے ہی تخلیق ہوا۔ اس کی مخلوق کے جسم نہیں حادث مگر ہیں حقیقت سے ملحق ہیں جیسے نور اور روح روح امر ربی ہے اور نور جو ہر نور ربی۔ دونوں کا باہم ساتھ ہے مگر وہ ایک نہیں ہیں۔

Marfat.com

عالم شہادت عالم برزخ اور عالم امر ان ہی تین عوالم کا تمام کائنات ٹھہرا شنید اور کہاوت ہے کہ خالق باری نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے وہ سب بھی اگر موجود ہیں تو انہیں تین عالم کے زمرے میں موجود اس کی خالق حق کی یہ ساری مخلوق مظاہر حق کہلاتی ہے جو تعداد میں انگنت بے شمار، اسے قدرت جس تقدیر و عمل کے لیے پیدا فرمایا اسی مقصد کی برآری و تکمیل میں ہر آن مصروف و مشغول رہتی ہے۔

اپنے فرائض منصبی کو کسی وقت نہیں بھولتی اور نہ مقصد کو پورا کرنے سے کسی وقت کوتاہی، تساہل اور سستی سے کام لیتی ہے۔ فطرت میں فطرتی تقاضے پورے کرتی ہے سرکشی، بغاوت عداوت کسی میں نہ تھی طابع فرمان تھی وفادار تھی یوں قادر مطلق کا منشا پورا نہ ہوا تو اس نے چاہا کہ ایک ایسا مظہر پیدا کیا جائے جو مظہر اتم کامل اکمل ہو کر خالق حق سبحانہ تعالیٰ کو ظاہر کرنے والا ہو جس میں ہر صفات حق موجود ہو۔ اس ارادے کا ذکر قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت نمبر 30 کلام باری سے یوں ملتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین پر خلیفہ بنانے لگا ہوں تو انہوں نے کہا

آپ ایسا (خلیفہ) بنا کر زمین پر فساد اور خون ریزی چاہتے ہیں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اللہ کے اس جواب کا یہ مطلب تھا کہ جو تم کہہ رہے وہ سچ ہے مگر میں یہ کام اس لیے کروں گا۔ اس قبیح برائی فساد و خون ریزی سے زیادہ اچھے کام کریں گے میرے بندے گمراہ نہ ہوں گے جیسا کہ بعد سجدہ ریزی کے شیطان ابلیس سے تخاطب میں ذات الٰہی نے ایسا ہی جواب دیا کہ تو گمراہ کر سکے گا مگر میرے بندے

Marfat.com

گمراہ نہیں ہوں سکیں گویا جو گمراہ نہ ہوں گے، وہ اس کے بندے ہوں گے اور جو گمراہ ہو جائیں گے وہ اس کے بندے ہونے کے باعث بھی اس خدا کے بندے نہ رہیں گے کیونکہ وہ بندگی اطاعت اور فرمانبرداری گویا صراط مستقیم چھوڑ معبود سے اپنا عبدی رشتہ ناطہ توڑ چکے ہوں گے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کے غلط رویے اور سلوک کے باعث کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ تو میرا نہیں قرآن سے نوح کو ہدایت ملتی ہے تیرا اصلی بیٹا تیری اولاد نہیں، ان کے بارے میں سفارش و دعا مت کرو جبکہ کردار و اعمال صالح کاموں کی وجہ سے غیر بھی اپنے ہی نہیں خاندان اور فیملی میں گن لیے جاتے ہیں۔ ان کے اصلی رشتہ کی بجائے معنوی رشتہ گنا جاتا ہے ابو لہب و ابو جہل سگے چچاؤں کو خاندان سے الگ گنا اور سلمان فارسی، ابوذر غفاری، صہیب رومی اور کئی دیگر خاندان سے باہر کے لوگوں کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے خاندان کا حصہ شمار کیا، زید کو اپنا بیٹا کہہ سنایا۔

خدا نے تو رحمت و کرم میں حد کر دی بندے سے پوچھا کہ بندے تو نے خود کھانا کھایا اور میں تیرے پاس بھوکا سویا تو نے مجھے کھلانا نہ چاہا بندہ عرض کرنے لگا باری تعالٰی کھانا پینا سونا تیری عادت و فطرت نہیں۔ اللہ نے فرمایا تو نے خود کھانا سیر ہو کر کھایا بلکہ باقی بچے کچھے کو باہر پھینک دیا تیرے بازو میں تیرا ہمسایہ بھوکا سویا گویا میں بھوکا سویا۔ ایسے ہی تیمارداری جہاں سنت رسول ﷺ ٹھہری وہاں وہ رشتہ عبدیت کی رو سے عبد و معبود کا جو تعلق استوار ہے، اللہ اس کے ناطے کہتا ہے (بندہ) بیمار تھا تو تے (اس بندے کی) میری خبر گیری نہ کی بیمار پرسی اور تیمارداری سے گریز کیا دور رہا کیوں اس خدا نے اپنی ربوبیت کے اعتبار میں خود کی بے وجود ذات کو مجسوم سمجھ کر اپنے بندے کی ذات کو خود کی ذات مانتے جانتے ہوئے بندہ کو بطور خود سے تسلیم کیا، یہ بات تو عام لوگوں کے زمرے میں آتی ہے جبکہ اس کے محبوب پارسا نیک لوگ تو قریب میں اور بھی زیادہ قریب ہوتے، قربت کی یہ منزل

Marfat.com

صراط مستقیم پر چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ منزل پر پہنچنے والوں کے رب کریم ہاتھ، کان، زبان تک بن جانے کا اقرار کرتا ہے۔

دین حقہ میں اسلامی روح کی بہتر دید فہید کے لیے ہمیں آدم کی تخلیق کے وجوہات اور اسباب پر غور کر کے یہ جاننا ہے کہ اس کے حقوق اور اس کے فرائض مابین خالق باری تعالیٰ کیا ہیں۔ یہ بات بتاتا چلوں کہ تخلیق اور چیز ہے اور پیدائش اور چیز ہے تخلیق کا کام عالم کن کی کڑی عالم ارواح سے متعلق ہے، اور پیدائش و ولادت کا اس عالم آب وگل دنیا کی کیفیات سے متعلق ہے۔ یہاں عالم بالا عالم امر کی بات بھی موجود ہے مگر وہ ان سے کام نہ لے۔

پچھلی ساری مخلوق کی خوبیوں کو یکجا جمع کر کے اللہ رب العزت نے انسان میں ودیت کیں بلکہ باقی پہلے کی مخلوق میں معلوم خوبیوں کے ساتھ اور بھی زیادہ خوبیاں ودیعت کیں بڑی بات یہ ہے کہ اس میں صرف خیر یا صرف شر ہی نہیں رکھا خیر اور شر دونوں کو انسان میں ودیعت کر دیا۔ یہ صرف نوری نہ رہا اور نہ ہی صرف شر سے متعلق تعلق میں دونوں کا اس میں باضمیر ہونا ہی انسان کا امتحان ٹھہرا کہ وہ شریر ہونے کے باوجود خیر و نیک رہے اور خیر ہونے پر مخیر رہے جبکہ اس میں شر شریر پن اور شرارت بدرجہ اتم موجود ہے۔

چنانچہ ساری خوبیاں انسان میں ودیعت کر کے تخلیق میں ایک اور مخلوق کا اضافہ کیا پھر دیگر سب مخلوق پر اسے فوقیت اور منفردیت دینے کو مسجود ملائکہ بنایا اسے اپنا خلیفہ بنا کر ارضی و سماوی سبھی چیزوں کو اس کے لیے مسخر کر دیا یعنی وہ اپنی صوابدید نیکی و پارسائی کی وجہ سے ان پر تصرف رکھ سکتا ہے گویا اس کی خادمیت میں دے دیا کائنات کی سبھی مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک انسان جسے نفس (ان فوسہا) سے تعبیر کیا گیا دوسری ساری کائناتی مخلوق اللہ تعالیٰ کے ملائکہ سے یہ کہنا کہ تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں اللہ جو بہتری جاننے والا عظیم علیم حکیم

Marfat.com

ہے۔ اس حقیقی حالت کو ملائکہ جاننے سے قاصر مجبور اور محدود تھے۔ انہوں نے آدم کی ظاہری کیفیت کو دیکھا جو ظاہری اوصاف ان پر واضح ہوئے چنانچہ اسے فتنہ و فساد اور خون ریزی میں دیکھا ملائکہ کا یہ علم بھی ذاتی نہ تھا قدرتی تھا مگر عطا میں ضرورت اور غرض کی حد تک تھا۔ جب تک خدا کی عطا نہ ہو اس معطی کے بغیر عطا کا ہونا ملنا مشکل ہے۔ یہاں تک کہ خود انسان اپنے اندر خفتہ خوبی کو جاننے سے قاصر و معذور ہے وجہ پیدائش میں جو چیزیں مقصد و غرض تھیں ان کی یابی اور یافت کے لیے خیر و شر کو اس میں ودیعت کیا گیا خیر علم بڑھائی دانست اور بزرگی ہے جبکہ شر برائی ذلت جہالت اور صغری رذیل پن ہے، اس میں فقر و احتیاج صبر و بیقراری داخل ہونے کی وجہ سے ان کی تکمیل و حصول میں انسان لگا رہتا ہے، جو چیزیں اس کی پہنچ اور دسترس سے دور باہر ہوتی ہیں جب وہ ان کو پانے حصول کرنے سے مایوس و ناامید ہوتا ہے تو ہر نفع و ضرر پہنچانے والی چیز سے اعانت مدد طلب کرنا شروع کر دیتا ہے یہ اس کی عجلت اور جہالت ہے وہ اپنے اصل خالق مالک رب اور مستعان حقیقی کو بھول کر انہی مضر و مفید چیزوں کو اپنا معاون و مددگار سمجھ لیتا ہے، منتیں اور مرادیں مان کر چڑھاوے چڑھانے لگتا ہے انہیں حاجت روا جان سمجھ کر ان کے سامنے ہی سجدہ ریز ہونا اس کی عبادت بنی جبکہ اس کا وجود حیثیت خود کی ذات میں زیادہ عظیم و بزرگ اور بڑا ہے۔ اس سے بڑا کون ہے اس کا خدا جو رب ہے بلا تحقیق صغیر و کبیر نیک و بد صاحب دین حقہ اور بے دین سبھی کو ترسیل رزق میں مرزوق بہترین رازق و رب ہے، پالنے والا ہے انسان کو اسی کے آگے جھکنا سجدہ ریز ہونا چاہیے کیونکہ وہی پوجے جانے عبادت کے لائق الٰہ ہے۔

اسے یہ غور کرنا چاہیے کہ دیگر تمام مخلوق سے اس کا کیا تعلق و رشتہ ہے، ان سے اس کا باہم کیسا ربط ہے کوئی کس کے لیے پیدا کیا گیا ملکیت ہمکان نفس نہیں

Marfat.com

تصرف میں آنے والی چیز خادم ہے آقا نہیں ان کے وجود کے رہنے یا ملنے سے کیا فوائد اور نقصان ہیں جان کر ان کے مقام کا تعین کرنا ہوگا۔ گویا تمیز اور پہچان سے کام لینا ہوگا۔

اس کائنات کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں صرف اور صرف انسان باقی رہ جائے تو اس صورت میں اس انسان کا زندہ رہنا کتنا ممکن ہے مشکل ہے بلکہ وہ ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا یہ ساری چیزیں اس کی ضرورت ہے جبکہ اگر انسان دنیا سے ختم ہو جائے تو اس کے فنا ہو جانے سے کائنات کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا، وہ جیسے اس کی تخلیق سے پہلے قائم و دائم تھی ویسے ہی رہے گی، ہر چیز اپنے معمول کے مطابق اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے میں لگی باقی رہے گی۔ انسان کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے علاوہ باقی ساری کائنات کو انسان کی بقاء کے لیے اس کی حیاتی و روحانی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیدا کیا۔ "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" وہی ہے جس نے زمین میں سبھی چیزوں کو تمہارے لیے پیدا فرمایا۔ گویا پیدائش انسان کا مقصد ان چیزوں سے خدمت لینا ان پر تصرف استعمال رکھنا ہے ان چیزوں کا مشکور و ممنون ہونے کی بجائے اصل خالق حق کے شکرانے کے لیے سجدہ ریزی انسان پر فرض اور ذات الٰہی اللہ کا حق ہے مگر انسان اس اصل مقصد کو فراموش کر کے اتنا گرا کہ وہ احسن تقویم سے اسفلاء سافلین بالٰی و اعلیٰ مقام سے گر کر ذلیل و رذیل نشیب اختیار کی اور خود سے ہی کمتر کو خدا و رب حقیقی سے بڑا و اعلیٰ سمجھ کر خالق کی بجائے مخلوق کے آگے جھکنے لگا، اور اپنے اور بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے خدا پر توکل کرنے کے بغیر درندوں اور بھیڑیوں کی طرح سے دوسروں کا خون چوس رہا ہے جائز و ناجائز ہر انداز اور طریق اپنائے، ہے وہ اپنے وجود کے حقیقی مقصد سے دور ہو چکا ہے۔ راہ راست کا راہی نہیں رہا یوں انسان اور کتے میں

Marfat.com

کیا فرق ہے جو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے صبح و شام گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا رہتا ہے۔ اس کی مادہ بیوی اور بچے ہوتے ہیں وہ بھی صحت و بیماری سے دوچار ہوا رہتا ہے، اور اپنے ہم جنس ساتھیوں پر غراتا ہے۔ ان پر جھپٹتا ہے ان سے ان کے کھانے کی ہڈی منہ سے چھین لیتا ہے، انسان دوسروں سے خود غرضی کی بنا پر ایسا ہی کرے تو اس میں اور کتے میں کیا فرق رہ جائے گا۔ ایسی صورت میں انسان انسان ہونے کے باوجود حیوان بنا انسان نہیں رہتا۔

ایک فرق واضح اور ظاہر ہے جو ہم انسانوں اور کتوں میں بیّن واضح ہے کتا اپنے مالک کا وفادار رہتا ہے پاسبانی اور چوکیداری خطرے کے وقت اپنی جان تک اپنے مالک کے لیے قربان کر دیتا ہے، اس سے ایک لقمہ نوالہ کھا کر اس کے صلے میں اپنی جان قربان کر دینے کو اپنا فرض سمجھتا ہے، اور ہم انسان شروع ازل سے ابد تک کی خالق کائنات کی تمام نعمتوں اور احسانوں کو بھول کر اس سے وفاداری اختیار نہیں کرتے۔ ربوبیت کے باعث اس کا حق معبودیت خود کی عبدیت و بندگی سے ادا نہیں کرتے خود بتائیں ہم اچھے رہے یا کتے اچھے رہے، جو فقط ایک وقت کے کھانے میں صرف ایک نوالہ کھا لینے سے جان نثاری و قربانی کے لیے تیار ہو گئے، ہم پوری حیات بلکہ قبل از حیات اور بعد الممات ہر عالم کے پروردگار پالنہار کا احسان نہیں مانتے اس کے آگے سر جھکانے سے گریز کرتے ہیں گویا ہم وفادار ہی نہیں رہے بلکہ احسان فراموشی میں خود غرض ہیں گویا اس صورت میں ہم جانوروں سے بھی ابتر اور برے ہو گئے ہیں۔ وفاداری میں انسان سے حیوان جیتے نظر آتے ہیں۔

خالق اکبر واحد لاحد رب باری تعالیٰ کا فرمان ہے "اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا" تمہارے حساب و گمان میں ہم نے کیا تمہیں بیکار پیدا کیا ہے۔ نہیں بلکہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ

Marfat.com

وہ عبادت کریں اس مقصد کو وہ کیسے اور کس طرح پورا کریں اللہ نے بندے کو گمراہ نہ رکھا اس کی ہدایت کے لیے انہی جیسے بندوں سے انہی کی زبان میں ہدایت کے لیے نبی اور رسول بھیجے کہ وہ ان کے بتائے ہوئے سمجھائے ہوئے اصولوں پر چل کر خدا کے حق عبادت کو اپنے اوپر فرض کی روشنی میں ادا کر سکیں۔

Marfat.com

نبوت اور رسالت

اللہ رب العزت نے تخلق آدم کے بعد بنی آدم کی دنیا میں حیات اور بودو باش اور مقصد حیات کی جانکاری کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا، ہر قوم اور ہر خطرٔ زمین پر پیغمبروں کو بھیجا۔ ہر نبی نے اپنی قوم اور امت کو ہدایت دینے کے لیے ان کی اپنی زبان میں انہیں تعلیم دینے کی کوشش کی اصل ذات حق کا تصور دے کر بتایا سمجھایا کہ جس کو تم نفع ونقصان پہنچانے والا رزق دینے والا حاجت پوری کرنے والا معاون و مددگار سمجھتے ہو یہ ہاتھوں کے بنے ہوئے بت صنم یا خدائی کا دعوٰی کرنے حق فراموش ناخدا اور خدا عبادت کے لائق نہیں، عبادت صرف اور صرف اللہ کی ہے جس کے قبضہ قدرت میں سبھی کچھ ہے علی کل شیء قدیر ہے اللہ آپ کی سبھی ضرورت کو پوری کرتا ہے وہی حاجت روا ہے اس لیے وہی سجدہ کے لائق اور قابل عبادت ہے سبھی نبیوں نے یہی پیغام دیا کہ "یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" (سورہ ہود: آیت 84) اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی اس کے سوا کوئی الٰہ اللہ نہیں ہر ضرورت کے پوری کرنے کے اختیار کی وجہ سے صرف اور صرف حق سبحانہٗ تعالیٰ ہی عبادت وسجدہ کے لائق ہے، قدرت نے اپنے انبیاء کے ذریعے طفیل اور واسطے سے انسان کو اس کے اپنے بنائے دین بت پرستی سے نجات دلا کر دین حق اور سچ سے روشناس کرایا، جس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو ظاہر کیا گیا مگر صرف ظہور الوہیت اور الٰہیت کو دین اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بارے میں پیغام اور پیغمبر کو بھی سمجھنا ضروری

Marfat.com

ہے پھر پتا چلے کہ اللہ اور خدا میں کیا فرق ہے اللہ رب ہے اور خدا خدا ہے اللہ اللہ ہے جس کا ترجمہ خدا نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ رب العزت ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ" (سورہ انبیاء: آیت 25) اے محبوب محمد آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کو وحی نہ کی گئی ہو کہ میرے (اللہ کے) سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں پس میری ہی بندگی کرو سابقہ انبیاء کرام کے لیے کلمہ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ آدم صفی اللہ، لا الٰہ الا اللہ نوح نبی اللہ، لا الٰہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ، لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ، لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ، کے جیسے انبیاء کے کلمے رہے ان سب میں الوہیت اور الٰہیت کا واضح نشان اور انبیاء کی جزوی تعارفی صفت کا اظہار رہا لیکن محمد ﷺ کے مقام کو ان کی جزوی کسی تعریف کے تحت مخاطب نہ کرنا کلی صفت شان رسالت کو بیان کرنا خدائے احد کو مقصود تھا، اسی لیے لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا ذکر تسلیم صمیم قلب سے مسلمان ہونے کی اول شرط خدا کے ہاں مانوس مقبول ہے، گویا خود کی الوہیت کے ظہور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر رسالت کو بھی ظاہر کر کے دین کو مکمل کرنا مقصود تھا۔ اس لیے اختتام نبوت کے لیے بغیر لاکھوں سال انسان کو مفہوم الٰہیت سمجھاتے رہنے کے بعد رسالت سے واقفیت دلانے اور اس کی حقیقت کو سمجھانے کی غرض طلب سے خاتم النبیین کو رحمت العالمین محمد ﷺ کو رسول بنا کر عالم کائنات میں جلوہ افروز کر دیا گیا کہ رسالت کے ظہور کے بعد نبوت کو ختم کیا جائے، اپنی بعثت کے بعد حضرت محمد ﷺ نے کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پیش کر کے بنی آدم انسانوں کو توحید کی دعوت دی اسی کلمہ طیبہ کو کلمہ توحید اور کلمہ دین بھی کہتے ہیں جس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ اس انداز سے کلام الٰہی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ ترجمہ کیا آپ نے نہیں دیکھا اللہ پاک کیسی مثال دیتے ہیں کہ کلمہ طیبہ ایک پاک طیب درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط (زمین ہے ثوابت سے ثابت) اور ڈالیاں شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں یہ اپنے رب کے حکم سے ہر آن پھل دیتا رہتا ہے گویا تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک اہمیت اور عظمت رکھنے والا یہ کلمہ زمین کی مادیت سے نکال کر آسمان کی نورانیت سے مشرف کر دینے والا ہے ''کلّ یوم ھو فی شان'' کلمے کی دونوں ذاتوں اللہ اور محمد رسول اللہ میں ایک اللہ ذات خود دوسرا محمدؐ اللہ کا مرسلہ رسول وقفہ دین اللہ ایک مُظہر کا دوسرا مَظہر کا جو اپنے ظواہر میں اپنے قیوم کی طرح ہمیشہ ہمہ وقت شاداب وثمر بار رہتا ہے گویا قائمیت کی وجہ سے اس میں استمرار ہے تکرار مکرر اور تعطل نہیں، کیونکہ اس کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور محمد ﷺ کی رسالت دو ذاتوں کو جمع فرما دیا، ان میں خفیف حجاب اصغر ہے جس باعث دونوں ذات میں الگ الگ ہو گئے اور ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ دو دریا ساتھ ساتھ بہہ رہے ہیں ایک دوسرے سے ملتے نہیں ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل ہے اس پردہ حجاب کو دور کر کے ان دونوں کے ملاپ کی نوعیت کو سمجھنا ہی توحید ہے گویا اللہ کو صرف الٰہ تسلیم کرنا اور ماننا ہی توحید نہیں ہے، جس کی دعوت سابقہ انبیاء دیتے رہے اور ان کی امتیں اسے مانتی بھی رہیں مگر واحدانیت توحید نہیں ہے واحدنیت اور احدیت میں فرق ہے۔

ہر وجودے از حکمے دارد
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

Marfat.com

دو دریا کا پانی باہم نہیں ملتا کیوں وہ الگ الگ رہتے ہیں، ان میں ساتھ نہ ملنے کی وجہ سے عذر کو جانے بغیر اہلیت اور حقیقت سمجھ نہیں آتی آیئے اس پر غور کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں کہیں احد ہے اور کہیں پر واحد بلکہ کہیں وحدت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، اس پر اور مثال کہ کہیں توحید کے لفظ کا استعمال بھی ملتا ہے ان سب الفاظ کے معنی ایک ہیں مگر مراتب و مدارج اور اہمیت کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک کا مفہوم جدا جدا ہے سب کا ایک ہی معنی مفہوم اور مطلب سمجھ لیں تو غلطی ہو جائے گی ان میں لطیف پردہ اور فرق ہے علمی فوقیت دکھانا مقصود ربی نہیں بلکہ اگر اس خدا نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں تو وہاں پر ان کے مطالب بھی مختلف رہیں گے واحدانیت الگ اور توحید الگ ہے سابقہ پیغمبروں کی امتیں واحدانیت سے مستفید تھیں مگر توحید سے محروم تھیں موسیٰ علیہ السلام کو یہ نعمت حاصل کرنے کی تمنا و خواہش تھی وہ فرمایا کرتے تھے کاش میں نبی ہونے کی بجائے محمد ﷺ کا امتی ہوتا، امتی تو سبھی افراد ہیں یعنی "زمان محمدیؐ میں پیدا ہوتا" عیسیٰ مسیح بھی کہا کرتے تھے۔ کیسا وہ مبارک وقت ہو گا جب محمدؐ رسول بن کر دنیا میں آئیں گے ان کی دعا تھی کہ وہ محمد ﷺ کے امتی ہوں دعا و التجاء بشرط حیات بشری خدا کے ہاں مقبول ہو چکی وہ زندہ اٹھائے گئے ہیں باقی ماندہ زندگی گزار کر پھر سے آسمان پر سے اتارے جائیں گے، اپنی نبوت کے تحت نہیں بلکہ شریعت محمدیؐ کے تحت تبلیغ میں اپنی باقی دنیاوی زندگی گزاریں گے فرماتے ہیں، جن لوگوں کی روحوں نے عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ان کو محمد ﷺ کے فیضان نظر سے دنیا میں نبوت ملی جب میں نے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے کہا میری روح سکون و سکینت سے بھر گئی میرے منہ سے نکلا کہ اے

Marfat.com

محمد ﷺ اللہ آپ کے ساتھ ہے کاش وہ اللہ مجھے آپ ﷺ کی جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے اگر مجھے یہ مرتبہ مل جائے تو میں ایک بڑا نبی اور خدا کی مقدس مخلوق میں یکتا ہو جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام کے قول سے بھی نبی مقدس محبوب خدا کی ذات مبارکہ کی شان اور عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ حق اور سچ ہے کہ سبھی انبیاء بھی آپ ﷺ کی ہی امت ہیں۔

باری تعالیٰ نے سابقہ توحیدی کلمہ کو تکمیل بخشا اور آخری حجتہ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمادیا کہ آج میں نے دین کو مکمل کر دیا۔ اللہ کے نزدیک دین دین اسلام ہے اور اپنی تمام نعمتیں تم پر نزول کے لیے نچھاور کرنے وارنے کو مکمل کر دیں۔ یہ ارشاد الٰہی بدولت رسالت محمدؐ امت محمدیہ کو عظیم نعمت انعام اور احسان الٰہی ہے کسی اور نبی اور رسول کو تکمیل دین کی خوشخبری قطعاً نہیں دی گئی یہ محبوب کا محبوب کو تحفہ اور گفٹ جو بیکران اہمیت سے مول میں انمول ہے چنانچہ توحید کی اصل نعمت کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے "لا الٰہ الا اللہ" کو سمجھیں جس کے سمجھنے کی اہمیت اور ضرورت خود خدا کے حکم و فرمان سے ہے کہ "فاعلم انه لا الٰہ الا اللہ" جب تک اس کی سمجھ نہیں آئے گی اس وقت تک کوئی مسلمان مومن کہلانے کا حق دار نہیں موحد ہونا تو بہت ہی دور کی بات ہے۔

کلمہ طیبہ دین کی مجمل اجمالی صورت ہے جسے سمندر کامل کو کوزے میں بند کیا ہوا اس بہت ہی اختصار کی وجہ سے اسے سمجھنا بندہ کے لیے بہت ہی مشکل ہے۔ دین کے اس بنیادی اور اولین رکن کو سمجھنے کے لیے بہت تفصیل تشریح اور تفسیر کی ضرورت ہے۔ اللہ نے اپنے اس خلیفہ کو بے ہدایت اور بے سہارا نہیں چھوڑا وہ ہمیشہ ہمہ وقت مستعان و مددگار پروردگار رہا اس نے اپنے بندے کی تفصیلی ہدایت کے لیے ہادی برحق محمد ﷺ کے سینہ پر قرآن نازل فرمایا گویا قرآن

Marfat.com

کے تیس پارے کلمہ طیبہ کی تفصیل کو کوشاں نظر آئے، مگر ان کے اجمال کو سمجھنے کے لیے ہمیں سنن محمد یہ احادیث کی ضرورت پھر بھی رہی، کیونکہ اجمال میں اجمال تھا اور کمال کا حصول بلا تفصیل معلومات کے بہت مشکل تھا چنانچہ قرآن مجید کے روپ میں کلام فرقان حمید کو سمجھنا بہت ضروری اور اہم ہے، سو اب قرآن فہمی کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید فرقان حمید

''لا الہ الا اللہ'' کے سری رموز کی تفصیل سمجھانے کے لیے قدرت نے بذریعہ وحی محمد ﷺ ہمیں قرآن ہدایت و درس کے لیے عطا فرمایا، جس کی تلاوت و تفہیم سے ہمیں الا کا اصلاً حق معلوم ہوتا ہے اور طریق و شعار سمجھ آتا ہے کہ کس انداز اور کس طور پر اس ذات حقیقی کا حق کما حقہ اور سچ کیفیت کے ساتھ ادا ہو سکے قاصد وحی کی امانت دیانت سے متاثر ہو کر وحی اور صاحب وحی کے ساتھ رسول کے مرسل اللہ کی ذات کریم کو جاننے پہچاننے کا موقعہ اسی خدا کے اپنے کلام کی روشنی میں ملتا ہے۔ یہ قرآن بار عظمت کے اعتبار سے اس قدر عظیم ہے کہ خود خدا ارشاد فرماتا ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ ترجمہ۔ اگر ہم اسے پہاڑ پر اتارتے تو وہ دب جاتا اور خدا کے ڈر سے پھٹ جاتا اس کی یہ ہیبت ضخیم و گران ہونے کے باعث نہیں بلکہ اس پر تدبر و فکر کی کمی کا ہونا یا سرے سے شعور و عقل کا نہ ہونا بیان ہے۔ پہاڑ میں بول، چال اور جواب دینے کا ملکہ نہیں ہے پھر وہ کسی کو امانت ہدایت کیسے پہنچا سکتا ہے۔

کوئی صاحب بیان جب تک کلمہ و فقرے بیان نہ کرے اس کو سکون نہیں ملتا قرار نہیں ملتا تحصیل شدہ وہ ہدایت جس کی تاکید آگے کسی کو نہ پہنچائی جائے تو اس کا قلق اور دکھ محسوس ہوگا۔ پہاڑ کو زبان عطا نہیں ہے وہ چل پھر کر مختلف جگہ پر جا کر پیغام رسانی نہیں کر سکتا۔ سو اگر اس پر یہ نازل ہو جاتا تو اس خوف سے کہ وہ امانت کو دیانت سے غرض مندوں کو نہ پہنچا سکتا تھا پڑی ہوئی ڈیوٹی منصب اور عہدہ پورا

Marfat.com

نہ کرنے کا خوف اسے ریزہ ریزہ کر دیتا الحمدللہ محمد ﷺ کے ساتھ اللہ کی معاونت استعانت تھی انہوں نے کما حقہ پیغام رسانی سے کام لیا لیکن پھر بھی وہ استغفار کرتے رہے اور فرماتے رہے، اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں مجھے اپنی کمیوں کا پورا احساس ہے تو غفور وغفار غفران ہے، عفو درگزر سے کام لے کر مجھے معاف فرمانا پہاڑ جو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا بول نہیں سکتا کیا تبلیغ کرتا ذمہ داری کے خوف سے ضرور پھٹ جاتا ٹوٹ جاتا ریزے ریزے ہو جاتا۔

اس خدائے حکیم نے قرآن حکیم کے ذریعے حکمت کے موتی اپنے بندوں پر نچھاور کیے جنہیں لوٹ پا کر حاصل کر کے الوہیت و رسالت کا علم سمجھنے کے قابل اور لائق ہوئے معاشی و اقتصادی اور سوشل علم کی جگہ توحید و رسالت کا علم لدنی کہلایا جس کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری و لازمی ہے۔ باری تعالیٰ خود اپنے کلام الٰہی قرآن میں فرماتا ہے "وعلمناہ من لدنا علما" جانو کہ علم لدنی کیا ہے ہم نے بندہ کو علم لدنی سکھایا کیونکہ اس کے بغیر صراط مستقیم کا حصول بہت مشکل تھا۔ یہ قرآن سینہ رسول پر اتارا گیا اور رسول ﷺ نے سوتۂ صدر سے اس کی سیرابی ہر طالب مسلمان تک کی جس سے وہ مومن بنے موحد ہوئے اس رتبے کو سمجھنے کے لیے حامل قرآن محمد ﷺ کے مراتب و مقام سے بھی واقف ہونا ضروری ہے تاکہ ذات حق کی طرف لاریب کلام کے پہنچانے میں ذات رسول بھی لاریب رہی یا نہیں معلوم ہو سکے خدا کے چاہنے کے مطابق رسالت سے رسول نے انصاف کیا اور توحید کو بیان کرنے میں عدل سے کام لیا کیونکہ ذات رسول حبیب اللہ ہے، وہ کیسے خدا کو محبوب ہوئی ہیں کیسے ان کے فرمودات و سنت اور نقش قدم پر چل کر ان کی طرح خدا کے بندوں میں شمار ہونا ہے، ہم زوال میں ہیں عروج و کمال تک کل شئی یرجع الی اللہ کیسے پہنچنا ہے، رہنما و رہبر ہادی ہدایت سے راستہ دے رہا ہے یہاں پر اس پیغام پر رسول اور ہادی کی

Marfat.com

ہدایت پر چلنا ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حرا میں سوچ بچار پر کثیر تفکیر سے ادراک اور ہدایت سینہ محمدی میں کھلی واضح ہو گی تو ہماری ہدایت کے لیے کتاب حکمت ''قرآن سینہ محمد ﷺ پر اتارا گیا اور محمد ﷺ کی زبان سے اسے اس کی امت کے لیے صادر اور تفطیر کیا گیا۔

Marfat.com

منصبِ رسالت اور مراتبِ حضور ﷺ

ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ اس کا کردار شروع سے ہی مستحسن اور پارسائی پر رہتا ہے، اس کے اعمال و کردار کو باعث ترغیب و نمونہ مثالی پایا جاتا ہے، فطرتاً نیک ہوتا ہے اپنے حلقہ احباب میں وہ ہر دلعزیز، بے ضرر اور مفید خدمت گزار پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول کریم حضرت محمد ﷺ سب کے نزدیک ہمدرد غمگسا۔ اور پرسان حال رہے بچوں سے پیار محبت اور بزرگوں سے عزت و ادب سے پیش آتے بلاتخصیص اپنا و غیر ہر ایک کا بھلا کرتے، نیک کاموں میں وقت گزارتے برائی اور بدی سے دور رہتے چوری چکاری اور غیبت و برائی کا شائبہ بھی ان میں نہ تھا، جوا شراب اور ہر انسانی وحیوانی وحشت آمیز اعمال سے بہت دور کا بھی انہیں واسطہ نہ تھا۔ انہوں نے بقول قرآن اپنے مثالی ماحول میں چالیس سال کا عرصہ گزارا وہ صادق اور امین عملی طور پر معروف ہوئے لوگ اپنی امانتیں ان کے سپرد کر چھوڑتے تھے، اہم فیصلوں میں ان کا خاص عمل دخل تھا، وہ پسندیدہ شخص رہے، ان سے کسی کو بھی نفرت نہ رہی تھی۔ گو ہادی ابتداء شروع سے ہی ہادی آخر تک رہا ہوتا ہے۔

نبی اقدس محمد ﷺ غار حرا میں وہ خلوت گزینی کے بعد وہ اپنے معبود الٰہی کی طرف سے نبی منتخب ہوئے۔ یہ ان کی بعثت ہے انہوں نے نبوت کا اعلان چالیس سال کی عمر میں فرمایا۔ نبی کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی امت میں اللہ کے

Marfat.com

بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ نبی کا تعلق نبوت کے کام کی وجہ سے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو درجہ نبوت کہا جاتا ہے۔ آپ حقیقت میں بقول حدیث قدسی اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی گارے میں تھے گویا ان کا یہ مقام نزولی ہوا کہ وہ دنیا میں آئے اور انہوں نے بندوں کو سکھلایا کہ جیسے میں احکام دین ادا کرتا ہوں میری نقل پیروی میں تم بھی عبودیت میں اپنے معبود کے لیے عبدیت سے کام لو، احکام دین میں تم کو بھی اعمال و کردار میں میری مطابقت اختیار کرنا ہوگی، جس طرح میں خود عمل کر کے آپ لوگوں کو دکھا رہا ہوں آپ بھی ویسے ہی کریں میرا عمل آپ کے لیے میری سنت شریعت کا درجہ ہے جس کی مشعل اور روشنی تمہارے قرآن مقدس میں ہے جو مخزن ضابطہ حیات اور رہنمائے دین صراط مستقیم ہے، اور انہوں خود کو اعمال و کردار کے حساب سے ناطق قرآن ثابت کیا تلاوت ہونے والے قرآن کی حضور عملی تفسیر و نمونہ رہے۔

لوگ حضور ﷺ کی اس نزولی جہت و منصب و نبوت سے واقف ہو گئے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ کا مثالی دور عیاں و روشن ہوا گویا مراتب الوہیت و نبوت دونوں کا ظہور ہو، اللہ رب العزت اپنے منشاء سے نبوت کو ختم کرنا چاہا اس لیے معراج کے بہانے سے انہیں قاب قوسین کے درجہ میں قربت سے ہمکنار کیا حکم خدا سے انہیں خود کی مرضی سے وہ بار نبوت کی تکمیل کو پھر سے نزولی جہت میں اپنی امت سے آ ملے اس عروج میں وہ ولی کامل ہوئے ولایت کا تعلق حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات سے اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اس لیے مرتبہ نبوت کے بعد مرتبہ ولایت آپ کی معراج عروجی جہت کہلائی جو کلمہ طیبہ کا پہلا جزو ہے نبوت و ولایت کا اکھ رسالت ہے دونوں جہتیں

Marfat.com

مراتب ٹھہریں جن پر عمل کر کے آپ نے اپنی امت کو سنت کی روشنی میں پیروی کا سبق دیا، چنانچہ کلمہ طیبہ کے دونوں اجزاء لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کو سمجھ کر ان کے احکام کے مطابق عمل کا نام مسلمانی ہے، جس کی رہنمائی حدیث و قرآن سے میسر رہتی ہے۔ ولایت ولی کا حصول ہے اللہ کو ملے بغیر پائے بغیر ولی ہونا ناممکن ہے اس لیے اللہ کو پانا اس کی رضا چاہنا ضروری اور اہم ہے۔

کلمہ طیبہ کے دونوں اجزاء کی تعلیم کو باری تعالیٰ نے کتاب اور حکمت سے تعبیر و تاویل فرمایا۔

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ: ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا جو آپ پر میری آیات پڑھتا ہے تمہیں زکی کرتا ہے کتاب اور حکمت کا وہ علم سکھاتا ہے جو آپ نہیں جانتے۔ کتاب کا علم سکھانا آپ کی نزولی جہت نبوت سے متعلق ہے۔ (سورہ البقرہ آیت نمبر 151)

اور حکمت کا علم جو علم لدنی ہے وہ صرف لا الٰہ الا اللہ میں موجود ہے مگر تفہیم کی خاطر محمد رسول اللہ ﷺ کی مثال و تمثیل سے درس لینا ہوگا جبکہ اصل مقصد کلمہ کے پہلے جزو کو سمجھنا ہے دین کے صحیح درست ہونے کا دارومدار اسی پر ہے سمجھ آ جائے تو زندگی سنور گئی ورنہ زندگی کی ہر عبادت و ریاضت اور بندگی اکارت اور ضائع ہو جانے کا امکان ہے۔ بخشش اور جنت کی بجائے جہنم رسائی بلکہ واجب دوزخ ہو جانا مقدر ہو جائے گا۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو قرآن کے ان دونوں علوم کی آگاہی سے روشناس کر دیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

سے علم کے دو پیالے حاصل کیے جس میں سے ایک کو میں نے لوگوں پر ظاہر و نشر کیا مگر دوسرے کو پھیلانے بیان کرنے میں مجھے مشکل پیش آئی جیسے کہ میرے حلق میں کانٹا چبھا ہو۔ گویا میں بیان تشہیر سے قاصر اور عاجز رہا۔

ہر علم کے لیے اس کا حکم اور اثر میں موثر ہونا جدا جدا اور الگ الگ ہے ان کو پرکھنے کے لیے ان کی کسوٹیاں بھی مختلف اور جدا ہوں گی لا الٰہ الا اللہ یقین کی الگ کسوٹی ہے اور محمد رسول اللہ کردار و عمل کو پہچان میں جدا کسوٹی سے پرکھنے کو عاملین کے افعال بھی ان دونوں کے لیے جدا جدا اور الگ الگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے نوعیت میں مختلف ہونے کے باعث ایک دوسرے سے مل سکنے میں مماثلت نہیں رکھیں گے۔ جب ان پر دو علوم کو آپ ایک ہی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کریں گے غلطی ہو جائے گی مقصد حل نہیں ہوگا سونے کی کسوٹی پر ہیرے کی پرکھ نہیں ہو سکتی اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ ہیرے جیسے قیمتی چیز کو بھی ایک معمولی کانچ کی چیز سمجھ کر بے بہا دولت ضائع کر کے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پیتل اور سونا دونوں کا ایک ہی رنگ ہونے کے باوجود ان میں کس قدر عمومی اور خصوصی فرق ہے قیمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ کیوں ہے اس کا جاننا تدبر اور حکمت ہے پرکھ میں دونوں کی کسوٹی الگ جدا اور علیحدہ ہوگی۔

کسوٹیاں اور ان کا طریق استعمال قرآن پاک میں پوشید ہے، جن سے ہر مسلمان کا واقف ہونا بہت ضروری ہے گویا اس واقفیت کی غرض سے قرآن کا سمجھنا ضروری ہوا۔

ہر آدمی ایک معمولی شاعر کے کلام کو سمجھنے سے قاصر ہے، اس کے کلام کے رموز و اسرار کو اس کے بغیر عین ممکن ہے کہ نہ سمجھ سکے سو کسی شاعر کے کلام کو سمجھنے

Marfat.com

کے لیے اس کے حالات زندگی، فطرت، وطینت عادت و کردار کا جاننا اس کے کلام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے ایسے ہی خدا کے کلام قرآن کو سمجھنے کے لیے صفات الٰہیہ اور عادات رسول کریم کو سمجھنا ضروری ہے نبی کریم ﷺ نے سائل کو جواب اس کی فہم و ذکاء کی استعداد و قابلیت کے مطابق دیا خاص طور پر معراج کے بارے میں...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کو خود یسرآسان فرمایا بندے کے معیار پر آ کر کلام دیا پھر بھی اس کی تفسیر وتشریح حضور ﷺ سے عملی صورت میں ہمیں ملی جس سے ہم کلام الٰہی کو سمجھنے میں آسانی پاتے ہیں اگر خدا نے اپنے معیار وعلم کے اعتبار سے کلام کیا ہوتا تو بجز نبی محمدؐ کے سمجھانے پر بھی کسی کو سمجھ نہ آتا درس و تدریس میں زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں طالب علم شاگرد کی ذات اور قابلیت کی استعداد کو دیکھا جاتا ہے۔ پہلی جماعت کے طالب علم کو کالج کا پروفیسر اپنے معیار کی وجہ سے پڑھانے سے قاصر ہے اسی طرح پرائمری سکول کا ٹیچر یونیورسٹی کے طالب علم کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں ناکام ہوگا وہ بچوں سے توتلی زبان میں بات کرنے کا عادی بن چکا ہے مگر لڑکپن کے احاطہ میں آنے کی وجہ سے بچے ایسے معلم سے علم حاصل کرنے میں غیر ممکنات کا شکار رہیں گے قابلیت میں استوار پختہ لوگ اپنے معیار سے طالب کے علم معیار پر نہ آ کر ناکامی مقصد کا شکار ہو جاتے ہیں معاملہ پھر یہ ہوتا ہے کہ ایسی ڈور میں تلمیذان ایسے اساتذہ سے ایک راہ نہ لے سکنے کی وجہ سے دوراہوں سے ہٹ کر ایک تیسری رائے کا شکار ہو جاتا جیسا کہ دو ملاؤں میں مرغی حرام ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو حکم قرآن میں ہے، آپ کا کام تبلیغ ہے آپ داروغہ نہیں کہ غصبا کسی کو دائرہ اسلام میں لائیں، اور اگر اللہ کی یہ چاہت ہوتی کہ حضرت انسان ملائکہ کی طرح سے بس وفادار و تابع فرمان رہے تو ان جیسی فطرت میں انسان کو پیدا

Marfat.com

کرتا اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ انسان کے علاوہ تمام مخلوق میں کوئی سرکشی و باغی نہیں بس حضرت انسان ہی اختیار سے تجاوز کر کے خود خدا بن بیٹھتا ہے۔ خدا کی رضا و عنایت جس پر ہوتی ہے وہ اسے سوجھ بوجھ اور تدبر و حکمت عطا کرتا ہے اس کے فضل و کرم سے کچھ کو قرآن کی سمجھ دانست میں آ جاتی اور کچھ سدھ بدھ سوجھ بوجھ ہونے کے باوجود قاصر اور عاجز رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

خلاصئہ قرآن درس مجمل و بلیغ

پچھلے سارے ابواب و تحریری اقتباسات سے قرآن فہی کی ضرورت محسوس ہوئی سو اس کے لیے ہمیں آیات قرآنی کو موضوع کے اعتبار سے الگ الگ کرنا ہو گا، اس کی جتنی بھی آیات ہیں، ان تمام میں سے سب سے پہلے حکمیہ آیات کو جن میں کچھ کرنے کا حکم امر ہے اور یا نہ کرنے کو رکنے اور منع رہنے کا حکم ہے الگ کر لیں جیسے واتمو الحج والعمرة لله حج اور عمرہ اللہ کے لیے کرو۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو، لا تقربا الذناہ، بدفعلی نہ کرو۔ جیسے امر و نہی عن المنکر کو الگ کر لو۔

پھر ان کے بعد پورے قرآن سے ایسی آیات چن لو جن میں قصے کہانیاں اور واقعات ہیں مختلف اقوام کا ذکر عبرت ہے جیسے جنت دوزخ کے تذکرے موسیٰ اور فرعون کے واقعات، یوسف علیہ السلام کا قصہ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ہم تمہیں بہترین قصوں میں سے ایک قصہ کہتے ہیں اس دوسری قسم کو پہلی قسم سے الگ کر کے یہ دوسری قسم کی آیات ہوں گی لو اب ان آیات کو ایک جگہ جمع کر لو جن کے معنی پڑھنے میں آسان ہیں مگر ان کی تفہیم سمجھ میں آنا مشکل ہے جیسے فاینما تولوا فثم وجه الله لیکن جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں سامنے شجر حجر اور اینٹ دیوار نظر آتی ہے حالانکہ نعوذ باللہ باری اللہ تعالیٰ غلط نہیں جو وہ فرما رہا وہ حق ہے اور کلام سچ ہے۔ ہمیں یقین ہے لیکن اس کا مفہوم سمجھنا بلا دلیل مشکل ہے سمجھ سے باہر ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ

Marfat.com

قریب ہیں۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں بھی ہو وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ ایسی تمام آیتیں ایک جگہ کر کے ان کو تیسری جگہ رکھیں اب آپ کو کوئی بچی آیت نہیں ملے گی جو چوتھی الگ میں گنی جا سکے یوں قرآن تین حصوں میں تقسیم ملا۔ حکم۔ قصہ۔ اور تدبر پر ادراک کے لیے جوش اور زور پیدا ہوا۔

پہلا حصہ وہ تھا جس میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم امر و نواہی صورت میں تھا ان آیات کو ''احکام'' کا نام دیں گے۔

دوسری کاوش کے حصہ میں وہ آیات تھیں، جن میں تذاکر قصے اور واقعات بیان ہوئے معلوم ہوتے تھے یہ ایسی آیات عبرت کے لیے اذکار کہلائیں گی تیسری نوعیت میں وہ آیات جن کا مفہوم عقل سے باہر رہا، جمع کی گئی اسرار کہلائیں گی سمجھنے سوچنے تدبر سے مدبر ہونے کی دعوت ہیں۔

یوں آپ کی اس کوشش سے قرآن موضوع کے اعتبار سے تین حصوں میں بٹ گیا تقسیم ہوا یعنی احکام اذکار اور اسرار تین اقسام میں اپنی معانی صورت کی وجہ سے منقسم ہوئی معلوم ہوئیں یہی تین جواہر جو قرآن میں موجود ہیں ان سے ان کی نوعیت کے اعتبار سے تدبر و فکر کی روشنی میں استفادہ لینا طالب علم کے لیے نہایت ضروری ہے مگر اس صورت حال سے مستفید ہونے کے لیے انسان کو خود درجات و نہج و فطرت یعنی اعتبارات کا علم ہونا ضروری ہے جب تک وہ کیفیات کو سمجھ نہیں پائے گا قرآنی خزانے سے جواہرات کے حصول میں ناکام ہوگا سو کون سا جوہر اس کو جوہری بنانے میں کامیاب ہوگا جاننے کو خود کی ذات کو انسانی اعتبارات کا علم ہونا ضروری ہے خود کی تخلیق اور ودیعت شدہ فطرت سے آشنائی بہت ضروری اور اہم ہے ورنہ موثر تاثیر سے بھی اثر نہیں لے سکے گا۔ یہ امر ''من عرف نفسہ'' کا ملنے کے بعد ''فقد عرف ربہ'' کا حصول ہوگا۔

احکام حکم کی جمع ہے جس میں امر و نواہی دونوں شامل ہیں حکم صادر صرف

Marfat.com

مالک اپنے غلام کو کر سکتا ہے جیسے اللہ رب القادر اپنے بندوں پر حکم چلانے کی قدرت رکھتا ہے جو حکم کی بجا آوری کرے گا فرمانبردار اور وفادار تصور کیا جائے گا اس کے برعکس جو خلاف ورزی کرے گا وہ نافرمان سرکش اور باغی کہلائے گا حکم کی تکمیل کے لیے بندے کا حرکت کرنا ضروری ہے چاہے جسم کلی کی ہو یا جزوی طور پر کسی ایک یا دو اعضاء کی حرکت ہو اسی حرکت و فعل کے بعد معلوم ہوگا کہ وہ طائع فرمان ہے یا نافرمان، باغی ہے فرمانبرداری یا نافرمانی کے اطلاق کے بعد اسے جزا یا سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ انسان اپنے جسم یا اس کے کسی بھی ایک حصہ وعضو کو آسانی سے حرکت دے سکتا ہے، اس لیے ان احکام کا جوہر اس کے جسم سے منسلک اور متعلق ہوا اسی وجہ سے دین کا پہلا اصول اسلام قرار پایا۔

اسلام سوائے امر ونواہی اقرار و فرار کے علاوہ کچھ نہیں، اس کی تکمیل کے لیے فعل کا ہونا لازم و ملزوم ہے فعل کو ہی عمل کہتے ہیں جس نے فعل سرزد نہ ہو وہ کسی جزاء یا سزا کا مستحق نہیں ہو سکے گا، وہ نیک کام کرے تو جزا ملے گی اور اگر برا کام کرے تو اس کو سزا و تادیب ہوگی، کاموں کی تکمیل میں انسانی جسم یا اس کے کسی بھی اعضاء میں تحریک یا نا حرکت کا ہو جانا ضروری ہے، جو شخص نماز با جماعت ادا کرے گا صاحب اجر و ثواب ہوگا جو نیک کام کا صلہ اور اس کے برعکس زانی زنا کا مرتکب حد شرعی میں عذاب کی سزا پائے گا۔

حالانکہ نمازی نے جب نماز پڑھ لی تو وہ امام کے پیچھے کھڑا نماز تو پڑھ رہا تھا مگر اس میں خشوع خضوع نہ تھا، ان کے خیال نے اسے رات کی رنگینی میں گھیرے رکھا گزاری رات میں لی ہوئی لذت سے دوبارہ مزہ لیتا رہا مگر اس کی اس کیفیت اور جرم کی گواہی اس کے ساتھی نمازی نہ دے سکے۔ انہوں نے کیا دیکھا کہ وہ ان کے ساتھ نیک کام نماز پڑھنے میں مشغول تھا انہوں نے اسے زنا کرتے ہوئے نہ بالمشافہ دیکھا اور نہ ہی اس کے تخیل کی دنیا میں وہ جھانک کر اسے زانی

Marfat.com

کیفیت میں دیکھ سکے مطلب یہ ہوا کہ اسلام کی نظر صرف عمل پر رہتی ہے اور عمل جسم انسان کی حرکت کا نام ہے صرف نیت اور تخیل کا نام اور کام نہیں یہی دین کا یہ پہلا اصول ہے جس کی وجہ سے دین میں اسلام خارج میں آیا۔ گویا جسم کی حرکت کی وجہ سے انسان قرآنی احکام کی نوعیت میں مواد سے مستفیذ ہو سکتا ہے۔ یہی امر ونواہی کی تفصیل ہے۔

دوسرے نمبر پر اذکار ذکر کی جمع ہے کسی مقام انسان اور شئے کے بارے میں تذکرے سے ذکر سننے والا اس کے بارے میں وہ معلومات حاصل کر لیتا ہے جسے وہ پہلے نہیں جانتا تھا واقفیت سے مراد آشنائی ہے اس کی جہالت اور نادانی جاتی رہتی ہے علم سے اس کی دانست میں اضافہ ہوتا ہے اسے کہاں کیوں اور کیسے کا علم حاصل ہوا، یہ حاصل شدہ علم کہاں پر ہے آپ کہیں گے میرے دل میں ہے جواب لینے والا کہے گا بھئی دل تو ایک خون سے بھرے گوشت کا لوتھڑا ہے، اس میں خون ہی خون ہے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا، علم وجود میں موجود نہیں ملے گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے برزخی اعتبار مثال کی کیفیت کا نام قلب ہے اور یہی قلب محل علم کہلاتا ہے جو دراصل ایک پوشیدہ چھپی ہوئی قوت ہے جس میں دو طرح کا علم حصول پانا ممکن ہے ایک پہلی قسم نزولی ہے اور اس کی دوسری قسم عروجی ہے۔ جو مشاہدہ اور مجاہدہ کی علامات ہیں۔

نزولی علم خالص عالم شہادت سے متعلق ہے جبکہ عروجی علم متعلقات اس سے الگ اور جدا ہیں۔ قلب کو علم حاصل کرنے کے لیے دو قسم کے ذرائع میسر ہیں۔ ایک ظاہری جو نظر آئے محسوسات میں آسکے گویا بذریعہ حواس خمسہ (1) سامعہ سننا (2) باصرہ دیکھ سکنا (3) شامہ سونگھنا (4) ذائقہ چکھنا اور (5) لامسہ مس کرنا حس سے محسوسات لینا یعنی چھونا ان پانچ چیزوں کے ذریعے قلب دنیاوی علم حاصل کرتا ہے قلب قبول شدہ علم کو اپنے ذخیرہ یعنی سٹور "یقین" کے حوالے کرتا ہے جو اسے

Marfat.com

سٹور محفوظ کر لیتا ہے جسے قلب قبول نہیں کرتا اسے مسترد کر دیتا ہے مگر جو علم یقین کے ذریعے محفوظ ہوتا ہے خاص تاثیر اور کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اثر لینے والا متاثر ہوتا ہے کردار و عمل کا مرتکب ہوتا ہے۔

قلب کی قبولیت سے محصول شدہ علم یقین پیدا کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان خود ایک کردار بن جاتا ہے اور اسے خود سے منطبق کرنے پر تطبیق کی وجہ سے مانوس گھل مل کر صاحب عمل و شغل رہتا ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ آپ کا ایک دوست زید یا ایک رشتہ دار بکر امریکہ میں رہائش پذیر ہے آپ اسے ایک دفعہ جا کر مل آئے ہوئے ہیں۔ اب جب بھی اس کا تذکرہ آپ کے سامنے ہوتا ہے آپ خود کو اس کے پاس امریکہ میں موجود محسوس کرتے ہیں حالانکہ آپ نے خود کو اس سے دور کسی اور جگہ شہر گھر میں مقید کیا ہوا ہے کیا شنید واقعہ سے آپ کا جسم امریکہ پہنچ گیا، نہیں ہرگز نہیں بہت دور مسافت میں اپنے گھر موجود ہیں مگر اس کے ذکر سے آپ خود کو اس کے پاس امریکہ میں محسوس کر رہے ہیں گن اور شمار کر لیتے ہیں یہ ایک مثالی قوت ہے جو آن واحد میں آپ کو امریکہ پہنچا چکی اسے ہی "خیالی صورت" کہتے ہیں۔ دوست کے بارے میں جب بات ہوئی تو اسی لمحہ آپ کو اپنے دوست سے خیالی قرب حاصل ہو گیا۔ اس میں پورے جسم یا اس کے کسی اعضاء کی حرکت کا عمل دخل نہ تھا وصال بالفصل ہی ہوا مگر سکون اور خوشی مہیا کر گیا۔ وصل ہوا اتصال نہیں ہوا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہدایت کی کہ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے چلتے پھرتے اپنے رب اللہ کا ذکر کرتے رہو تاکہ جسمانی طور پر نہ سہی خیالی اور روحانی طور پر خدا کا قرب حاصل رہے۔ اس غرق بہ خیال حالت کو "شغل" کہتے ہیں۔ شاغل شغل میں مشغول اعمال سے ہو یا بلا عمل خیالی طور پر کام میں لگا ہو مصروف کار ہے۔ اس کا تعلق قرآن کے دوسرے مرتبہ "مثال" سے کیا گیا اور اس

Marfat.com

دوسرے اصول سے ''ایمان'' کہلایا قرار پایا انسان خود کی مثال سے اس جوہر ثانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

گویا پہلا حصہ اسلام وعمل احکام کے زیر اثر ہے جس میں ارکان خمسہ، کلمہ نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ جبکہ دوسرا حصہ ایمان، نیت اور عقیدہ پر مبنی ہے قلب کے مصدقہ اقرار ظہور کی تصدیق ہے جو اذکار وقصوص سے میسر ہوا۔

''اسرار'' سر کی جمع ہے جس کے معنی بھید اور راز کے ہیں۔ وہ باتیں جاننا جو عوام سے پوشیدہ سری مکتوم ہیں اس میں کثافت سادہ نہیں لطافت ہی لطافت کثافت کا وہاں سے گزر نہیں ہو سکتا لطیف شئے ہی پردوں کے پیچھے سے جھانک سکتی ہے، انسان کے تینوں اعتبار میں صرف روح ہی لطیف ہے جو پردوں کے باوجود دیکھنے کے لیے دید کی قوت رکھ سکتی ہے۔ اس لیے کہ بس وہی اسرار کو پا کر اصلیت دیکھ سکتی ہے روح کے دخول کا عمل انسان کو قرآن کے تیسرے جوہر سے متعلق کر کے دین کے آخری تیسرے اصول احسان کا شعور دے سکتا ہے۔ انسان اپنی روح کے ذریعہ سے اس جوہر سے باحسن مستفید ہو سکتا ہے اسی احسان کو اخلاص روح وضمیر کی روشنی میں مخیر نیت کا موجود ہونا ضروری ہے خدا کو بوقت عبادت دیکھنے کا تصور اگر قائم نہیں رہ سکتا تو یہ خیال کرنے میں عافیت وفائدہ ہے کہ وہ معبود اپنے عبد کو حالت عبدیت میں دیکھ رہا ہے جیسے اویس قرنی نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا نہیں تھا مگر لگتا تھا کہ وہ دیکھ رہے تھے کچھ صحابہ نے دیکھ کر بھی انہیں نہیں دیکھا جبکہ نہ دیکھنے والوں کا تصور اس قدر پختہ تھا کہ ان کے فصل میں بھی وصل باوجود فصل تھا پہلا حصہ احکام جسم کی حرکت دوسرا حصہ اذکار قلب کی کیفیت اور تیسرا حصہ اسرار روح کی حمیت والبیت ہوا۔

اللہ یوں قرآن کے ان تینوں جواہر انسان کے باعث انسان کو تینوں عوالم میں موجود رکھتا ہے۔ دین انہی تین اصولوں، اسلام، ایمان اور احسان کا نام ہے۔

Marfat.com

اور ان کا انسان سے متعلق تعلق کچھ اس طرح ہے۔

1۔ اسلام کا تعلق جسم انسان سے ہے جو اقرار باللسان ہے اور حرکات بالجسم ہے۔

2۔ ایمان کا تعلق انسان کی مثال سے ہے جو تصدیق بالقلب ہے ولی اثرات سے ہے۔

3۔ احسان کا تعلق انسان کی روح سے ہے جو بالتحقیق بالروح ہے امر ربی روح سے متعلق ہے۔

انسان ہر وقت دین کے ان تینوں اصولوں پر کاربند رہے گا تو ہی متقی پرہیز گار خدا سے ڈرنے والا ہوگا، جسم سے احکام کی پابندی صرف مسلمانی ہے کیونکہ وہ قرآن کے ایک جوہر سے مستفید ہو رہا ہے غور طلب بات یہ ہے کہ وہ کہے میں قرآن حمید کے عین مطابق عمل کر رہا ہوں اور حقیقت میں وہ قرآن کے ایک تہائی یعنی تیسرے حصے پر عمل پیرا ہو چکا ہے مگر باقی دو حصوں پر اس کی نگاہ نہیں نادانستی ناواقفیت کی بنا پر یا جان بوجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے سے عاری یا باغی ہے۔ دو تہائی عمل سے یکسر خالی ہے جبکہ ہر سہ تینوں کیفیات کا حامل ہونا انسانیت ہے۔

اگر کسی کا یہ قول ہے کہ جسم احکام کی پابندی کرے تمام اعضاؤں کی حرکت کے بنا صرف دل کی نماز پڑھ لی جائے تو مشکل اور ناممکن ہے کیونکہ صرف جسم یا صرف مثال کو انسان نہیں کہتے پورے تین اوصاف سے ہی یک ذات تین اعتبارات میں سمجھیں گے کیونکہ اللہ کی بندگی کے لیے انسان کو ان تینوں کی ضرورت ہوگی جو کسی صرف ایک سے پوری نہیں ہوتی۔

کلمہ طیبہ جو توحید کا مجمل اور اجمال ہے۔ اس کی تفصیل اور تفسیر قرآن کے جس میں تین جواہر ہیں یہی دین کے اصول ہیں، جب ان تینوں اصولوں پر انسان کاربند نہیں ہوگا وہ کلمہ طیبہ کی اصل حقیقت سے ناآشنا اور اس کے سری رازوں

Marfat.com

سے محروم رہے گا۔ راز دان نہ ہونے کی بنا پر محرم نہیں مجرم بن جائے رحمت کی بجائے زحمت کا حقدار ہوگا۔

کلمہ طیبہ ہی اولین زینہ ہے، بنیادی زینہ کو چھوڑ کر کوئی بھی منزل بام پر چڑھا عروج حاصل نہیں کر سکتا چنانچہ مقام توحید کے حصول کے لیے کلمہ طیبہ کا پہلے زبان سے اقرار مقصود ہے کیونکہ اس کے اقرار سے ایک غیر مذہب کافر یا مشرک دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے۔ اقرار احکام دائرہ اصیام سے تعلق رکھے گا، پھر اذکار اور پر اسرار سے مکمل ہوگا۔

روح اور نفس: ارشاد ربانی کے مطابق "فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" جب ٹھیک کرلیا (بت جسم بنالیا) تو اس میں روح پھینکی، یعنی پھونکی وہ جسم کہلایا اس میں دو چیزیں مسلمہ رہیں روح جس کو فصل حق کہیں گے جیسا کہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے "قل الروح من امر ربی" کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا حکم ہے فصل واقع ہو جانے سے اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے روح فصل حق ہے جس کے ظہور سے اس کا اثر پیدا ہوا جسم کہلایا، اب اس روح اور جسم کے درمیان تمثل پیدا ہونے کا عمل مثال کہلایا گویا "انسان" روح مثال اور جسم کا نام ہے جبکہ صرف جسم کو انسان نہیں کہیں گے اور نہ ہی صرف روح انسان کہلائے گی، ان تین چیزوں روح مثال اور جسم کے تجمیعہ کا نام انسان ہوگا جس کو آپ زید بکر عمر کی جگہ عبداللہ کہہ سکتے ہیں مگر جب عبداللہ کے قفس عنصری سے روح نکل جائے پرواز کر جائے گی تو وہ عبداللہ نہیں رہے گا عبداللہ کی لاش کہلائے گا خالی جسم روح کے بغیر تھا، روح کی بافت کے بعد روح کے پرواز کرنے پر اسے مردہ کہیں گے جبکہ یہی جسم روح کے دخول کے بغیر بے جان جسم تھا مگر مردہ نہ تھا یوں اس انسان کے جسم کا تعلق عالم شہادت سے جزا مثال کا تعلق عالم برزخ سے ہے، اور اس میں روح

Marfat.com

کا تعلق عالم امر سے ہے گویا انسان جب ان تینوں عوالم میں موجود پایا گیا تو معلوم ہوا وہی کائنات ہے، ہاں اس کو کائنات بسیط کبیر کہنے کی بجائے کائنات صغر یا کائنات اصغر کہتے ہیں گویا انسان مکمل طور پر ایک چھوٹی سی مکمل کائنات کہلاتی ہے۔ اگر وہ خود کی پوشیدہ قوتوں اور قابلیت سے واقف ہو کر ان سے کام لے سکے تو اس کا تصرف پوری کائنات پر ہو جائے گا مگر افسوس کہ لاعلمی یا جہالت کی وجہ سے وہ خود کو کمزور اور مجبور سمجھ کر قوت تصرف میں متصرف نہیں ہو سکتا۔ یہی بات حدیث کی روح سے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ'' جس نے نفس کو پہچانا رب کو جان لیا، جب رب خالق پہچان میں آ گیا تو مخلوق کہاں پوشیدہ رہے گی۔ ساری مخلوق خالق کی کڑی میں موجود پوشیدہ واقفیت پہچان میں آ جانے سے دانا بینا جاننے والے کی یک ذات سے متعلق ہو کر رہ جائے گا۔

Marfat.com

اسلام اور اسلام کے ارکان

اسلام کیا ہے اس کے لغوی معنی اطاعت کرنا ماننا سر تسلیم خم کرنا کے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کے احکام ماننے پر عمل کرنے کے لیے گردن جھکانے کا نام ہے۔ دین کا یہ پہلا اصول ہے اگر اس پر پوری طرح سے کوئی فرد کاربند ہوگا تو اس کے باقی اعمال بھی درست ہوں گے۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں کلمہ اس کا اقرار، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، اور حج اس کے پہلے ارکان ایک کلمہ طیبہ میں دو جز توحید اور رسالت نظر آتے ہیں جن کی حقیقت میں یکتائی ہے۔ دکھائی میں 'دو' آئی ہے۔

کلمہ طیبہ

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہی پہلا بنیادی رکن ہے، جس پر سارے اسلام کا دارومدار ہے کلمہ کا پڑھنا زبان سے اقرار ہے جسے اقرار باللسان کہتے ہیں۔ اس اقرار میں دراصل ہم الوہیت الٰہیہ اور رسالت محمدی کا اقرار کرتے ہیں توحید کے لیے اللہ کے سوا کوئی مستحق معبود نہیں کی گواہی دینا ہے ساتھ محمد ﷺ کا رسول ماننا جاننا نہیں بلکہ گواہی دینا ہے ایسا کرنے سے ظاہری شرک جلی دور ہو جانے سے غیر مذہب فرد و مشرک کفر اور شرک کی ظلمت کے اندھیرے سے نکل کر نجات حاصل کر کے نور دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے ساتھ "داعی" دعویٰ نبوت سے وابستہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے اللہ کے فرشتوں پر قیامت پر نبیوں رسولوں پر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر خیر و شر، نیکی و بدی پر اللہ کے خالق و مالک اور

Marfat.com

رب جاننے پر یقین رکھنا ہے۔ اس اقرار و تصدیق سے اس ایمان مجمل رائی کے دانے کے برابر ایمان حاصل ہوا یہی ایمان آخرت میں نجات کا باعث ہوگا۔ اس کی پختگی اسی پہلے رکن کلمہ طیبہ میں اللہ وحدہ لاحد ہر صفات میں کامل احد پر قدرت میں قادر اور اپنی تخلیق کلی پر مقتدر ماننے جاننے کو یقین کی اتھاہ گہرائی سے ہر غیریت کو نکال کر باہر کرنا ہے، نیز محمد ﷺ کو رسول اللہ اس وقت ہی تسلیم کرنے میں کامیابی ہوگی جب اسے اللہ کے بعد ہر تخلیق پر برتری جو کہ انسان کو حاصل ہے احسن الخالقین ہونے کے ناطے سے دینے میں اس کی اپنی جسم و جنس بنی آدم پر بھی آپ فوقیت دیں گے خالق حق کے بعد اللہ کے دیے ہوئے ہر اختیار میں اسے مختار باری تعالیٰ کے "وما ارسلنک الا رحمت اللعالمین" کے ارشاد ہیں۔

رحمت اللعالمین و خیر البشر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے زیرِ حکم شفیع المذنبین خالق حق اور قادر مطلق معطی کی عطا سے وارث حوضِ کوثر اور شافع یوم حشر اول خلق اللہ نوری، انا من نور اللہ و کلی شیء من نوری احادیث کی زبان کے بعد قرآن کے بیان پر اللہ نور السموت والارض زمین و آسمان میں سب کا سب اللہ کا نور ہے امر ربی میں روح بھی شامل ہے جو بغیر جسم نوری ہی ہے کے ناطے سے اسے محبوب خدا کو نور بھی تسلیم کریں گے، جب ہر چیز نور ہے تو اس نبی کو نور کہہ اور سمجھ لینے میں کیا حرج ہے جس پر ایمان لایا مومن بھی خدا کے نور سے دیکھ سکتا ہے۔ حالانکہ بشر ہونا ہی زیادہ سعادت کی بات ہے نوری بلاتکہ تو بشر کی خادمیت میں ہیں کراماً کاتبین کے علاوہ ہر انسان کی حفاظت کے لیے یک صد بیس فرشتے اس کی خدمت میں رہتے ہیں عالم ارواح و عالم امر میں نور اول ہونے کے باوجود عالم شہادت میں آ جانے سے خاکیت مٹی میں رہ کر خود آماجگاہ میں رہتا ہے، دیکھا گیا ہے کہ ہر چیز جو انسانی احتیاج و ضرورت ہے مٹی کے مخزن میں پوشیدہ و جمع ہے۔ یہاں پر میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نور و بشر کے جھگڑے میں

Marfat.com

پڑ کر ذاتِ محمدی ﷺ ہی نہیں اپنی حیثیت کی تنقیص نہ کریں اس کے بغیر ہی نبی مقدس کو ذاتِ الٰہی مقدسہ کے بعد خدا کی محبوب ذات سبھی مخلوق میں افضل و اعلیٰ و بااختیار تسلیم کریں تاکہ مسلمانی میں مومن ہونے کا یقین پختہ ہو سکے جس کی پختگی کے لیے ارکان اسلام کے باقی ارکان صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج کو بھی خود کے اعمال میں عملی طور پر جاری و ساری رکھے اپنانا ہوگا۔

صلوٰۃ

نماز ارکان اسلام میں دین کا دوسرا رکن ہے، بے دین غیر مذہب کفار و مسلم میں مسلمان ہونے کی ایک پہچان ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' کے ساتھ ساتھ بندے کو خالق حق سے ملانے اور لے جانے کے لیے سیڑھی اور معراج ہے، ہر نیکی کی جڑ ہے، اس پر کاربند شخص آہستہ آہستہ ہر برائی سے دور رہنے کی کوشش میں سعی و کاوش کرتا نظر آنے لگتا ہے۔

صلوٰۃ کے معنی ذکر، دعا رحمت التجا اور استغفار کے ہیں، اقرار توحید و رسالت کے بعد یہ عملی صورت میں پہلی عبادت ہے جسے ہم نماز کا نام دیتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہوئے خود کو نمازی کہلانے کے حقدار بن جاتے ہیں۔ یہ باعث رحمت باری اور باعث نجات گناہ و دشواری ہے یہی شاہد نمازی کو محل شہود پر لا کھڑا کرتی ہے کیونکہ اسی کے باعث نمازی فاعل اور اپنے فعل نماز ادا کرتے رہنے سے نفسانی خواہشات کو مجاہدہ کی آگ میں جلانے کی مدد سے گناہوں اور برائیوں سے باز رہتا ہے۔ جب وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو توحید الی اللہ کے عمل سے ماسوا اللہ اس کے میلان چاہت اور خیال میں کچھ اور نہیں رہتا خشوع و خضوع سے اس کے نظر و خیال میں کجی کی کا دخل نہ رہنے کی وجہ سے وہ عین ذکر میں مشغول اپنے ذکر کی محویت اور لگن کی وجہ سے خیالی قربت الٰہی میں فعل سے فاعل ہوتا ہے۔ اس عبد

Marfat.com

کے اس معبود کے درمیان تیسری کوئی چیز حائل و فاعل نہیں ہوتی وہ مصلے پر کھڑا خیالی معیت باللہ کی وجہ سے ہر قسم کی دیگر خواہشات و منکرات اور منہیات سے باز رہتا ہے عبدیت میں بندے کا ایسا اظہار ہی خدا کو اپنی معبودیت میں عبد سے مقصود ہے، جو اسے اپنے اصل سے ملانے میں معاونت کرے۔

Marfat.com

زکوٰۃ

زکوٰۃ فہم و فراست حکمت و علم میں جانکاری کا ایک نام ہے، اور ذال کی بجائے ''ز'' سے زکات (زکوٰۃ) پاکی صفائی طہارت زیادتی اور توصیف و ستائش کے معنوں میں ہے جبکہ اپنے مال پر بچی ہوئی سال بھر کی نقدی سے اڑھائی فیصد حسب حکم باری تعالیٰ شرعی غربا و مساکین اپنے سے کمتر افراد پر مالی مدد کے لیے خرچ صرف کا نام ہے۔ یہ اللہ کے حکم کی تعمیل لوگوں میں حمید و محمود ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے ثواب میں زیادتی مال و دولت میں ترقی جود و سخا کی وجہ سے بطور صدقہ جانی و مالی حفاظت کا مضمر ہے نیز باہمی افراد و قوم میں غربت کا سد باب ہے بھوک اور افلاس کا اختتام ہے۔

فرداً فرداً تھوڑا تھوڑا روپیہ پیسہ بہت سے لوگوں کو دینے میں ریاء کے شائبہ اور خود پسندی کے لیے خوشامدی ہو جانے سے بچنے کی غرض میں ثواب لینے کی بجائے گناہ سے بچنے کی احتیاط میں محتاط رہنے کی کوشش کریں، آپ تھوڑا تھوڑا تقسیم کریں گے بھوکوں مرنے والے کھا پی کر پھر سے افلاس و غربت کا شکار رہیں گے محتاج و گداگر نہیں رہیں گے، اس میں بہتر صورت یہ ہے کہ آپ کسی ایک مستحق کو اچھی مقدار میں زکوٰۃ ادا کریں جس سے وہ کاروبار شروع کرنے پر منافع سے خود کا اور اپنے متعلقین بہن بھائیوں اور بیوی بچوں کا پیٹ پالتا بھرتا رہے۔ خدا کے فضل و کرم پر کاروبار میں ترقی کی وجہ سے وہ شخص چند سال میں خود زکوٰۃ لینے کی بجائے زکوٰۃ دینے کے قابل امیر بن جائے گا جو دوسرے حق دارِ زکوٰۃ کو زکوٰۃ

Marfat.com

دے گا، یوں اس طرح عمل سے اسلام میں کوئی بھی مفلس پریشان حال غریب نہ رہے اور نہیں تو کم سے کم نادار اور غریب نظر آئیں گے۔

اس کی ادائیگی سے ہمدردی قربانی اور ایثار کا جذبہ بڑھتا ہے مال و دولت کی محبت باقی نہیں رہتی اور اگر ہو بھی تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے جذبہ میں سرشاری کے لیے رہے گی، اس کی ادائیگی سے ماسوا اللہ ہر کسی کی محبت دل سے دور ہو جاتی ہے یوں خدا کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت کے باعث مشرک کے ظلم سے بچت ہو جاتی ہے شرک کے ظلم سے بچنا ہی تو تزکیہ نفس ہے، جس کی دین حقہ اسلام میں بہت اہمیت اور قدر و منزلت ہے۔

صوم

صوم عربی کا لفظ ہے جس کو ہم اپنی زبان اردو میں "روزہ" کہتے ہیں ۔روزے کی صورت میں روزہ دار انسان کو دن بھر کھانے پینے اور جماع و مباشرت سے اپنے آپ نفس کو بچانا ہوتا ہے، گویا شہوت اخلاق زمیمہ سے اور خورد ونوش سے باز رہنے اور رکنے کا نام روزہ ہے۔اس سے نقاہت کی وجہ سے غیض و غضب اور غصہ و دشمنی کے صف میں کمی پیدا ہوتی ہے ضبط و نظم اور وقت کے تعین کی وجہ صبر و بردباری تحمل اور حلم پیدا ہوتا ہے فضول خرچی اور اسراف کی خرابی پیدا نہیں ہوتی احساس بھوک سے دوسروں کی بھوک کا احساس پیدا ہونے سے ان کے خورد ونوش کے انتظامی امور میں مدد کا جذبہ وجوز پاتا ہے، اور ذاتی و حرص ہوا سے بچنے کے لیے خوف خدا کے باعث ڈر اور خوف پیدا ہونا خدا کے دیئے ہوئے رزق کو خدا کی مخلوق پر صرف کرنے سے بخل کی عادت جاتی رہتی ہے روزہ میں جماع سے رکنے کی وجہ سے شہوانی خواہشات پر قابو پانے کی عادت پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ عجز و انکساری پیدا ہونے کی وجہ سے خواہش دولت و مرتبہ نہیں دیتی یوں تکبر و تفخر اور غرور

Marfat.com

سے بھی بچنے کا موقع ملتا ہے۔

روزہ دراصل انسان میں صفات حق تعالیٰ سے متصف کرنے کا ایک ذریعہ ہے بندے کی انہی مجازی صفات کے باعث وہ حقیقی خلیفۃ اللہ بن سکتا ہے، ذات باری تعالیٰ شرب و اکل کھانے پینے سے بے نیاز ہے۔ جب اس کا بندہ اس کی صفت میں روزہ رکھے کچھ کھاتا پیتا نہیں یہ روزہ دار طبعات بشری سے استغناء لے کر اخلاق حمیدہ سے واصل ہوتا ہے، پھر وہ اخلاص، انس، تفکر، توبہ، توکل، رضاء، شکر، صبر، خوف کے جذبوں سے سرشار خود کے دل کو مثل آئینہ متقی صاف شفاف محسوس کرتا ہے، اسی سے اس میں پیدا شدہ تقویٰ اسے قربت الٰہی بخشتا ہے۔ وہ خود کی ذاتِ سے نکل کر مخلوق خدا کا ہمدرد و غمگسار و رہنما ہو کر خدا کے بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے، کیونکہ خود نہ کھا کر دوسروں کو کھلانا بڑی بات ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی تعریف سے متصف ہونے کا نام روزہ ہے۔ رازق سب کو رزق دینے پر قادر ہے مگر خود کچھ کھاتا پیتا نہیں۔

حج

حج کے معنی غالب ہونے کے گویا حاجی کو اپنے نفس پر غلبہ رکھنے اور غلبہ پانے کا نام حج ہے، دیکھنے کے لیے ”دید“ اور مشاہدہ کا ذریعہ حج ہے قصد بیت اللہ سے مناسک حج کو یوں ادا کرنے کا نام کہ حاجی کو اپنی ہوش نہ رہے وہ خود سے خود ہی کفن پوشی کی حالت میں گزر جائے مردہ جیسے سنے محسوس کیے بھی بول دیکھ نہیں سکتا ایسے ہی حاجی حواس ہونے کے باوجود بھی ہر غیر اللہ سے بے خبر رہے کیونکہ اس دوران اللہ اپنے بندے کی ”توجہ الی اللہ“ کا امتحان لے رہا ہوتا ہے اس کے حلم تحمل اور بردباری کا جائزہ لیتا ہے کہ وہ کس معیار تک صبر شکر سے کام لیتا ہے دھنگا فساد ہو جانے کا بہت امکان ہونے کے باوجود وہ اس سے یہ کہتا ہے یا نہیں ذاتی

Marfat.com

غرض طلب کو نظر انداز کے لیے دوسروں کا خیال باعث خوف خدا کرتا ہے یا نہیں۔
گھر اور عیش کی دنیا چھوڑے اسے لات مار کر سفر کی صعوبات سہے آرام سے بے آرام ہو جانے پر بھی اس کے اندر کا انسان دوسروں کے لیے مونس، ہمدرد اور غمگسار ہوا یا نہیں اگر نہیں تو وہ ایک ہی لباس احرام میں دوسروں میں دوسرا کیوں ہے، وہی ایک کیوں نہیں بنا جسے خدا اسے بننے کا موقعہ تربیت لینے کی توفیق دی۔
اس میں ہر قسم کی عبادت کا شعور عملی طور پر پیدا ہوا یا نہیں خدا کو لبیک کہنے پر بھی حاضر ہے یا حاضر ہونے کے باوجود حضوری سے غائب ہے۔ اس کے جسم کی موجودگی کے باوجود اس کا دل قلبی کیفیت میں مع اللہ اس سارے سفر حضر حج کے دوران رہا یا نہیں، کس لیے اس نے اپنے گھر کے اہل وعیال اور مال و دولت اور پسندیدہ چیزوں کو چھوڑا ہے اس جز وقتی کیفیت کے اثرات جو تربیتی کورس تھے، اس کی زندگی میں ہمہ وقت رہیں گے یا نہیں اس سلسلے میں حاجی میں خود کے عزم میں کیا تبدیلی کی یا دیکھی بعدۂ کہاں تک وہ اس پر کاربند ہوا نماز تو بار بار پڑھنے کا حکم ہے بلکہ روزانہ پانچ بار پڑھنا ہوتی ہے زکوٰۃ ہر سال ایک بار دینا پڑتی ہے روزے ہر سال میں ایک مہینہ رکھنے ہوتے ہیں، مگر حج زندگی میں ایک بار وہ بھی اگر توفیق ہے تو فرض و واجب ہوا ورنہ اس کی ضرورت ادائیگی ضروری نہیں کبھی کسی نے یہ جانا ہے کہ اس خدا نے یہ توفیق کس مقصد اور غرض کے لیے اعزازی طور پر دی ساری زندگی کے شرک علاوہ گناہوں کی معافی کا یہ موقعہ حاصل کیے وہ کہاں تک حج سے ثمر بار ہوا۔ اس امتحان میں پاس ہوا تو مولود بچہ کی طرح بے گناہ اور معصوم ہوا اگر توجہ الی اللہ جو بجو ہر جگہ ہر مقام پر سانس سانس اور نفس نفیس ساتھ نہ رہی تو حاجی انعامات الٰہی میں اجر و ثواب سے نامراد رہا۔ اس نے باوجود کوشش کے خود کو تردد اور مشکل میں رکھا اور اگر بفضل ذات مقتدر رب قدیر کامیاب امتحان حج ہو گیا تو دنیاوی آلائش سے پاک منزہ صاحب منزل فردوس بریں ہوا اللہ ایسی توفیق

Marfat.com

نعمت سبھی کو عطا فرمائے۔

کلمہ طیبہ صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج کے ارکان کو کما حقہ پوری طرح ہر وقت توجہ الٰہی اللہ سے حیات میں ادا کرنا اسلام کی راہ پر چلنا مسلمانی ہے، مگر کلمہ طیبہ کا اقرار اقرار باللسان جس قدر ضروری ہے دل کی تصدیق سے اقرار بالتصدیق قلب بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ زبان سے اقرار اسلام لانا ہے دل سے تصدیق ایمان مکمل کرنا زبان سے بلا اقرار مسلم نہیں جسم اعضاء اور جوارح ہی جو ہر ثلاثہ تین میں پہلے جوہر استفادہ فائدہ اٹھاتا ہے کیونکہ زبان کی حرکت سے اقرار کا فعل انجام دیا۔ اس اقرار کے بعد مسلمان ہوا مسلمان ہوتے ہی باقی اربعہ ارکان پر عمل کیے بغیر وہ مر بھی جائے گا تو بروز قیامت شفاعت رسول کا حقدار ہوگا کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا آدمی قلبی لحاظ سے مومن ہوا مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی بجا آوری نہیں کر سکا پھر بھی وہ اہل ایمان سے ہوگا۔

اسلام اور ایمان ہر حالت میں الگ الگ حقیقت شریعہ رکھتے ہیں، لیکن ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں ایک کی تکمیل و تہذیب دوسرے کے بغیر ہونا ناممکن ہے کیونکہ ایمان تو قلبی تصدیق کا نام ہے صرف اعمال و افعال کا مرہون منت نہیں ایک آدمی جو صاحب ایمان مسلمان نہیں اس کے افعال و کردار کا بظاہر اس کے لیے مفید ہونا دنیا میں ثبوت سے ثابت ہے مگر اس کو اس کے اعمال کا ثواب آخرت میں نہیں ملے گا گویا بلا ایمان اعمال اور نیکیاں ضائع جائیں گی مگر ان اعمال و کردار سے سعادت دارین لینے کے لیے قلبی یقین ایمان کا ہونا بھی ضروری ہے مگر اس استمرار سے قائم اور پختہ کرنے کے لیے اسلام کے باقی ارکان کی روشنی میں احکام کی پیروی کرنا ہوگی حافظ ابن حجر نے "احکام کی پیروی" کو اسلام کا تسلیم و قرار کرنا ہے جبکہ عمل اور پیروی کا اطلاق اسلام میں داخل ہونے کے بعد مسلمان پر ہوتا ہے، اسلام لانا گویا عملی پیروی کی بجائے اقرار لسانی کہلوانا زیادہ مناسب

Marfat.com

رہے گا۔

حاصل تحریر یہ ہے کہ انسان جسم مثال اور روح کا مرکب ہے، صرف جسم یا قلب کو انسان نہیں کہہ سکتے جسم ایک چیز ہے اور قلب و روح کا حکم اثر الگ جدا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ جب کوئی کلمہ طیبہ کا اقرار زبان سے کرے تو دل سے قلبی کیفیت کے ساتھ اس کی تصدیق بھی کرے کیونکہ زبان سے اقرار وسلام ہے، اور دل سے تصدیق ایمان ہے بہ روایت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حدیث رسول مقبول صحیح مسلم کی رو سے صحابہ کرام خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر بیٹھے تھے ایک شخص وحیہ کلبی کی شکل میں آ کر دو زانو رسول کریم کے سامنے بیٹھ کر پوچھنے لگا حضور اسلام کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کے جواب میں فرمایا تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور یہ تم نماز قائم کرو زکوۃ دو، رمضان کا مہینہ روزے رکھو، طاقت واستطاعت ہو حج بیت اللہ کرو جب وہ شخص چلا گیا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویاں ہوئے یہ شخص اصل میں جبریل تھا جو تمہارے سامنے اس لیے سوال کر رہا تھا کہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے اسلام کیا ہے۔ اس کو حدیث جبریل بھی جبریل کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔

جبریل کا دوسرا سوال پہلے کے جواب کی درستی صداقت کہہ پا لینے کے بعد یہ تھا حضور بتایئے ایمان کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "دل سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق کے بعد فرشتوں، کتابوں، قیامت اور خیر و شر کا خالق اللہ کی ہی ذات ہے تصدیق کریں جبریل نے تصدیق کے جواب میں آمنا وصدقنا کہا اور اجازت سفر لے کر نظروں سے اوجھل ہو گئے چلے گئے: جبریل کا آنا سوال کرنا اور نبی کا انہیں جواب آشنائی دین فہمی اور مسلمان کے اعمال کردار مین عقیدے کا نام ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں ایک عملی گواہی جس کے لیے اقرار لسانی کو زبان کا متحرک ہونا ضروری ہے، یہی اسلام ہے دوسرا کہی ہوئی

Marfat.com

بات کی تصدیق بالقلب ایمان ہے۔

باقی اربعہ ارکان اسلام، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے احکام شرعیہ کی پیروی اعمال کا صالحہ ہونا جزو ایمان نہیں ہے، اچھے برے اعمال سے ایمان میں کمی یا زیادتی کی صورت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایمان اسلام لانے کے بعد ایمان کا قائم رہنا کمی اور زیادتی سے متعلق نہیں رکھتا، مثلاً زید اور بکر کلمہ طیبہ کی تلاوت سے اقرار للسانی اور تصدیق بالقلب کر چکنے کے بعد مسلمان ہوئے، زید نے احکامات شرعیہ کی پوری پوری پابندی کے ساتھ تمام باقی چار اربعہ ارکان اسلام کی ادائیگی کی قائم الصلوٰۃ قائم اللیل اور صائم الدہر صالحہ اعمال میں خدا کی بندگی و عبادت کی برعکس صورت میں بکر ایمان تو لایا فاسق و فاجر سراپا گناہوں میں ڈوبا کوئی بھی اسلامی عمل نہ کر سکا لیکن پھر بھی وہ صاحب ایمان ہے، ان دونوں کی ایمانی قوت کا وزن اگر ترازو میں تولا جائے گا تو وہ مساوی الوزن ہوگا زید کے نیک اعمال کا انعام الگ اور جدا ہے جنت میں اس کے اعمال کے لحاظ سے اس کا درجہ مدارج میں بلند ہوگا بکر کے برے اعمال کی سزا اسے ملنے کے بعد ایمان کا اجر کم درجہ کی جنت ہوگا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام بخاری کے نزدیک زمانہ اور عصر میں تفاوت اور فرق کے باوجود ایک رائے متفق نہیں۔ امام بخاری کو امام اعظم ابو حنیفہ سے شدید اختلاف ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایمان فی نفسہ غیر کب شے اعمال اس کا جزو رکن اور حصہ نہیں۔

جبکہ ایمان کے سلسلے میں امام بخاری اپنی کتاب ''صحیح کتاب الایمان'' کے شروع میں رقمطراز ہیں ''ایمان قول و فعل کے مجموعے کا نام ہے وہ بڑھتا اور گھٹتا ہے'' انہوں نے اپنے اس خیال کی اتنی شدت پیدا کی وہ آگے چل کر کہتے ہیں ''میں نے اپنی صحیح میں کسی ایسے شخص کی روایت نہیں لی جو یہ کہتا ہو کہ ایمان قول و

Marfat.com

فعل عمل سے مرکب نہیں اور اس میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی۔"

ایسے اکابرین اور علمی شخصیات کا ایسے مسائل میں یوں مختلف الرائے ہونا ثابت کرتا ہے ایسے مسائل کا آج تک درست حل نہیں مل سکا۔

من بندہ فقیر حقیر صاحب الرائے نہیں ہے، مگر حقیقت ایمان سے واقف ہونے کی صورت میں یہی کہے گا جو امام اعظم ابو حنیفہ نے کہا وہ بات اور قول درست ہے اب ایمان کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

Marfat.com

''ایمان''

اسلام میں مسلمان ہونے کے بعد ایماندار مومن کہلانے کے لیے کن چیزوں کا خیال رکھنا یا جاننا ضروری ہے، کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے۔ اس کے لازم ملزوم ہونے میں کیا امر ہے بیان ہو چکا اب اس کے گھٹنے بڑھنے اور اس کے اثرات ونتائج کے سلسلے میں بات ہوگی وہ لوگ جو کلمہ گو ہوئے، اور انہوں نے خود کے لیے یہ کہا کہ ہم صاحب ایمان ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے کلام پاک سے انہیں سمجھایا بتایا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

سورہ الحجرات کی آیت کے مطابق رب باری نے بدوؤں کے احسان کے طور پر کیے کلام کے جواب میں فرمایا اعرابیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے آپ ان سے کہیں تم (تو ابھی) ایمان نہیں لائے ہاں تم یہ کہو کہ ہم (ابھی) مسلمان ہوئے (ہیں کیوں کہ) اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا...... اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

گویا کلمہ طیبہ کی تلاوت کے بعد جس اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے ایمان حاصل ہوا، اس سے مسلمان مومن نہیں کہلا سکتا، مومن بننے کے لیے

Marfat.com

مزید کچھ درکار ہے اس کو جاننے کے لیے ارشاد باری تعالیٰ کو دوسری جگہ سورہ فتح آیت نمبر 4 میں تلاوت کیجئے کیا سمجھاتے ہیں وہ اپنے بندوں کو۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ

وہ (اللہ ہی) ہے جس نے مومنوں کے دل میں اطمینان اتارا تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ایک اور ایمان بڑھ جائے۔

اطمینان اترا یعنی مجاہدین خلاف طبع بھی رسول ﷺ کے حکم پر جمے رہے ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرتے اس کی برکت سے مراتب عرفان و ایقان میں ترقی ہوئی اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے مزید ڈٹ گئے، یہ ایمان کا ایک رنگ تھا پھر مسلمان مجاہدین کے جذبوں کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح حدیبیہ قبول و منظور ہوئی تو پر جوش جذبات کے باوجود غواطف و لطافت کے زور سے خود پر قابو کیے کسی قسم کی حکم عدولی نہ کی بلکہ اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن خم کر دی اور عجلت کی بجائے خیر و تاخیر سے اچھے انعام کے منتظر رہے اور جوں جوں اللہ و رسول کی بتائی ہوئی باتوں کی حقیقت کھل کر سامنے آتی گئی تو اعتبار اور بڑھتا گیا کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کی کسی بات میں پہلے سے ہی شک نہ ہوا ہے اور اب بالکل نہ رہا اسے نفس ایمان میں اضافہ تسلیم کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں بخاری کی روایات میں قرآن بھی اضافہ اور گھٹنے بڑھنے کا ذکر ہے۔

سورہ مدثر آیت اکتیس وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا اور بڑھے جو ایمان لائے ایمان...... ایمان لانے والوں کا ایمان بڑھے جب دیکھیں گے کہ اہل کتاب کی کتابیں قرآن کی تائید کر رہی ہیں تو قرآن اور پیغمبر پر ایمان مزید پختہ ہو جائے گا ایمانداروں کا ایمان بڑھنے سے مراد ایمان محض بس ایمان ہے ہاں ایمان بڑھ سکتا ہے یعنی پختہ و قوی مضبوط ہو سکتا ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو گا کم

Marfat.com

ہونے کی صورت میں بھی وہ موجود ہے اس کا موجود ہونا یا عدم موجود مفقود ہونا دونوں میں سے ایک عمل ممکن ہے کافر و مسلمان میں فرق، کافر ایمان نہیں لایا اس سے ایمان مفقود غیر موجود نہ ہونا غیب ہونا ثبوت پاتا ہے۔ یہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کی کیفیت ہے اب وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہوا وہ صاحب ایمان ہوا اعمال صالحہ سے بہت نیک پارسا ہو کر اوصاف محمودہ میں حمید ہو گیا۔ ایمان کی روشنی اور نور سے وہ توحید پرست بس صاحب ایمان ہے پھر ایک ایسا برا وقت آیا اس نے توحید و رسالت کا انکار کر دیا۔ اس انکار کا یہ مطلب ہوا کہ نور ایمان کی الیکٹرک قوت اس کے جسم میں جو موجود تھی وہ کم نہیں ختم ہو گئی سو اس کے مردود ہونے کی وجہ سے توحید پرستی کی ساری طاقت جاتی رہی، جب طاقت ایمان کم یا زیادہ تھی مگر تھی موجود تھی تو صاحب ایمان رہا تکذیب اور کفر سے پہلے جب وہ کافر تھا ایمان نہیں رکھتا تھا ایسے ہی مردود ہونے کی وجہ سے کفر پر ثابت ہونے کی حالت پر پھر سے ایمان سے عاری و خالی ہو گیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا ایمان اس میں سرے سے موجود نہیں غائب ہو گیا اس میں تو کم یا زیادہ کا ذکر کچھ اہمیت نہیں رکھتا تھا ہونے کی صورت میں موجود پایا گیا غائب ہونے کی وجہ سے غیر حاضر بمکان بے وجود و عدم از موجود ہوا کم کا ذکر مبہم ہے اور مہمل ہے، پھر بھی اگر اس کے گھٹنے اور بڑھنے کی بات ہو تو لمحہ فکریہ کی دعوت ہے۔

ابن البرازی اپنی خود کی کتاب المناقب جلد اول ص 141 میں امام اعظم ابوحنیفہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ

آسمان والوں اور تم زمین والوں میں سب کا ایمان برابر ہے اولین و آخرین انبیاء و رسل کا بھی ایمان برابر و یکساں ہے کیونکہ ہم سب خدا پر ہی ایمان رکھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں بہت سی تعداد میں کثیر فرائض ہیں جو سب کے لیے ہی تھے اور ہیں اسی طرح کافروں کی بہت سی قسمیں ہونے کے باوجود کفر یکساں ہے

Marfat.com

پہلے میں تسلیم مسلمانی ہے دوسرے میں تکذیب وانکار کفر ہے۔ انبیاء جن چیزوں پر ایمان لائے ہم بھی ان پر ایمان رکھتے ہیں شرک وشک کی انہوں نے تکذیب کی ہم بھی کرتے ہیں وہ اجر وثواب واطاعت میں ہم سے بڑھ کر برتر ہیں مگر دائرہ ایمان میں ہم ان سے کم نہیں جیسے کسی ساٹھ طالب علم کی جماعت میں بحیثیت متعلم شاگرد سبھی برابر ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی ذہین ہو یا کوئی غبی نالائق مگر کہلائیں گے تو ہم جماعت اور کلاس فیلو ہی برابر ہونے بحیثیت نبی سبھی انبیاء برابر ہیں خبیر تھے خبر لائے پیامی کی صورت میں پیام سنایا پیغامبر تھے پیغمبری میں سبھی برابر ہر نبی خود پر بھی ایمان لایا وہ خود کا امتی بھی تھا اس وجہ سے پیغمبر اور امتی میں ایماندار ہونے کی خاصیت وخوبی برابر ہے بڑے اور چھوٹے ایماندار کی بات نہیں ایسے ہی ایمان کے ہونے میں کم یا زیادہ کا ذکر نہیں، ہونے یا نہ ہونے کا بیان ہوگا۔

ایمان میں کمی بیشی گھٹنے بڑھنے کی کیفیت نہیں امام اعظم ابو حنیفہ کا ہی مسلک نہیں بلکہ کثیر علماء اور عظیم دیگر آئمہ کا بھی یہی قول ہے، امام رازی کے استاد امام الحرمین بھی اسی کے حق مسلک کی وجہ سے فرماتے ہیں ”اگر ایمان کی حقیقت فقط تصدیق ہو اور اعمال جزو ایمان نہ ہوں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اصل ایمان میں کمی و بیشی ہرگز نہیں ہوسکتی“

ابن حزم نے بھی اپنی کتاب الفصل میں بڑی تحقیق سے لکھا ہے کہ ”تصدیق کسی چیز کی بھی ہو اس میں کمی بیشی کا سوال نہیں، گویا تصدیق تصدیق ہے اگر زید کسی چیز کا اعتقاد دل سے رکھتا ہے اور زبان سے اس کی تصدیق بھی کرتا ہے تو تین حالتوں میں سے کوئی سی ایک حالت لازماً پائی جاتی ہے یا تو وہ واقعہ کی تصدیق کر رہا ہے یا واقعتہً واقعی دل سے تکذیب وانکار کر رہا ہے۔ تصدیق یا تکذیب دو چیزیں ہیں جن میں تیسری چیز شک کا شائبہ نہیں ہے تصدیق تو نام ہی اس کیفیت کا ہے جس میں تکذیب کی گنجائش نہ ہو یہ بالِ محال اور غیر ممکن ہے کہ ایک شخص کسی

Marfat.com

شئے کی تصدیق بھی کر رہا ہوں اور اس میں تکذیب انکار بھی ملا دے تکذیب کا ملانا شک کے ہم معنی ہے اور شک کے ساتھ تصدیق قطعاً نہیں ہوتی۔ ان دونوں کا جمع ہونا غلط اور ناممکن ہے ایک اول تصدیق تسلیم ہے یعنی خالص تکذیب کے خلاف اور دوسری صورت انکار برعکس تسلیم خالص کفر تکذیب لہٰذا ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ آدمی کسی شئے کی بلاریب وشک وشبہ تصدیق کرے اس میں کمی بیشی کا کیا سوال باقی رہا تصدیق تصدیق ہے یا عدم تصدیق ہے تکذیب جو بھی ہے بس ہے اس کی کمی بیشی اور کم یا زیادہ کا کوئی چکر نہیں ایمان ایمان کم یا زیادہ مادی مقدار سے مبرا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر فتوحات میں رقم طراز ہیں "اصلی ایمان جس میں کمی و زیادتی نہیں ہوتی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا یہ ایمان اصلی اللہ کی اس واحدنیت کی گواہی دینا ہے جو میثاق ازل میں موجود تھی پس ہر بچہ اسی میثاق والی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لیکن جب وہ طبیعت کے حصار دائرے میں آ گیا تو یہ محل جسم نسیان بھول چوک کا ہوا ازل کی حالت کو بھول گیا تو اسے ضرورت پڑی کہ واحدانیت خالق کی دلیلوں پر غور وفکر کرے۔"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایمان اصلی جس پر بخشش ونجات کا دارومدار ہے صرف توحید باری تعالیٰ کا وہ اقرار ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ازل ابتدا میں ذریات آدم سے لیا تھا جس میں کمی و بیشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا اگر یہ لاشعور دائرہ نسیان سے نکل کر شعور اور یادداشت میں آ جائے گا تو پھر نجات یقینی امر ہے عمل کی بجائے تخیل کا کام ہے کردار وعمل سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

جبکہ امام بخاری نے قول امام اعظم ابو حنیفہ سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے ایمان قول وفعل کا عملی مجموعہ ہے وہ گھٹ اور بڑھ سکتا ہے اس پر وہ اس قدر مصر تھے کاربند تھے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں کسی بھی ایسے

Marfat.com

آدمی سے روایت نہیں لی جو یہ کہتا ہو کہ قول و عمل سے ایمان مرکب نہیں اور اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔

مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا قول پیچھے نقل کیا گیا ہے، جس کی رو سے اولین و آخرین انبیاء و رسل جن چیزوں پر ایمان لائے ہم بھی ان پر ایمان رکھتے ہیں چنانچہ وہ اور ہم سبھی خدا پر ایمان رکھتے تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا اور ہمارا دونوں کا ایمان یکساں و برابر ہے ہم دونوں کا دین مساوی ہوا قائم رہا۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" آج تمہارے سے تمہارا دین مکمل ہوا۔ ایک سوال اور اٹھا ایک سوچ تدبر کے لیے اور پیدا ہوئی سابقہ انبیاء و رسل اور ان کی امتیں ایمان جو لائیں وہ کیا مکمل نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد یہ دین اسلام مکمل اکمل ہوا بہ نسبت سابقہ دین موجودہ دین میں کونسی زیادتی ہوئی جس سے پہلے انبیاء و رسل اور ان کی امتیں محروم تھیں۔ وہ کون سی چاہی جانے والی بہتری تھی جس کی وجہ سے موسیٰؑ و عیسیٰؑ نبیوں نے محمد ﷺ کے دورِ رسالت میں پیدا ہونے یا رہنے کی آرزو کی نبی ہونے کی بجائے امت محمدی ﷺ میں پیدا ہونے کو بہتر سمجھا۔ (جن کے جواب اسراء معراج النبی کے موقع پر نبی محمد ﷺ کو ان کا امام بنائے ان کی اقتدیٰ میں انہوں امام کے مقتدی ہو کر نماز پڑھی اس امامت کی وجہ سے وہ امتی ہو گئے) وہ تھیں وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں نے اپنی تمام نعمتیں تم پر (قربان وعطا) کر دیں لا الٰہ الا اللہ کو بڑھا کر محمدٌ رسول اللہ سے کلمہ مکمل کر دیا، الٰہیت اور رسالت میں عمومیت کر دی جس کی تصدیق سے بھی ایمان مکمل نہیں ہوا کیونکہ کلمہ کے پہلے حصہ اللہ کو الٰہ تسلیم کیا اقرار و تصدیق کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہیں تھا۔

اب ایک مثال میں ایک شخص صرف الٰہیت کا اقرار کرتا ہوا تصدیق کرنے والا بھی ہے جبکہ دوسرا ایک اور شخص الٰہیت کے اقرار کے ساتھ رسالت کی بھی

Marfat.com

تصدیق تسلیم سے کام لیتا ہے آپ غور وفکر کر کے بتائیں ان کا ایمان مساوی کیسے ہوا اس سلسلے میں آئمہ کرام اور علمائے کبار کا آپس میں یوں مختلف الرائے ہونا اس بات کی دلیل ہے متبعین میں بھی اختلاف کے باعث ایمان کا مسئلہ پیچیدہ پڑا رہے گا۔ مفروضہ ہے کہ ایک کافر مشرک اللہ کے الٰہ ہونے سابقہ تمام پیغمبروں رسولوں پر اللہ کی کتابوں پر قیامت پر فرشتوں ملائکہ پر مرنے کے بعد زندہ کیے جانے بعثت پر خیر وشر کا خالق اللہ ہی کو تسلیم کرنے پر یقین کرے اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق بھی کرے تو کیا وہ مشرک کافر مسلمان شمار ہوگا نہیں ہرگز نہیں کیونکہ اس نے گو الٰہیت کا اقرار کیا مگر مسلمان اس لیے نہ ہو سکا کہ اسے ابھی رسالت محمدیہ ﷺ کا اقرار کرنا باقی ہے اسی آخری ایک چیز کا اقرار نہ کرنے کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہو سکا۔

دوسری مثال میں ایک شخص نے اقرار و تصدیق کی کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ وہ شخص اب بھی مسلمان نہیں ہو سکا کیونکہ اس نے محمد ﷺ کو گو برحق نبی جان مان لیا مگر اس کی غلطی یہ ہے کہ اس نے نبوت کی تصدیق کی رسالت کی تصدیق نہ کرنے پر مسلمان نہ ہو سکا "و کنت نبینا کان آدم بین الماء و التین" بقول حدیث رسول مقبول ﷺ وہ اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی اور پانی میں گل سڑ رہا تھا گویا سابقہ انبیاء پر ایمان اللہ کو معبود ماننے کے بعد انہیں نبی تسلیم کرنا ہوتا رہا لیکن محمد ﷺ محبوب خدا کی امت کو ان کے رہنمائے ہدایت محمد بن عبداللہ کو نبی جاننے ماننے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کا تسلیم کرنا ضروری ہے سابقہ انبیاء کی امتوں کو کورس وسلیبس ان کی ضرورت اور امتحان کے مطابق رہا، جبکہ نبی آخر الزمان کا مذہب جزوی اور وقتی موقت نہیں ہے دائمیت کے لیے آفاقی ہے مختصر مجمل نہ رکھنے کی وجہ سے بہتات سے تفصیل کا حامل ہے اس کا کلی ہونا ہر فرمان و مکان انس و

Marfat.com

جان کے لیے ہونا ہے نبوت رسالت میں عمومیت سے موجود ہوتی ہے ہر رسالت نبوت کی خصوصیت میں نہ ہونے کے برابر ہے واحدانیت کا تعلق نبوت سے ہے، اور حدیث اور توحید کا تعلق رسالت سے ہے جو شان تشبیہ ہے یہ نبوت سے نہیں اس لیے الہیت معہ رسالت کی تصدیق کو توحید کہیں گے ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ باری تعالیٰ نے ذریات آدم سے جو اقرار لیا تھا، وہ توحید کے لیے نہ تھا ،وہ اس خدا نے اپنی ربوبیت کے اقرار کے لیے لیا تھا۔

اب ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہنے پڑھنے ذکر کرنے والا مراتب رسالت سے ناواقف و ناآشنا ہو کر بھی پھر انجانے میں لاشعوری طور پر محمد ﷺ کے مبارک نام کے ساتھ لفظ ''رسول'' ادا کر کے رسالت کی تصدیق کا عمل کر لیتا ہے، سو اس کو ایمان حاصل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز قیامت شفاعت رسول کا حقدار بنا دوزخ سے نجات پا لینے میں کافی ہوگا کیونکہ اس اقرار و تصدیق سے وہ مسلمان ہو چکا مومن بننے کے لیے اسے مدارج رسالت اور مراتب رسالت کی پاسداری کرنا مزید ہوگی ایمان میں اضافہ کرنا ہوگا جس کا انحصار صرف اور صرف رسالت مقدسہ پر ہے۔

ایک مثال قابل غور ہے شاید مطالعہ فہمی میں کچھ مدد دے کر کام آئے وہ یہ ہے کہ ایک آدمی دل ہار بیٹھا کیا اس کا دل اس کے جسم سے نکل چکا، نہیں اسی کے جسم میں موجود ہے کام کرنے سے پہلے اس نے کہا میرا ایک دل کہتا ہے کہ میں یہ کام کروں مگر دوسرا دل کہتا یہ ہے یہ کام مت کرنا مضر ہے مصیبت میں ڈال دے گا میں کس کا کہا مانوں اور کس کا کہا نہ مانوں۔ سوچتے سوچتے ایک وقت آیا اس نے وہ کام کر لیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کے جسم میں دو دل ہیں جبکہ ہر ذی روح میں ایک دل کا ہونا ہی فطرتی اصول ہے اس امر سے اس کے جسم میں ایک دل ہے مگر وہ کہہ رہا ایک دل مجھے روکے ناکارہ کم ہمت بزدل (بکری کے سے دل

Marfat.com

کا مالک) بنا رہا ہے کام کرنے سے باز رکھ کر ذلیل و رسوا نااہل سے اہل کار نکما بنانے کو تیار تھا، مگر دوسرے دل نے مجھے کام کا جوش وخروش دیا جذبہ دیا مجھے شیر دل (شیر کے دل والا) بنا دیا میری ذلت رسوائی جاتی رہی میں نااہل سے اہل کار نکما فنان ہوشیار کاریگر ہو گیا مجھے یہ بتائیں کہ جب وہ کام کرنا نہیں چاہتا تھا خود میں طاقت محسوس نہیں کرتا تھا بزدل تھا جب اس نے ہوش حواس قائم کیے جوش ملا جذبہ سے اس نے وہ کام کیا اس کو تحسین و داد ملی راحت اور خوشی سے پھولے نہ سمایا یوں سبھی نے اس کو شیر دل کہا بہادر دلیر جانا دو دل تو کوئی بھی نہیں رکھ سکتا نہ کسی میں دو دل ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فعل سے پہلے فاعل میں ایک ہی دل تھا اور کام کرتے وقت اور کام کرنے کے بعد بھی ایک ہی دل رہا تو کیا اس نے کام کرنے سے پہلے والا دل کسی طریقہ سے کسی جگہ کسی ماہر سے، کام کرنے کے لیے اس کو تبدیل کرانے کو شیر کا دل سینے میں رکھوالیا نہیں یہ بات بھی ہرگز کبھی نہ ہوئی اور نہ ہونے کی توقع ہے۔

معاملہ صاف ظاہر ہے دل یکتا کا ہر مالک رائے اور تخیل میں ہاں یا نہ پر اختیار رکھ سکتا ہے وہ تصدیق یا انکار میں صرف اور صرف ایک ہی رہتا ہے ایک اعضاء رکن یا فرد کو لڑائی کے لیے دوسرے کا میسر آنا ضروری ہے دل ہر جسم کا ایک حصہ ہے جو اس میں موجود ہے حیات میں بھی اور ممات میں بھی جسم کا جزو ہے، جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو جسم کے تمام اعضاء ناکارہ شل اور مردہ ہو جانے پر اس شخص کے جسم کو عبداللہ کہنے کی بجائے عبداللہ کی لاش کہیں گے اس کے جسم سے جب روح نکل گئی اس کے عمل کا فعل میں رہنا بند ہو گیا۔ اب بھی اس کے جسم میں دل موجود ہے مگر وہ محو شغل و عمل نہ ہونے کی وجہ سے دل دل نہ رہا کیونکہ عمل جاتا رہا ہے دل بیدل ہو گیا۔

ایک شخص کو بڑے دل والا کہا گیا وہ سخی دیالو رؤف و رحیم عفو و درگزر سے کام

Marfat.com

لیتا ہے ایک دوسرا شخص چھوٹے دل کا مالک بخیل کنجوس اور کمینہ ہے کسی کی مدد نہیں کرتا کسی کا ہمدرد و غمگسار نہیں کسی کا پرسان حال نہیں خود غرض ہے خود پسند ہے گویا پہلے والا ایک نیک تھا، اور دوسرے والا ایک بد برا رہا۔ ان دونوں کے دلوں کو کس ترازوں میں تولا گیا جس سے بڑا یا چھوٹا کم یا زیادہ کا تصور ملا ظاہراً ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی ہوسکتا ہے جیسے چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ایسے ہی ایک جسم میں دو دلوں کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

پریشانی اور بیماری میں کسی سے شنید ملتی ہے کہ وہ کہہ رہا ہے میرا دل گھٹ رہا ہے عارضہ اور بیماری میں دل بڑھ جاتا اس صورت میں وزن گو کہ زیادہ ہوسکتا مگر اور اس کی تخیلاتی کیفیت میں گھٹنے بڑھنے سے کوئی کمی واقعہ نہیں ہوتی اس ساری تحریر سے مثال سے یہ واضح ہوا کہ دل گھٹا جو گھٹ کر حقیقت میں کم نہیں ہوا، اس میں جرات ہمت کی کمی محسوس کی گئی جب جذبہ و جوش سے دل بڑھا تو اس کیت اور مقدار وزن میں اضافہ نہیں ہوا حقیقت جیسا تھا ویسا ہی رہا کسی بزدل نے شیر دل بننے کے لیے کبھی دل کو چینج یا تبدیل نہیں کرایا کسی میں بھی دو دلوں نے لڑائی نہ کی نہ ہوئی اور نہ ہی ہو گی ہر ایک جسم میں دل ایک ہی ہوتا ہے ایک رہتا ہے ایک ہوتا رہے گا گویا اس کی حیثیت میں کم ہونا یا زیادہ تعداد میں ہونا ہرگز نہیں۔

ایمان کے گھٹنے بڑھنے کم یا زیادہ ہونے سے یہ مثال میں دل دل ہے کچھ اور نہیں ایسے ایمان ہے تو ہے اس کو کمی یا زیادتی سے سروکار کا واسطہ نہیں مضبوطی غیر مضبوطی کمی و نااہلی میں بھی اس کا وجود قائم رہتا ہے تخیل اور فعل کے فرق سے بھی اس کے وجود کی مقدار جسمانی طور پر نہیں بڑھتی تو پھر اس کے گھٹنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تخیل جتنا بھی ہو کم ہوتا کیونکہ یہ جسم و تول میں نہیں آتا ایمان کا تعلق اعمال سے نہیں بلکہ تعلق سول روح اور تخیل سے ہے اس لیے اس کی مقدار وزن میں نہیں ہو گی کہ گھٹنے بڑھنے کا اندازہ ہو سکے واللہ اعلم بالصواب خدا بہتر جانتا

Marfat.com

ہے۔

آپ اپنی مالی حیثیت ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔آپ کو دولت کی ضرورت ہوگی اس کے حصول کے لیے آپ کو ایک لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا وہ کہاں سے کس سے اور کس قدر میسر ہوسکتی ذرائع وسبب تلاش کرنا ہوں گے ایسے ہی حصول ایمان کے لیے آپ نے سوچا آپ کو معلوم ہوا کہ لفظ رسول کے اقرار سے یہ میسر آیا حاصل ہوا سو رسالت کے مراتب سے جس قدر زیادہ واقفیت ہوگی اس قدر اس کا زیادہ حصول ہوگا۔ دولت ایمان جو تولی نہیں جا سکتی پختہ وقوی ہوگی اس کا پن بڑھاپن بڑھاؤ ہے۔ جس کی پختگی کا نہ ہونا عدم وجود کا ثبوت نہیں اور نہ ہی ہونے کا انکار ہے، جمہوریت میں ووٹروں کی تعداد کو گنا جاتا ہے۔ ان کے وجود کا اقرار تسلیم ہے اس کے وزن کو نہ تولا جاتا ہے اور نہ اس حساب سے جانا جاتا ہے یہ کس وزن تک پہنچ گئے بس گنتی ہوتی ہے ووٹر پہ گو عمر کی قید بالغ رائے دہی کی وجہ سے مگر کبھی یہ قدغن نہیں لگتی کہ اگر وہ وزن میں کم ہو یا اس کا وزن اس قدر زیادہ سے زیادہ ہو تو اس کا ووٹ کا حق جاتا رہے گا نہیں ہوگا ضائع ہو جائے گا ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ 35 کلوگرام وزن کا فرد ووٹ دے سکتا ہے جبکہ 280 کلوگرام وزن کے شخص جو آٹھ گنا وزن زیادہ رکھتا ہے کا بھی ایک ہی ووٹ ہوگا۔ ایک سے زیادہ گنتی وشمار میں نہیں آئے گا ایسے ہی علم کے کم یا زیادہ ہونے پر ایمان میں یعنی ایمانی وزن میں کمی یا زیادتی کی بات بھی اس کے وزن پر گھٹاؤ یا کم ہونے کے متعلق نہیں ہوگی اسی مثال سے ایک عالم فاضل یونیورسٹی کا چانسلر کسی جامعہ کا شیخ یا کم علم بلکہ جاہل فرد ایمان لانے میں ایماندار کہلائے گا۔ ایمانی قدر وقیمت کے لحاظ سے ان کا وزن برابر تسلیم ہوگا، جیسے وزن جزو شمار ووٹ نہیں علم کم یا زیادہ ہونے پر بعد ایمان ایماندار کو بے ایمان نہیں کہا جا سکتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعمال جزو ایمان نہیں بوقت ایمان ایمان لانے والا مراتب رسالت کو جانے بغیر

Marfat.com

ایمان لاتا ہے جس میں فاسق فاجر اور پارسا و نیک دونوں مساوی ہیں یہ سمجھ لینا کہ نیک اعمال سے ایمان بڑھتا ہے صرف ایک خوش فہمی ہے۔ ایمان دار ایمان والا رہتا ہے اس کا ایمان بڑھوتری سے ناقص ہے اور اگر ہے کی بجائے نہیں ہے وہ بالکلیہ خارج از ایمان ہو گا مسلمان نہیں مرتد و مردود کہلائے گا۔

جس طرح سے مراتب و درجات الٰہیہ کلمہ میں ہیں، اسی طرح سے کلمہ طیبہ میں مراتب رسول درجات رسالت بھی موجود ہیں اس لیے کلمہ کے دو حصے کر کے غور کریں آپ میں واضح طور پر سمجھ بوجھ پیدا ہوگی۔ کہ

لا الٰہ الا اللہ		محمد رسول اللہ میں
1۔ جز اول میں بارہ حروف ہیں	اور	1۔ اس جز دوم میں بارہ حروف ہے
2۔ تکرار کی وجہ سے یہ حروف بارہ ہیں جبکہ الٰہ تین حروف اصلاً الٰہ کے ہی ہیں		2۔ بارہ حروف کی تعداد میں م ح د ر س و ل ا ہ نو حروف ہیں م دو بار اور ل تین بار استعمال ہو کر نو سے بارہ ہوئے
3۔ یہ پہلا جز شان تنزیہہ کہلاتا ہے		3۔ یہ دوسرا جز شان تشبیہ کہلاتا ہے
4۔ پہلے حصے کے اس جز میں "الٰہ" صفتی نام ہے		4۔ اس دوسرے جز میں "رسول" صفتی نام ہے
5۔ اس میں "اللہ" اسم ذات ہے		5۔ جبکہ اس میں "محمد" اسم ذات ہے
6۔ الٰہ "اللہ" سے مشتق ہے لفظ الٰہ اللہ کے حروف "ا ل ل ہ" "ا ل ہ" موجود ہے۔		6۔ لفظ "محمد" میں موجود حروف م ح د ہیں لفظ رسول کے "ر س و ل" حروف میں الگ ہیں
7۔ الٰہ اور اللہ کے فرق کو سمجھنا حق معبود ہے جس کے سر عبد معارف الٰہی سے دور رہتا ہے		7۔ محمد رسول کے الگ الگ لفظوں کے مدارج اور معانی کو سمجھنا تشبیہہ کے راز اور سر کو جاننا ہے
8۔ اللہ کے چار حروف اربعہ مراتب ہیں اشیاء سے نفی فرار لے کر اللہ کی معیت رائے اس کا اثبات حاصل کرنا ہے جس کے چار ذات صفات افعال اور اسماء ہیں		8۔ لفظ رسول کے بھی چار حروف ہیں گویا یہ اربعہ مراتب کا ہی حامل ہے جس کی اشیاء سے نفی کر کے محمد ﷺ کی ذات میں اثبات کرنا ہے جو خلافت امانت رسالت اور شفاعت پر مبنی ہیں۔

Marfat.com

9۔ اللہ سے حرف اوّل الف الگ کرو تو للہ اللہ کے لیے پھر پہلا لام دور کرو تو لہ اس کے لیے پھر لام دور کرو تو "ہ" "ھو" "اس" کی ضمیر یا معنی حروف میں لفظ ملتا ہے ہر صرف اپنی جگہ یا معنی لفظ ہے۔

10۔ اللہ کے یکے بعد دیگرے تمام حروف کے الگ ہونے سے باقی ماندہ لفظ با معنی رہتا ہے۔

9۔ محمد سے پہلی میم الگ کرنے سے لفظ حمد ملتا ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں اسی سے محمد اور حمد بنا ہے میم کے بعد "ح" کو الگ کرنے سے "مد" رہ جاتی ہے مد سے بھی میم کو الگ کر دو تو "د" دال دلالت کے معنوں میں یک حرف لفظ بنا ملتا ہے۔ ہر جز و اور حرف با معنی ہے۔

10۔ محمد ﷺ کے حروف کو ایک ایک کر کے الگ کرو تو باقی ماندہ بھی با معنی لفظ رہتا ہے۔

"انا من نور اللہ و کل شیء من نوری" میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر شے میرے نور سے ہے بقول اس قول و حدیث رسول ﷺ ہر شے اللہ کے بعد اللہ کے نور جز و محمدی ﷺ سے ہے گویا اللہ سب میں اپنی قدرت اور ربوبیت کے فضل و کرم سے معیت کے اعتبار سے ہے، جسمانی اعتبار اور تخلیق کے لحاظ سے نہیں ہے خدا کی ذات خالق ہے وہ تخلیق پر خود قادر ہے کسی سے پیدا ہونے کو مخلوق کا مکلف نہیں ہے جیسا کہ کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کا "الٰہ" محمد رسول اللہ میں معیت کے اعتبار سے موجود ہے، لیکن نور کے بعد محمد ﷺ اور رسول کا اشیاء میں شمار ہونے کی وجہ سے ذات کے ہونے کے باوجود بے ذات یعنی بے وجود خدا کے ساتھ ذات میں تخیل و حلول نہیں یہ قرب بلا اتصال ہے اسی کا خیال ہو کھنا توحید ہے معبودیت حق سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حق نہیں حتیٰ کہ محمد ﷺ کا بھی نہیں خدا کی ذات صفات افعال اور اسماء میں حقیقتاً ذات الٰہیہ کے علاوہ کسی اور کا حق ہر گز نہیں دوسرے حصہ میں کلمہ طیبہ کے لیے محمد رسول اللہ کے اللہ سے عطاء رشدہ ودیعت کے خلافت، امانت، رسالت اور شفاعت کا حق حق مصطفےٰ و حبیب خدا ہے ذات تخلیق میں کسی اور کا حق نہیں جیسے معبودی اعتبار سے اللہ کی ذات ہے ایسے ہی تخلیقی

Marfat.com

اعتبار میں یہ اربعہ عناصر اعتبارات کے حصہ میں رسول ہونا محمد ﷺ کا حق ہے کسی اور مخلوق کا حق نہیں حقیقی اور مجازی میں فرق ہے حقیقی استعارہ مستعار ہونے کی وجہ سے معطی سے عطاء خوردہ ہے اسے حقیقی ہرگز شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے مجازی میں اس کے حقیقی ہونے پر خدا پر نظر رکھنا ہوگی حقیقت صرف خدا ہے باقی سب مجازی تخلیق میں ہیں موقتی مخلوق ہے۔

کلمہ پڑھتے وقت مسلمان جب ''لا'' کہتا ہے تو نفی کرتا ہے کہ اللہ کے سوا ذات صفات افعال اور اسماء میں کوئی شئے نہیں ایسا کہنے سے شئے باقی نہیں فنا ہو جاتی ہے اصل ذات اللہ نظر میں رہتی ہے اسی نفی کے باوجود اگر ان اعتبارات کو کسی شئے سے منسوب کر دیا تو یہی شرک ہے، جس سے بچنے کی توحیدی راہوں پر ''لا'' سے فناء کی راہ پر چلنا ہوگا۔

جیسے ''لا'' کہنے سے مخلوق کو حق معبودیت نہ دے کر آپ نے حق اللہ کا اثبات کیا صرف خدا کو عبادت کے لائق تسلیم کیا، اس کے علاوہ سب کی نفی کی بالکل اسی طرح ہے کلمہ گو کے ذہن میں رسالت کے اعتبارات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی ''لا'' کا تعلق کلمہ کے دوسرے حصے سے بھی ہے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' واور حرف عطف کے بغیر ہونے کی وجہ سے ایک ہے محمد رسول اللہ پر بھی ''لا'' سوائے کا تعلق ہے محمد ﷺ ''انسان'' کے علاوہ مخلوق میں کوئی محمد رسول ﷺ کے سوا کوئی محمود و مقام کے لائق حقدار نہیں ہے گویا لا الٰہ اللہ کی طرح لا محمد الا محمد رسول اللہ کہنے کے بغیر سمجھنا اور اقرار کرنا ہوگا۔اعتبار رسالت کی ہر شئے سے نفی کر کے محمد ﷺ کی ذات میں اثبات کرنا ہوگا گویا کوئی شئے آپ ﷺ کی ہمصر برابر مساوی نہیں ہے آپ ﷺ کا مرتبہ کائنات میں سب سے افضل و اعلیٰ سب پر فائق ہے رحیم و کریم و رؤف و شفیق ذات دوسروں سے بالاتر رتبہ میں اعلیٰ درجہ ترمیم میں غلاموں کی مولیٰ غریبوں کی ملجا و ماویٰ ہمدرد و غمگسار خود محتاج نہیں ہوتی

Marfat.com

دوسروں کے لیے کفیل و ساز گار ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود کے کلام میں ارشاد فرمایا "وما ارسلنك الا رحمت اللعالمین" کی دلیل بنا کر بھیجا اور انہیں تمام مخلوق سے الگ اور منفرد کر دیا اب اگر کوئی ان کی اس خصوصیت کو عمومیت سے مخلوق کی ہر قسم میں شامل کر دے تو یہ عدل نہ ہوگا ظلم اور غصب کہلائے گا رسول کو شئے سے منسوب کریں تو یہ بھی الحاد ہوگا خود کو خدا کہلایا کہلوانا ہی الحاد نہیں کیونکہ اعتبارات رسول کو غصب کر کے اس کا حق چھین کر کسی دوسرے کو دینا بھی الحاد ہی ہے۔

اعتبارات الٰہیت کے ساتھ اعتبار رسالت کو جان سمجھ کر ان کی تصدیق کرنا ایمان ہے، اس فعل امر کو اللہ قبول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب تک روئے زمین پر ایک بھی کلمہ گو ہے وہ قیامت نہیں لائے گا جبکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''من قال لا اله الا الله دخل الجنة'' جس نے کہا اللہ کے سوائی کوئی الٰہ معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوا یعنی ہو گیا۔

کلمہ طیبہ کا اقرار اور اس کی تصدیق جاننے سمجھنے اور علم و دانش سے متعلق ہے، اس کے لیے لازمی ہے درست علم ہو کیونکہ غلط علم کے باعث عمل بھی غلط ہو سکتا ہے اس لیے علم کو فوقیت دی گئی نبی علیم و فہیم یسین راز دار الٰہی اور محرم راز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ''آپ میں سے عالم کو عابد پر یوں فضیلت حاصل ہے جیسے تم ادنیٰ پر میری فضیلت ہے۔''

کلمہ طیبہ میں جو علم پوشیدہ ہے۔ اس کے سری مکتوم راز کو جاننے کے لیے پہلے الٰہیت کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ زندگی میں بندگی کا اسی پر دارومدار ہے اگر یہ نہ سمجھ سکیں تو عبادت کا سارا عمل کردار و افعال ضائع جانے کا یقین ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت آپ نے لا الہ الا ھو خالق کلی شیء فعبدوہ ''نہیں ہے کوئی الٰہ معبود سوائے اس کے جو ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے پس اس کی بندگی کرو'' کوئی بار پڑھا ہوگا مگر اس کے معنی پر غور نہ

Marfat.com

کیا ہو گا اس کو سمجھنے کی کوشش کریں اس آیت مبارکہ کے تین حصے ہیں نمبر ایک لاالٰہ الا ھوا نمبر دو "خالق کلی شیء" نمبر تین 'فعبدوہ" ان میں آخری تیسرے حصے کو پہلے سمجھنا ہو گا۔ بندگی کرنا لازمی ہے مگر جس کی بندگی کرنا ہے اس ذات کے مراتب حق پہلے جان سمجھ لو تا کہ بندگی کما حقہ، غلطی کے بغیر صاف مصفا اور شرک کے بغیر ادا ہو سکے۔ اب اس آیت کے پہلے کو دیکھیں جس میں تذکرہ ذکر ہے نہیں کوئی الٰہ سوائے اس کے یہاں پر لفظ اس کے لیے اشارہ و دلیل ملتی ہے کہ کوئی ذات الٰہ ہے اب آپ دوسرا حصہ کہ وہ کیوں معبود ہو سکنے کے قابل ہے پر غور کریں ساری چیزیں اسی نے پیدا کیں آخری تیسرے حصہ کے شروع میں "ف" حق معبودیت بوجہ "خالق کل شیء" سے ثابت ہوا کہ بس وہی عبادت کے لائق ہے "ف" تو پھر یا بس فقط کے معنی میں استعمال ہوا گو پھر "وہی عبادت کے لائق ہے سو" اسی کی عبادت کرو عبادت کرنے سے پہلے اللہ کو حق بندگی سے مستحق جان لیا گیا تو عمل درست ہو گا اگر نیت غلط ہوئی تو اچھا عمل بھی ضائع ہو گا نیت درست کی وجہ سے کوئی عمل سرزد ہو جائے جس کے نتائج کچھ اچھے نہ بھی ہو تو بھی آخرت میں پکڑائی نہیں ہو گی آپ حسن ظن جو کریں طہارت ہو گی سوء ظن سے یا کبازی میں نجاست اور بغاوت رہے گی۔

Marfat.com

ضرورت وحاجت مؤجد وخالق

عالم اسباب اور اس مستعار دنیائے آب وگل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایجاد کرنے کی طاقت وسوجھ بوجھ دی بہت سی چیزیں جو اوائل عالم ابتدا میں نہ تھیں اپنے فوائد کی وجہ سے انوکھی ومتنوع خادم نظر آتی ہیں ان کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں جس کے زمرے میں بے شمار وان گنت اشیا کو بیان کرنا اور گننا مشکل اور دقت وتحریر کے باعث دوبھر رہے گا۔

لیکن پھر بھی مثال کے لیے ریل گاڑی، ہوائی جہاز، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سائیکل، موٹر سائیکل، کار اور گاڑی وغیرہ قسم کی چیزیں کسی انسان کی بنائی ہوئی بہت فائدہ مند نظر آ رہی ہے۔ ان کی سروس اور حرکت سے کسی کو انکار نہیں ان سب کی ایجاد میں کسی نہ کسی موجد کی ذہنی دسترس اور قابل علمیت کے ہم مرہونِ منت ہیں۔ انہوں نے ان کے بنانے میں ہر ضروری اور احتیاطی کل پرزوں کا خیال رکھا اس کو چلانے کے لیے پاور طاقت اور قدرت دی وہ خواہ گیس، تیل، پیٹرول، ڈیزل یا دست وپا سے کسی قسم کی بھی تھی اسے چلنے کی قوت دینے میں کامیاب ہوئی ہر اک اپنی نوعیت میں اپنی جگہ مختلف شکل وصورت کی حامل ان اشیاء کے بنانے والے کو ہم خالق نہیں کہیں گے کیونکہ ان لوگوں نے پہلے سے موجود شدہ اسباب وذرائع سے فائدہ لیا انہیں کیے ہوئے کو ملا جلا کر متناسب مقدار کی آمیزش سے کام لے کر ان کو فعال بنایا ان کی خوبصورتی اور ان سے مفید فائدہ لینے کو یقینی بنانے کے لیے ہر سال پہلے سے زیادہ اچھا کارگر اور مفید ماڈل ڈالا بنا

Marfat.com

ان میں استعمال شدہ چیزوں میں اضافہ کیا گیا گویا ان کی سہولیات سے مفید ہونے کو ان میں آلٹریشن تبدیلی و اضافہ سے بغرض ضرورت اضافہ و ترمیم کی غور و خوض سے نقائص اور خرابی کو دور کیا اپنی بنائی ہوئی چیز پر یا ان موجدوں کی بنی ہوئی چیزوں کو خرید کر وہ ان کے مالک آقا ہوئے، سو ان کو ان کی خدمت کرنا تھی وہ کرنے لگیں ان کا حکم ماننے میں سرکش و بغاوت نہیں کر سکتی تھیں لہٰذہ وہ باغی نہیں کہلائیں بلکہ سعادت مندی سے خدمت میں رہ کر وفادار رہیں۔

ان کی ضروریات کو پورا کرنا ان کے مالکان کے لیے بہت اہم رہا ضرورت کو پہلے سے پورا کیا جیسے ترسیل فیول (Fuel) و پانی غذا کے طور پر اور چلنے کو اس قسم کی نوعیت سے ٹائر ٹیوب اور ہوا و مضبوطی کا خیال پہلے سے کیا کل پرزوں کی ٹوٹ پھوٹ اور گیس گسانی کے بعد ان کی مرمت اور یا تبدیلی سے ان کو دوبارہ کارگر کام میں آنے کے قابل بنایا، گویا بیماری میں ان کا علاج کیا تا کہ وہ دوبارہ ٹھیک ہو کر صحت یابی سے کام کریں جن کی غرض طلب میں انہیں بنایا گیا تھا۔ اس کو ٹھیک رہنے کی ایک مدت معیاد رکھی گئی گویا یقین تھا کہ بنائی ہوئی چیز خراب بھی ہوگی اور ایک وقت آئے گا کہ یہ بالکل ناکارہ ختم ہو جائے گی یعنی زندگی لینے کے بعد موت کا شکار ہوئے کام چھوڑ دے گی گویا اس کے اعمال کی دنیا ختم ہو جائے گی اسے پھینک دیا جائے گا، جو مدفون ہو کر نظر بھی نہ آئے گی حالانکہ اسے گلا سڑا یا پگھلا ڈھلا کر کسی اور شکل میں لایا جائے گا۔ اس کا پہلا وجود نہیں رہے گا یہ بات اٹوٹ ہے جس نے ان کو ایجاد کیا وہ بنانے والا ٹھہرا بنا کر وہ ان کا آقا و مالک ہوا ان کی ضروریات پورا کرنے کی وجہ سے وہ ان کا حاجت روا ہوا ان کو قوت دینے کی وجہ سے اس پانی بجلی یا گیس تیل ڈیزل کی صورت میں ان کی خوراک کا خیال کیا گیا گویا تغذیہ سے وہ ان کا رزاق ہوا وقتاً فوقتاً ان کی خرابی اور توڑ پھوڑ میں ان کی مرمت کرنے لگا یا کروانے لگا اس صورت میں وہ ان کا مسیحا و معالج صحت و درستگی

Marfat.com

دینے والا ہوا وہ چیزیں اس کی محکوم ہوئیں اس کی مرزوق رہیں ایسے حق سے وہ اس کی وفادار و طالع فرمان ہوئیں اپنے آقا و مالک کی مرضی و منشاء نے اس کا حکم ماننا ان کا فرض تھا سو انہوں نے اسے پورا کیا جنہوں نے خرابی ڈالی اس سے ناراض ہو کر مالک نے نکال باہر توڑ پھوڑ دیا یا اسے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ چھوڑ دیا۔

دوسری مثال میں چوپائے چرند پرند گھر میں رکھے گئے۔ یہ جانور جو خریدے اور پکڑے یا شکار کیے گئے اور پالے گئے کی ضروریات صحت اور خوراک کا خیال رکھنا ان کے مالک کا فرض عین ہے۔ ان کی دیکھ بھال یا قیمت خریدنے کی صورت میں ادا کرنے کی وجہ سے اُن پر مالکانہ حقوق ملے آپ انہیں آزاد چھوڑ دیں پنجرے میں قید رکھیں کھلا رکھیں حتیٰ کہ آپ انہیں ذبحہ کر کے کھا جائیں آپ پر کوئی جرم نہ ہوگا بلکہ ان میں سے کچھ خاص جانور اپنی وفاداری کی وجہ سے آپ پر جانثاری کے باعث اپنی جان پر خود کھیل جاتے ہیں آپ کی عزت نفس و حیات پر آنچ نہیں آنے دیتے۔

ایسے ہی آپ نے باہم دوستی میں تعلقات کے معیار و اطوار اور شعار و طریق سے خود کو ہمدرد و غمگساری اور تعاون مدد میں اور افسر و حاکم میں ارباب اختیار ہونے کی وجہ سے کیسا نام کمایا۔ اس میں آپ پہلی دوسری مثال میں چسپاں رزاق مالک آقا رہے ہیں تیسری مثال میں حاکم آمر قوام ہونے کی صورت میں جابر قاہر ظالم دشمن بھی کہلانے کے مرتکب ہوئے جبکہ اچھی فطرت سیرت کی وجہ سے آپ نے رحم کیا رحیم کہلائے آپ نے کرم کیا کریم کہلائے آپ نے تعاون کیا آپ معاون کہلائے، آپ نے شفقت کی آپ شفیق کہلوائے آپ نے رافت سے کام لیا آپ رؤف کہلائے آپ نے مدد کی آپ مددگار کہلائے غرض جس قسم کی آپ میں خوبی تھی آپ کو اسی نام سے پکارا گیا اچھا کام کیا تصویر بنائی مصور ہوئے صنعت کو عروج دیا صنعتکار کہلائے شعر کہے شاعر ہوئے مضمون لکھے کتاب لکھی

Marfat.com

ادب پروری کی وجہ سے ادیب کہلائے، کام و کردار خراب کی صورت میں غلط کاری کے باعث آپ کو ایسے نام سننا پڑے جو آپ کو پسند نہیں تھے آپ عناد کی وجہ سے عنید حسد کی حاسد و حسید ظلم کی وجہ سے ظالم، ستم کی وجہ ستم گر کہا کسی نے اچھائی دیکھی تو ان ناموں کی بجائے آپ کو رشید حمید سعید محمود طاہر اطہر نیک سخی پارسا متقی نہ جانے کتنے اچھے ناموں سے مستفید ہونے سے آپ کو شہرت و تشہیر دی جبکہ برائی کی وجہ سے یا برائی کی تشہیر و شک سے آپ مختلف ناموں سے بدنام ہوئے جن میں آپ کے القاب اچھے نہ تھے۔

آپ مخلوق سے تعلق رکھتے ہی نہیں مخلوق بھی ہیں آپ کو دیگر مخلوق پر بلکہ باہمی طور پر مابین انسان بھی چلتے وقت قدرت نے صاحب اختیار کیا جس میں آپ نے عدل کیا یا نہیں اختیار سے متجاوز ہوئے یا نہیں اس کی صورت میں آپ کے کردار و اعمال کی جزا و سزا ہے جو دنیا میں بھی ملتی ہے، اور آخرت میں بھی ملے گی جیسے آپ نے اپنی زندگی میں اپنے علاوہ دوسری چیزوں اور مخلوق سے حق دینے اور دوسروں کے جو حق آپ پر فرض تھے وہ پورے کیے حقوق العباد کی ادائیگی سے کام لیا یا نہ لیا آپ کے متعلق یہ کردار آپ کی زندگی میں کس قدر عمل دخل سے کام لیتا ہے، جبکہ آپ کی اپنی زندگی مجازی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں آپ کا بھی خالق مالک رب ہے۔ اس کی آشنائی ایسے ہی آپ پر فرض ہے اس کے تعلق کردار کی روشنی جو اس کے حقوق، حقوق اللہ بنتے ہیں اسے بحیثیت انسان خالق حقیقی کے حق ادا کرنا بہت ضروری ہیں کس قدر انگشت مقام و امکان اعتبار سے قدرت خداوندی آپ پر رحیم و کریم وکیل و کارساز رہتی ہے کیوں اس کی انوار و انعام کی بارش رہتی ہے اس کے صلہ میں حق سبحانہ تعالیٰ آپ سے کیا مانگتا ہے وہ خالق اپنی مخلوق اپنی مِلک سے تصرف رکھنے کی وجہ سے رزاق اپنی مرزوق تخلیق کو رزق دینے کی وجہ سے حیات موت کے دور میں ہر ضرورت پوری کرنے کی وجہ سے تمام تر ذرائع اور

Marfat.com

اسباب حیات کماحقہ مہیا کرنے کی وجہ سے خود کہتا ہے۔ "خلق کل شی ء لا الـہ الا اللہ انا" چنانچہ "فعبد فی" ہر چیز کا وہی میں خالق ہوں میرے علاوہ کوئی ایسا معبود نہیں پس میری فقط میری عبادت کرو۔

انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی عبادت بجبر اکراہ کرتی ہے کسی میں سرکشی کی تاب ؤ طاقت نہیں مگر انسان میں خیر وشر ہونے کی وجہ سے اختیار میں فرق ہے اس کے اندر کا شیطان اسے غرض طلب کی وجہ سے جن سے مقاصد ملے انہی کو اپنا خدا سمجھ کر انہیں کی عبادت میں لگ گیا حالانکہ وہ سب مجازی کیفیت سے تھے۔ اس کی عقل سوچ پر پردے پر وہ حقیقت آشنا نہ رہا علم کے باوجود ابو جاہل ہو گیا اصل تخلیق کار خالق حقیقی کی بجائے ہاتھ کے گھڑے بتوں کو جن کو ضرورت پوری نہ ہونے پر توڑ پھوڑ سکتے تھے یا ہاتھ سے بنے ہوئے بتوں کی شکل میں بسکٹ بنائے جب بھوک لگی تو ان پوجنے والے پجاریوں نے اپنے ہی خدا کو کھا لیا۔ ایسے ہی موجد خالق نہیں، اس لیے کہ اس نے خدا کے بنائے ہوئے اسباب و ذرائع سے کسی چیز کو بنایا اس کے بعد کسی دوسرے نے پرانی چیز کو جدت دے کر تجدید کیا۔ اور پہلے سے بہتر چیز بنا ڈالی جو چیزیں ساخت میں تھیں وہ اویل ایبل موجود مہیا تھیں اور بہتر سے بہتر ہونے کی وجہ سے مماثل اور تشبیہ میں مشابہ تھیں۔ مادہ کی موجودگی پہلے سے تھی جن سے مؤجد نے اس کی صنعت میں صنعتکاری کی جبکہ اصل صانع د خالق و فالق د فاطر نے جب کن کہا تو اسباب ذرائع تھے ہی نہیں خود سے خود ہی ضروریات کے مطابق ہر چیز مادیت میں درست ہو کر "فیکون" سے وجود میں آ گئی، جو کہ پہلے سے قطعاً موجود نہ تھی ہر چیز کی تخلیق میں کن سے پہلے جو فیکون کا عمل ہے اس کا خالق حقیقی کے ارادے سے متعلق ہونا ہی کافی ہے بناوٹ کا مرحلہ میٹریل اسباب سامان و اغراض کا مرہون منت نہیں جب ہم کسی چیز کے مکلف ہوئے بہت سی قوت و سامان کے محتاج مقصود چیزوں کو بنانے کے لیے

Marfat.com

مختلف مشینوں کے بھی محتاج ہوئے لیکن خالق حقیقی کو وکیل و کارساز ہونے کی وجہ سے خود کی کفالت خود ہی سے حاصل ہے۔ وہ محتاج نہیں نیاز مند صمد ہے نوازتا ہے خود کسی سے نیاز حاصل نہیں کرتا اس میں یہ فطرت جسے فطرت کہنا بھی غلط ہے قدرت اس کی ذاتی ہے وہی خالق کل شیء ہے مالک حاکم رزاق ستار، غفار، وہاب، مصطفٰی، کریم و رحیم ہے جو اس کے صفاتی نام ہوئے صفت کس سے موصوف ہے گویا ذات کے بغیر نام قرار نہیں پاتے ایک ذات میں کئی صفات ہو سکتی ہیں اور اس کے کردار عوامل کے اعتبار پر اس کے ہی کئی نام ہو سکتے ہیں مگر صفات سے اس کی ایک شخصیت کو ایک الگ علیحدہ مفروض و تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ آپ کی اپنی ذات کئی رشتوں میں مختلف نام پاتی ہے آپ کے منصبی عہدہ سے آپ کے مدارج کے مطابق آپ کا نام آپ کے کردار کے مطابق آپ کے اچھے نام یا کمی خرابی کی وجہ سے برے کئی القاب بنتے ہیں تو کیا آپ کی ایک شخصیت گویا کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ایک کی بجائے سینکڑوں شخصیتوں میں آ چکی نہیں ایسا نہیں ہوا آپ ایک فرد منفرد تھے واحد اور ایک رہے، جبکہ آپ کے نام کردار و اعمال کی وجہ سے بے شمار بھی تھے۔

ایسے ہی ذات باری تعالیٰ جو اصلاً ایک ذات ہے۔ اللہ ہی کئی صفاتی اسماء کی وجہ سے متصف صفت ذات ہو کر ایک ہی ذات رہے گی کئی ایک ذاتوں کا مجموعہ نہ ہو گی جبکہ توصیف و خوبی اور صفت کی وجہ سے اس ایک کے ہی کئی نام ہو سکتے ہیں مگر یہ صفت کے اعتبار سے اس ایک کو زیادہ مقدار میں نہیں لے جا سکتے حقیقتاً وہ یکتا منفرد ایک واحد اور واحد الاحد احد ہی ہے۔ اس کا کوئی عصر مساوی برابر اس سے بڑا یا چھوٹا کوئی نہیں ذات میں اسے واحد لا احد ہی کو ایک ہی جاننا ماننا ضروری ہے۔ آئینے کے سو ٹکڑوں میں آپ ایک رہ کر سو دکھائی دیے تو کہا آپ سو تھے نہیں سو عکسوں میں آپ کی ایک ہی ذات تھی جو سو ہو کر بھی ایک ہی رہی۔

Marfat.com

دو مثال میں چاند ہزاروں جگہ منعکس ہو کر بھی ایک ہی رہے گا جبکہ سورج لاکھوں کروڑوں عکس میں منعکس ہو کر کروڑوں کی جگہ ایک ہی اصلاً حقیقت میں ہوتا ہے۔

اثر فعل سے حرکت کی سرزدگی ہوئی تمثیل میں جو صورت پیدا ہوئی، وہ عمل کا نتیجہ تصویر سے مصور، کرسی بنانے والا بڑھئی کارپنٹر بنا مصور کو نجار نہیں کہہ سکتے اور نجار کو لوہار یا مصور نہیں کہتے جس قسم کا فن فنکار سے عیاں ہو گا اسے اسی کی مناسبت سے اصل نام کی جگہ کوئی دوسرا نام دیا جائے گا۔ جو صفاتی اور قائمقام ہو کر بھی اصل نہیں ہے اور نہ ہو گا۔ زید بکر عمر کی جگہ انہیں خزانچی تقسیم کار یا نائی دھوبی کہنے سے وہ اصل میں وہی رہیں گے۔

چنانچہ پتہ چلا کہ دنیا میں رہنے والا تخلیق کار اصل میں خالق نہیں ہے موجد ہے، جو استعمال کی چیزیں بنا سکتا ہے مگر خدا کی طرح سے ذی روح انسانوں حیوانوں اور دیگر جانوروں کی طرح کوئی چیز نہیں بنا سکتا بلکہ جمادات و نباتات کو بھی بنانے اور تخلیق کرنے سے قاصر ہے، پھر وہ خالق حقیقی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو اپنی تخلیق کی موجودگی کو قائم رکھنے کے لیے قادر قیوم ہے، اس کو پالنے پوسنے میں ربوبیت سے رب نام پاتے ہوئے سب کا پروردگار ہے پالنہار ہے صفیت صفت ہے اصل ذات نہیں جب بلا کسی صفت کے ذات کا تصور ہو گا تو اس کا مقصود ذات ذات الٰہی ہے اللہ ہے جس کے لیے اس نے خود ہی فرمایا "لا الٰہ الا ھو خالق کل شیء" اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے ہر چیز کو پیدا کیا (یہ ولادت عدم سے قدم ہے جبکہ ایجاد قدم سے قدم میں ہی رہتی ہے) پس پھر اسی کی عبادت کرو کیونکہ وہی خالق و مالک و رزاق قیوم قائم ہے جو چیزیں رزق کھاتی نظر نہیں آتی ہیں وہ چیزیں بھی قیوم سے قائمیت کے لیے قوت لے کر گویا رزق کھا کر لے کر ہی قائم رہتی ہیں اگر قائم ہونے کے لیے قیوم کی قدرت تغذیہ

Marfat.com

کے لیے کارگر نہ رہے تو نظام تعطل اختیار کر کے ختم ہو جائے سو قدرت کا قادر و قیوم وحی یعنی حی قیوم ہونا فاطر ازل خالق کل خالق شجر و حجر و نباتات و جمادات مختلف توصیفی نام کے باوجود واحد الاحد ایک ذات ذات اللہ ہی اصل ذات ہے، جو موجدوں کا بھی خالق ہے، پیدا کرنے والا ہے پھر وہی تمام ضرورتیں بھی اپنی مخلوق کی پوری کر لینے کی قدرت رکھتا موجد کو اپنی ایجاد کے کارگر کرنے کے لیے مادہ کے علاوہ دوسروں کی مدد لینا مجبوری ہوتی ہے موجد خود کی ذات میں خود کفیل نہیں سو ضرورت و حاجت پوری کر دینے کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ قادر مطلق خالق اکبر کے برابر کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

آثار واثرات سے اوصاف وصفات اور اسماء

پچھلی بات چیت اور تحریر و عبارت سے خالق حق کے کچھ آثار پائے نظر آئے ان کو دو قسموں میں لیا جائے گا جو ان ناموں سے موسوم ہے۔

1۔ آثارِ ذات 2۔ آثار صفات

ایسے اثرات عوامل کو کردار و اشکال جن کے دیکھنے سے کسی ذات کا تصور ذہن میں آئے، جیسے آنکھ، ناک، کان، دانت اور بال وغیرہ ان کے علاوہ استعمال میں رہی ہوئی دیگر چیزیں اعضاء، جوتی، ٹوپی، کرسی، رومال وغیرہ آثار ذات کہلائیں گے، مگر یہاں پر ذات کے آثار کی بات ہو رہی ہے، جو وجود سے پاک ہے اس لیے سارے کے سارے آثار آثار صفات ہی ہوں گے۔

آثار صفات وہ کہلائیں گے جن کے نظر آنے سے صاحب آثار کی پوشیدہ خوبیاں اور اس کی قابلیت عیاں و اجاگر ہوتی ہے جیسے کسی مورتی کو دیکھ کر سنگتراش اور تصویر دیکھ کر مصور کا خیال آتا ہے دیوان میں گو منظر کشی نظارہ تخیل میں آجائے یہیں پھر سینری نظر آنے پر مصور یا فوٹو گرافر کا تصور نہیں آئے گا فوراً الفاظ کا فقرات میں جادو جگانے والا سخنور شاعر نثار ادیب کی جگہ ایک شکل میں متشکل نظر آئے گا یہ آثار صفات کہلانے والی چیزیں صفات کے ظہور کا رزلٹ اور نتیجہ ہوئیں۔

مورتی، تصویر اور دیوان اثر فعل ہوئیں اثر فعل فعل نہیں ہے اور نہ ہی صفت ہے اس کو سنگتراش مصور اور شاعر نہیں کہا جا سکتا یہ ذات نہ ہوئی اور نہ ہی صفت

Marfat.com

سے موسوم ہو گی کیونکہ مورتی بنانے کا فن آنا تصویر بنا لینے میں مہارت ہونا اور شعر کہنے کی اہلیت اور قابلیت کی صفت کا ہونا ہوا تو مورتی بنانے والا سنگتراش تصویر بنانے والا مصور شعر کہنے والا صاحب دیوان کہلایا یاد رہے کہ وہ صاحب دیوان سے دیوان نہیں ہے مورتی الگ ہے اس کا سنگتراش الگ مصور الگ ذات ہے اور مصور کی ذات الگ ہے، ایسے ہی شاعر الگ ہے اور اس کا لکھا شاعری کا دیوان الگ حیثیت میں جدا ہے۔ یعنی عامل عمل نہیں ہو گا عمل اور عامل دو الگ الگ و منفرد رہیں گے۔

مورتی میں اس کے سنگتراش کی صفات نہیں ہوتی ہیں، تصویر میں مصور کی خوبیاں اجاگر وعیاں نہیں ہوتیں گویا نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی دیوان میں شعر گوئی سخنوری کی خوبی بذات خود موجود ہو سکتی ہے۔

صفات کا ذات سے جدا ہونا الگ ہونا محال و مشکل ہے، اور یہ آثار فعل ہیں ذات کا فعل سرایت نہیں کر سکتا ہے جبکہ مورتی تصویر اور دیوان دیکھنے سے چار چیزوں کا پتہ چلتا ہے کہ ان کا بنانے والا کوئی تو ہے جس کے یقین سے کوئی ذات تو ذہن و خیال میں ضرور آئے گی دوسرے نمبر پر وہ ذات ان کے بنانے کچھ کر لینے کے فن سے ضرور متصف ہے جس کی وجہ سے اس ذات نے ان کو بنایا گویا ان کا بنانے والا صاحب قوت ہے چوتھے نمبر پر اس کو جیسی چیز اس ذات نے بنائی اس کی مناسبت سے اسے نام دیا گیا جس کی وجہ سے وہ سنگتراش مصور یا شاعر کہلوایا۔ لیکن سارے آثار جو گنتی میں شمار ہوئے صفات ہونے کی وجہ سے غیر ذات ہوئے اصل ذات نہ ہو سکے کیونکہ وہ خود ان سے الگ ہے الگ رہے گی۔

* اسمائے الٰہیہ یوں ہی کائنات میں موجود چیزوں کی مناسبت سے قدرت کی صفات میں ظہور پانے کی وجہ سے ظاہر ہوئے گویا تمام آثار آثار صفات ذات ہوئیں ہر مظہر کا مظہر ظہور کے لیے جدا جدا اور الگ الگ ہے مظہر احتیاج مند

Marfat.com

ضرورت مند کو مُظہر حاجت روا کی ضرورت پوری کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے مُظہر کی تجلی کے بغیر مَظہَر میں تجلی پیدا نہیں ہوتی اس کا ظہور نہیں ہو پاتا۔ مظہَر کی تجلی اپنے مُظہِر کی رب پالنہار پروردگار کہلاتی ہے۔ ایک مظہَر پر دوسرے مُظہر کی تجلی نہیں ہوتی ہر مَظہَر کا تعلق اپنے مظہر سے الگ ہوتا ہے جس تجلی سے مظہر اپنے مظہر کی حاجت روائی کرے گا اسی کی احتیاجی مناسبت سے رب کا وہی نام قرار پائے گا ایک خاطی خطا کار اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا محتاج ہے گنہگار مَظہَر ہو گا صفت بخشش سے غفاریت ظہور پائے گا اس لحاظ سے گناہ معاف کرنے کی تجلی سے گنہگار متجلی ہوا گناہ معاف ہوئے چنانچہ مَظہَر گنہگار کا مُظہر غفار و غفور ہوگا۔

اس میں عفو و درگزر معافی کے لیے رزاقیت اور ستاریت کی تجلی نہیں ہوتی بلکہ غفاریت کی تجلی ملتی ہے کیونکہ عبد کو اپنے معبود سے غفاریت کی تجلی چاہیے تھی، رزاقیت اور ستاریت کی تجلی اسے درکار نہ تھی چنانچہ اسے غفاریت کی تجلی ملی گناہوں سے بخشش ہوگئی تو اس صورت میں اس کا مظہر غفار ہوگا اگر عیبوں سے ندامت کی وجہ سے چھپانا ضرورت ہو تو غفار کی بجائے ستار کو پکارنا ہوگا ایسے رزق روزی کے لیے رازق اور رزاق کو پکارنا ہوگا گویا ضرورت کے مطابق معطی کو پکارنا ہوگا عطا تو معطی سے ہی ملے گی، اسی ایسی مثالوں سے باری تعالیٰ کے وجود کی بجائے اس کی قدرت سے ضرورت و احتیاج پوری ہوئیں وہ اپنے معروف ننانوے ناموں کے علاوہ بھی لغہ زبان مکان کے تغیر کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں ناموں سے پکارا جانے کے باوجود ایک ہی ایک رہا ہر الگ مظہَر کی ضرورت پوری کرنے کی وجہ سے اس کی مناسبت سے الگ مُظہر کے نام سے پکارا جانے لگا بتایا جا چکا ہے کہ صفت اصل ذات نہیں گویا تمام اسمائے الٰہیہ صفاتی نام اصل نام اللہ کی جگہ نہیں ہوں گے ہر اسم صفاتی خدا کے ذاتی اسم اللہ کی جگہ نعم البدل اصل مکان پر نہیں ہے۔

Marfat.com

تجدد اور امثال

تجدد کے معانی بار بار وقت بدلنے پر نئی صفت سے ہمکنار ہونا ہے باری تعالیٰ نے خود قرآن سورہ رحمٰن آیت نمبر 29 میں فرمایا "کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ" ہر روز نئی شان اور آن ہے۔ تصوف کی اصطلاع میں اس کی تعریف کچھ اس طرح سے ہے "تجلی کو تکرار نہیں اور حقیقت کو انقلاب نہیں" حقیقت چینج تبدیلی اور انقلاب سے پاک ہے حقیقت بدل نہیں سکتی تجلی یکبارگی ہوتی ہے بار بار رک رک کر نہیں ہوتی مکرر کی کیفیت سے پاک رہتی ہے۔ اس سلسلے میں صوفیائے کرام میں تضاد پایا جاتا ہے کوئی تکرار کو تسلیم کرتا ہے اور کوئی اسے ماننے سے ہی انکار کرتا ہے۔

ہمارا سانس لینا بعض مشائخین کے نزدیک اطباع روح حیوانی کی مانند ہے جسے مثالی کہا جاتا ہے جو ہر وقت نئی ہوتی ہے دوبارہ وہی نہیں ہوتی اس کے تغیر کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے تجلی کو تکرار نہیں مکرر کی آرزو و خواہش بیکار رہتی ہے مفید نہیں ہوتی ایک دفعہ روح نکل گئی جس مثالی جسم سے روح باہر نکل جائے وہ نام سے پکارے جانے کی بجائے اس نام کا مردہ کہلائے گی پہلے وہ زید تھا اب زید کی لاش رہ گئی تجلی کے مثال میں آنے سے بقاء پیدا ہوتی ہے، اسی روح کے قفس عنصری سے پروازی کا نام فنا ہے یہ فنا و بقاء جب تیزی سے ہونے لگتی ہے تو اسے احساس کرنا مشکل ہوتا ہے، لگتا ہے وہی چیز برقرار رہی گویا بقاء ہی بقاء ہے فنا احساس میں نہیں رہتی.......... اعتراض ہے کہ اب جب ہر آن فنا ہو رہی ہے تو قاتل کے

Marfat.com

مقتول کو قتل کرنے کے بعد اس کی جو فناء ہوئی اس پر اس کو جرم کی سزا کیوں دی جائے پہلا انسان قتل کرنے سے فنا ہوا اور دوسرا فنا کے عمل کے تحت خود ہی فنا ہو گیا اس سلسلے میں اب مشائخین کرام کا فرمان یہ ہے کہ فناء و بقاء سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں آتا انسان کی وہی کیفیت رہتی ہے جو پہلے تھی وہی بعد میں رہی یہی وجہ ہے قول و کہاوت صادر ہوئی کہ ''حقیقت کو انقلاب نہیں'' اس فنا و بقا کی مثال یوں دیتے ہیں لوہے کی تار کے سرے پر کپڑے کا گولہ بنا کر اسے آگ لگا دیں اب اس آگ کے گولہ کو تار کے ذریعے گھمائیں تو گولہ کی جگہ خود کی جگہ مختصر نہ رہی وہ گولہ دائرے میں گول آگ کا گول لگنے لگا دکھائی دیا آگ کا گولہ جہاں سے شروع ہوا تھا، اس کے بار بار اس جگہ پر آ جانے سے تیزی کے ساتھ دائرے میں گھومنے سے گولہ اپنی چھوٹی سی کیفیت حیثیت کی بجائے بڑے دائرے میں نظر آیا اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جانا تیزی کی سے فنا و بقا کا امتزاج باہم ہوا چھوٹا نظر آنے کی بجائے بڑا اور وہ بھی دائرہ نظر آیا۔

''تجلی و روح کی مثال میں اسی طرح تیزی سے آنا جانا انسان کو مارتا اور زندہ رکھتا ہے'' اس امر کی مثال عمل تنفس سے ہے پھیپھڑوں کے ذریعے جب سانس اندر داخل ہوا بقاء ملی حیات ہوئی جب یہی سانس کی ہوا جسم سے باہر نکلی تو عدم ہوا کی وجہ سے فنا کے اجزاء میں ممات ملی موت واقع ہوئی گویا اس مثال سے مثالی انسان ہر لحہ مرتا رہا اور جیتا بھی ان میں یہی فنا و بقا تجدد امثال کہلائی سانس کے عمل سے حیوان و انسان یا ہر ذی روح میں اس عمل کا جاری و ساری رہنا تسلیم ہوا کیونکہ بے جان اشیاء اس لحاظ سے محدود ہو جانے پر تقاضہ ربوبیت سے باہر ہوئی لگنے لگیں، یہ تو غلط ہوا نباتات اور جمادات شجر و حجر بے نیاز ہوئے جبکہ رب عظیم کی ربوبیت سبھی کے لیے ہے فقط ذی روحوں کے لیے ہی فقط ہیں ملائکہ پر ایمان رکھنا اسلامی نظریہ میں ضروری ہے یہ بھی کھانے پینے سے مبرا ہیں ان کی اولاد نہیں نہ ہی

Marfat.com

یہ کسی باپ دادا کی اولاد کن کے امر سے فیکون میں اور قیوم کی وجہ سے قائم ہیں تکرار سانس کی ان کو ضرورت نہیں۔

ایک گروہ کی سوچ تدبر سے ان کے خیال میں یہ معلوم ہوا کہ "ہر لمحہ لحظ قہرا حدیث سے فنا ہوتی ہے اور نفس رحمانی کی وجہ فنا غائب ہو کر بقا کو جگہ دیتی ہے اسی کو "**تجدد امثال**" کہتے ہیں۔

گویا اَحدیت کی وجہ سے مخلوق ختم ہوتی ہے رحمانیت کی وجہ سے عطا پا کر وجود میں آتی ہے یہی فنا و بقا کا سلسلہ اس قدر تیزی سے جاری رہتا ہے کہ مخلوق ہر وقت موجود نظر آتی ہے۔ اگر شان ربوبیت کی ایسی تجلی فعال نہ رہے منقطع ہو جائے تو آن واحد میں مخلوق فنا و معدوم ہو جائے اس دوسری سوچ سے یہ مسئلہ حل ہوا، اگر ایسا سرزد فعل صرف انسان کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا ساری مخلوق پر ہر نوع میں اطلاق ہوتا ہے۔

اب ایک اور سوال پیدا ہوا تیزیٔ فنا و بقا سے مخلوق نظر آتی ہے۔ یہ نظر آنے بقا کی بجائے معدوم نظر نہ آ کر فنا کیوں ہو جاتی، جاننا ہو گا کہ وہ کون سی طاقت ہے جو مخلوق کو موجود رہنے پر ہی مجبور و پابند رکھتی ہے لٹو لیجئے اس پر ایک جگہ سرخ نشان لگا دیجئے اس کو ہاتھ سے رسی کی مدد لے کر زور سے میز پر گھمایئے لٹو کے گھومتے رہنے کی تیزی میں لٹو پر لگا نشان آپ کو دائرے میں نظر آتا ہے جب وہ لگاتار مسلسل سرخ دائرہ ہی نظر آئے حالانکہ خالی جگہ تھی مگر بقا تواتر و مسلسل دائرے میں نظر آتی رہی نشان کو سامنے سے ہٹا ہی نہیں اس کے ہٹنے اور غائب ہونے سے فنائی ہوئی مگر ایسا نہ ہونے کی وجہ سے بقا میں وہ نشان ہر آن باقی رہا۔

پیچھے آگ کے گولہ کی مثال دی گئی غور و خوض سے معلوم ہوا کہ آگ کا گولہ اپنے ہی مرکز پر جلتا رہا جب وہ گردش سے دائرے کی صورت میں گھوما تو جس جس جگہ و مقام اور درجوں سے گزرتا رہا جلتا ہی گیا جلتا ہی رہا، یہاں تک کہ وہ سفر کر

Marfat.com

کے اپنے مرکز پر جہاں سے چلا تھا وہیں پر آتا رہا پورے چکر میں وہ بجھا بھی نہیں اور جلا ہوا نظر آتا رہا مرکز کو چھوڑ کر آگے بڑھا تو اس کا مرکز اس کے لیے فنا ہوا دوبارہ جب وہ مرکز پر عود آیا لوٹ آیا تو اس کے فنا کو فنا ہوئی اس کی بقا کو بقا ملی گویا اس مثال میں یہ فنا و بقا آگ کے گولے کی نہیں مرکز کی ہوتی رہی آگ کا گولہ تو ہر مقام پر ہر حالت میں باقی رہا اس کو مرکز سے ہمکناری بار بار ملتی رہی مرکز پر لوٹ آنے سے مرکز کا حصول سے اسے بقا دیتا رہا۔

اگر کائنات کی بقا و فنا اسی طور پر تسلیم کر لی جائے تو کس اعتبار سے اس کا مرکز تسلیم کیا جائے گا وہ کونسا ہو گا، اس پر کس طاقت کی نظر ہو گی جس کی تجلی سے کائنات کی فنا و بقا کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک تیسرا گروہ مسئلہ ''تجدد امثال'' کی کچھ اس طرح سے وضاحت کرتا ہے کہ ''اللہ سبحانہ تعالیٰ کی صفت کے ظہور کو تجلی کہتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز اس سلسلے میں اس کے حصول کے لیے خدا کی محتاج ہے۔ وہ حاجت روا محتاج کی حاجت روائی کے لیے اپنی تجلیات کا سلسلہ ہر آن جاری و ساری رکھتا ہے جو ہر وقت ہر آن نئی نئی ہوتی ہیں ان کی بھرمار میں وقفہ و تعطل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اصول یہ نکلتا ہے کہ ''تجلی کو تکرار نہیں'' وہی پہلے جیسی تجلی دوبارہ نہیں ہوتی صفات کی تجلیات رک نہیں سکتیں کیونکہ اگر صفت کی تجلی رک جائے گی تو صفت ناقص عدم توصیف ہو گی باری تعالیٰ خود نقص و زوال سے مبرا پاک ہے۔ اس کی ذات مطلق کی طرح اس کی صفات بھی مطلق ہیں صفات مطلقہ کی تجلیات جس وقت جس آن شئے سے متعلق ہوتی ہیں اسی آن غیر متعلق ہو کر جو عمل دہراتی ہیں وہی فنا و بقا کہلاتی ہیں اتنی تیزی سے متعلق و غیر متعلق وابستہ و غیر وابستہ ہونے کے باوجود تسلسل جیسے متواتر رہنے کی وجہ سے بقا حقیقت موجود رہتی ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ''حقیقت کو انقلاب نہیں'' جو ایک سچ ہے۔

Marfat.com

گویا یہ جماعت گروہ بہت حد تک تجدد امثال کو سمجھ لینے میں راہ راست پر رہا، پھر بھی ان کے نظریہ فعال میں پوشیدہ خاصی جگہ نظر سے اوجھل رہی جسے اعتراض کناں اس انداز سے ظاہر کرتا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کی صفات مطلقہ کی تجلیات بغیر تعطل و بلا وقفہ ہر شئے سے متعلق ہوتی ہیں ان کا متعلق ہونا ظہور صفات کہلاتا ہے اسی سے تمام مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے اور سلسلہ ہر آن جاری و ساری رہتا ہے جس کی ایک خاص صفت کی تخصیص نہیں ساری صفات کا ظہور ہر آن جاری رہتا ہے۔

سوال: اگر اس پر یقین کر لیا جائے تو اس کا تسلیم کرنا بھی یقینی ہو گا کہ باری تعالیٰ کی ایک صفت غفاریت بھی ہے، جس کی وجہ سے وہ غفار کہلاتا ہے۔ یہ تجلی بھی ہر آن جاری رہتی ہے جس لحہ انسان سے گناہ سرزد ہوا تو اسی آن اس کو غفور نے بخش دیا وہ گنہگار نہ رہا تو پھر مرنے کے بعد دوزخ میں گناہگاری کی بنا پر مورد عذاب کیوں ٹھہرایا جائے گا، بلکہ دوزخ کا وجود ہی کیوں ضروری ہوا۔ اس پر یہ واضح ہوا کہ تجدد امثال کو سمجھنے کے لیے صفات باری تعالیٰ کو مزید سمجھنا بے حد ضروری ہے ورنہ صحیح راہ کا پانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو گا۔ اب سے پچھلے ابواب و سطور میں آپ پڑھ چکے کہ باری تعالیٰ نے کائنات کو بنایا اور اس میں اپنی ساری مخلوق کو بن مانگے ان کی ضروریات کو پورا کیا جن صفات کو اس امر میں دخل تھا۔ ان کی تجلیات ہر آن نئی نئی ہوتی رہیں انہی کے بارے میں کلیہ تسلیم ہوا کہ "تجلی کو تکرار نہیں" ان کا تعلق ربوبیت سے ہے۔ اس خدا کو اپنی مخلوق کی پروردگاری کرنا ہے مخلوق خود سے چاہے یا نہ چاہے۔ وہ شغل رب باری پالنہار کرتا رہتا ہے۔

مگر اس کے برعکس کچھ احتیاج کو پورا کرنا مخلوق کی اپنی مرضی اور منشاء اور غرض و طلب پر موقوف ہے ایسے ان کی طلب دعا و التجا کو پورا کرنا یا نہ کرنا باری رحمت یا باری حکمت کی

Marfat.com

خواہش سے زیادہ دے دے ضرورت سے کم دے یا پھر التجا کو کسی بہتری کی وجہ سے رد کر دے مانگ کے مطابق دے یا نہ دے، باری تعالیٰ اگر ان کی حاجت کو پورا کرنا نہیں چاہتا تو اس صورت میں سائل پر تجلی نہیں ہوتی ایسی تجلی کے ہونے نہ ہونے سے حقیقت مخلوق میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا ''حقیقت کو انقلاب نہیں'' کا یہی مطلب ہے یعنی حاجت روائی میں جزوی تعطل سے کلی سلبیت پر اثر نہ پڑنے سے حقیقت قائم رہی بڑی نہیں اور نہ ہی گھٹی یا ختم ہوئی۔

۞

Marfat.com

نکتۂ عرفان

فعل کی حقیقت کو حرکت کہتے ہیں۔ ایک حرکت کی دو نسبتیں ہیں حرکت کی پہلی نسبت مخلوق کی طرف ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں۔ دوسری نسبت خالق کی طرف ہے اس کو فعل کہتے ہیں۔ اس میں فعل کی حقیقت اور اصل ''قوت'' ہے جبکہ کسب کی حقیقت اقتضاء ہے جس کا خود اللہ ہی خالق ہے فرمایا خالق نے ''واللہ خلقکم وما تعلمون'' ''اللہ نے آپ کو پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو'' یہاں اعمال کا مطلب انسان کا کسب ہے بندہ ہر چیز کو اپنی ملک جائیداد سمجھتا ہے۔ اس میں مالکیت کی سمجھ بوجھ اور ادراک موجود ہے ایسے ہی اسے خود کی فاعلیت کا ادراک بھی ہے، اسی بنا پر وہ ہر فعل کو اپنی ہی قوت کے سبب سے طاقت سے سمجھتا ہے لیکن خالق کل شیء سے مالکیت اور حاکمیت کی جس طرح خود سے نفی کی گئی ایسے فاعلیت کی بھی نفی ہونا بھی ضروری ہے۔

کسب اور فعل میں کیا فرق ہے اس کو سمجھ لینا انسان کے لیے بہت ضروری ہے کسب فعل کا محتاج ہے اور فعل انسانی منشا و رضا کے زیر اثر ہوتا ہے جیسے انسان کی منشا ہو گی کسب بھی اسی کے مطابق ہو گا گو یہ عین منشا ہے آپ ایک شخص سے عداوت رکھتے ہیں آپ اسے مارنے کو قطعاً پیار نہیں کریں گے کسب کا ظہور بغیر حرکت ممکن نہیں اور حرکت کے لیے قوت درکار ہے جو ہم میں موجود نہیں جب قوت بقدر منشا مل جائے گی تو ہاتھ پاؤں اٹھیں گے ہاتھ اٹھا کہ آپ ہاتھ سے مارنا چاہتے لات مارنے کو پاؤں اٹھایا پاؤں کو قوت ملی ہاتھ یا پاؤں کا اٹھنا کسب ہے

Marfat.com

قوت کا ملنا منشا کی وجہ سے ہوا تو فعل تحت منشا کہلایا جو قوت بہم پہنچ پاتی ہے۔ اس سے حرکت فعل ہے مارنے یا پیار کرنے میں فعل کی اپنی کوئی مرضی نہیں نہ ہی فعل کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ تم کسی کو مارنے قتل کرنے جا رہے ہو یا کسی کو پیار کرنے پھول پہنانے جا رہے ہو، جو تم کام کر رہے ہو وہ آپ کی منشا و مرضی ہے اور مرضی کے مطابق تمہیں قوت پہنچ رہی ہے۔ بس

بڑھئی نجار کے کام میں نجار اپنے ہاتھ سے جب آرے کو قوت پہنچاتا ہے تو آرے کے کسب سے لکڑی کٹ جاتی ہے، مگر جب وہ یہی قوت رندے کو دے دیتا ہے تو رندہ سے لکڑی کٹنے کی بجائے سطحی طور پر ملائم اور چکنا ہو جاتی ہے۔ ان دونوں میں کاٹنا یا چکنا کرنا کسب ہے اگر بڑھئی اپنے ہاتھ سے آرا چھوڑ دے اسے قوت بخشی نہ کرے تو کسب کاٹنے میں ظاہر نہیں ہوگا۔

اس مثال سے پتہ چلا کہ کسب محتاج فعل ہے، اور فعل منشا کے تحت ہوتا ہے جیسے آپ نے کاٹنا چاہا تو آرے سے لکڑی کٹی اور آپ لکڑی کو ہموار مساوی برابر چکنا کرنا چاہا تو وہ رندے کے ذریعے سے ملائم و چکنا ہوئی۔

"بندہ اپنے ارادے میں مجبور ہے اور کسب میں مختار ہے" العبد مجبورٌ فی الارادۃ و مختارٌ فی فعلہٖ باطنی اس بخشی ہوئی قوت کی دو قسمیں ہیں ایک سے کسب ظاہر ہوتا ہے، جو فعل انسانی ارادے میں مجبور ہے ارادہ ہی حقیقت میں منشا ہے جو علم کے نفس مجرد سے متعلق ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی چار اقسام ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس ملہمہ اور نفس مطمئنہ۔

منشاء: نفس مجرد کے کھلنے سے انسان میں چاہت یا خواہش پیدا ہوتی ہے انسانی قلب محل علم ہے جس میں اچھے برے ہر دو قسم کے علم موجود ہیں۔ نفس مجرد کے ابھرنے سے جب انسان میں خواہش پیدا ہوتی ہے تو چاہت نفس مجرد کی خواہش کی مناسبت کا علم اس سے متعلق کر دیتی جب یہ علم نفس مجرد کے متعلق ہوا تو یہ منشا

Marfat.com

بن جائے گا اس کے منشا بنتے ہی اچھائی یا برائی دونوں صورتوں میں نفس امارہ منشے پر غلبہ پا کر اپنی تحریک شروع کر دیتا ہے نیک کام ہونے جا رہا ہو تو نفس امارہ فاعل کو کام کرنے والے کو ورغلائے گا اس کے ذہن کو پراگندہ کرنا شروع کرے گا، اگر منشا ہی ایسی ہو جس کی وجہ سے وہ پہلے ہی برا کام کرنے کا سوچ چکا تو نفس امارہ اس کی تحریک میں مزید تقویت پیدا کرے گا منشاء سے فعل کے ظہور سے پہلے ہی نفس لوامہ کی ٹیسیں ضربیں لگنا شروع ہوں گی جس سے فرد و رجل میں بے قراری سی پیدا ہونے لگی وہ سوچتا ہے یہ کام کروں یا نہ کروں۔

نفس لوامہ کے روکنے ٹوکنے پر اگر وہ شخص اپنے کام سے باز آ گیا تو اس کی منشا کا بدل جانا بھی یقینی ہو جائے گا تو پھر نفس ملہمہ اپنا کام دکھانا شروع کر دیتا ہے اس باعث منشا چاہت میں بدل جانے کے بعد ''قاب'' میں اس کی اچھائی اور برائی کی تمیز اور فرق کھل کر سامنے آتا ہے، سوچتا ہے واقعی وہ کام برا تھا جسے وہ کرنے جا رہا تھا مگر کیا نہیں رک گیا اس طرح رکنے سے اس کے قلب میں نفس مطمئنہ کے اثر سے اس کو سکون حاصل ہو گا ان چاروں اعتبارات میں تمام عرصہ ارادہ اپنی جگہ ساکت رہ کر بلا سکتہ صرف منشا کو نظر میں رکھے رہ گیا۔

جب کوئی فرد نفس لوامہ کے روکنے ٹوکنے سے باز نہیں آیا تو ارادہ متعلق ہو کر منشا کو باہر کر دیتا ہے، فعل اپنا کام شروع کرنے کے لیے ہاتھ کو طاقت قوت بخشتا ہے کسب ظاہر قاتل نے قتل کر دیا۔

''لا تحرکہ ذرۃ الا باذن اللہ''

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا جب کوئی بھی حکم خدا سے اس کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرتا تو مقتول کے قتل ہونے میں رضا الٰہی شامل تھی، جب قتل بارضا ہوا تو قاتل کو قتل کی سزا کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے بندوں کو وعظ و نصیحت سے

Marfat.com

ہدایت دی، اچھائی برائی کیا ہے فلاں کام کرو فلاں کام مت کرو امر و نواہی کا انسان کو علم ہے نفس لوامہ کی لعن طعن سے روکنے ٹوکنے کے عمل پر کاربند نہ ہوا اسے خود سے بری ڈگر پر چلنے کا جو موقعہ ملا اس کی وجہ سے جیسا خدا نے اس کو بتا دیا سمجھا دیا کہ اس کی سزا ہے عذاب ہے لیکن وہ برائی پر تلا رہا برائی سے باز نہ آیا نہ رکا تو وہ اپنے جرم کے ارتکاب میں خود سزاوار ہوا، کسب و فعل کے لیے قوت دینا ربوبیت کے زمرے میں آتا ہے جس کی یاوری سے خدا کبھی بھی نہیں چوکتا منشا کے پیدا کرنے میں اور اس پر عمل کرنے میں خود مختار ہے۔ وہ اگر نفس مجرد سے غلط علم کی بجائے صحیح علم سے متعلق ہوتا تو وہ ارادہ قتل سے بچ سکتا تھا منشا پیدا ہو جانے کے بعد اس کے عین مطابق ظہور کرنے میں جو قوتیں درکار تھیں یعنی ارادہ اور فعل ان میں وہ مجبور ہے اور اللہ کا حکم فعل اور ارادے کی صورت میں انسان کے کسب کے ظہور کو قوت دیتا ہے۔

پھر سے کچھ آسان طریقے سے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو بے ہدایت نہیں چھوڑتا انبیاءؑ رسل ہدایت کے لیے آتے رہے، ان کے پیروکاران نے ان کے بعد اپنے ہم عصر ساتھیوں کو ہدایت کی روشنی سے نوازا غلط راستے پر چلنے کی سزا دتا دیب اور اچھے راستے پر چلنے کو جزا اور اجر و ثواب کے بیان رغبت دینے کی کوشش انبیاء و رسل نہ رہے مگر ان کے فرمودات کتابوں اور احادیث میں ملتے ہیں ناپید نہیں، پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کو لوح محفوظ پر محفوظ کر رکھا ہے، اور خود اس کے اپنے کلام کی روشنی میں امر و نواہی کا حکم موجود ہے اچھا برا راستہ بیان ہو چکا اچھے مفید راستے کے ثمر و بار اجر انعام بیان میں آ چکے برے راستے کے نقصان مضر نتائج سامنے رکھے گئے سابقہ عبرت آموز قصے کہانیاں خود ان کی اپنی زبان میں سنائے گئے کہ لوگ اس کی روشنی سے منور ظلمت کے اندھیروں سے نکل سکیں اس سب کچھ کے بعد اب انسان کو اختیار دیا کہ وہ کون سے راستے پر چلنے کا ارادہ رکھتا

Marfat.com

ہے، اس کی اپنی صوابدید پر مبنی ہے ہدایت دینے کے بعد اور ہدایت کے راستے دکھانے کے بعد اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے اس نے اگر شیطان کا وجود اپوزیشن رحمان رکھا ہے تو اپنی رحمانیت سے رحم و کرم کو سیدھے فطرتاً بھی دکھائے اور ہدایت دکھانے کو انبیاء مبعوث فرمائے کون سے راستے پر چلنا ہے دونوں میں کس راہ کو اختیار کرنا اس میں اللہ نے انسان کو اختیار دیا چنانچہ وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے اسی وجہ سے انعام و سزا کا مستحق ہو کر وارث جنت ہو گا یا داخل جہنم ہو کر کیے جرم کی پاداش میں دوزخ میں جلے گا جیسے اس خدا نے اچھے یا برے اس کو ماننے والا یا نہ ماننے والوں کے رزق کی ذمہ داری لی ہے ان کا رزق نہیں روکتا ایسے وہ رزق کے زمرے میں آنے والے تمام مراحل حیات میں ہر آن ہر قوت کی تجلی دینے سے ربوبیت کے امر کی ادائیگی کرتا کوئی نیکی کرے یا برائی کے کام کرے طاقت اسی کی ہے مگر منشا صاحب فعل کی اس کے ارادے کے مطابق پر ساری ذمہ مظہر کے کسب پر ہو جاتی ہے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا اگر یہ خود مقصد پورا نہیں کرتے تو اجر کی بجائے سزا کے مرتکب ہوں حیوان ناطق انسان کے علاوہ کسی مخلوق میں نبوت و رسالت کا امر مضمر نہیں اس لیے ان کو انعام و اکرام جزا و سزا کی ضرورت نہیں مگر انسان کو انہی مراتب کی وجہ سے اچھا یا برا سفر کرنا ہے۔

Marfat.com

تذکرۂ صفات باری

رب العزت کی صفات مطلعہ کے تعلق سے شیوخین میں بھی سخت اختلاف پایا جاتا ہے کچھ حضرات کی نظر بصر میں سبع صفات سات خوبیاں یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت، سماعت، بصارت اور کلام امہات الصفات ہیں، لیکن بعض نے ان کو مختصر کر کے تین حیات، علم اور قدرت پر انحصار کیا سماعت و بصارت کو ذریعہ علم میں سمعی و بصری معاونین میں گن لیا، اور ارادہ و کلام کو قدرت کے مددگار کی حیثیت میں تسلیم کر لیا جبکہ کچھ مشائخین نے ارادہ کو امہات الصفات میں داخل فرما کر قدرت اور کلام کو اس کا مددگار ٹھہرایا۔ صفات باری تعالیٰ کو انتزاعی بھی مان لیا جاتا ہے جبکہ انضمامی بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

کاملہ اور ناقصہ صفات: اللہ کی صفات کاملہ قدیم اور باقی تسلیم ہیں، جو صفات ناقصہ کی مشتاق ہیں، صفات ناقصہ بندے کی صفات ہیں جو موت جہل بیقراری اندھا و بہرا پن گونگا پن اور عجز و انکساری ہیں، اور بالقوت صفت کاملہ قابلیت لینے کے میلان میں رہتی ہیں۔

مثلاً زید کا مردہ پن حیات لینے کے لیے مشتاق ہے، اور بندے کے مردہ پن سے ظاہر ہوتے کو حیات مشتاق ہے یوں سب کے سب صفات ایک دوسرے کے مشتاق ہیں، انہی کے باعث زید سا بندہ اپنی کمی کو پورا کر کے معدوم سے موجود عدم سے قدم میں آ جاتا ہے سوال یہ ہے کہ بندے کی پیدائش سے پہلے ہی بندے کے صفات ناقصہ ظاہر ہو گئے؟ جواب یہ ہے کہ بندہ تخلیق سے قبل علم الٰہی میں ثابت

Marfat.com

ہوا جو معلوم کہلایا ثابت الذات مسلوب الوجود عاری صفات ہوتا ہے، وہ اگرچہ علم الٰہی میں ثبوت پایا مگر صرف علم کی صورت میں آجانے سے اسے ذات نہیں کہہ سکتے، جب تک کہ وہ علم سے خروج لے کر حیات سے متعلق نہ ہوا، اور فعل کی صورت میں صفات واسماء کے لیے قرار نہ پاسکا۔ ثبوت علمی کی حالت میں بھی مردہ پن اس کی صفت نہیں کہلاسکتی کیونکہ اس نے ابھی وجود حیات اور زندگی پائی ہی نہیں وہ صفات بالقوت اور قابلیت موجود سے یکسر خالی تھا۔

مردہ کی یہ تعریف ہے کہ ایک بار اس نے صفت حیات پائی۔ بعدہٗ اس صفت حیات سے خالی ومحروم ہوا پھر وہ مردہ کہلایا لیکن جس میں زندگی نہ تھی، اس نے صفات حیات کا ابھی مزہ ہی نہیں چکھا ہے اسے حیات دے کر اس سے حیات چھینی نہیں گئی وہ مردہ نہیں بے جان تھا بے جان رہا اور مردہ کی بجائے بے جان کہلائے گا۔

حمل کی صورت میں نطفہ ٹھہرا جو مضغہ لوتھڑا کہلاتا ہے ابھی اس میں جان ہی نہیں آئی اسے نکال کر ایک عمر رسید مرے ہوئے بزرگ کی لاش کے برابر رکھ دیں۔ اس وقت دونوں میں حیات جان نہیں ہے مگر بوڑھا شخص مردہ کہلائے گا اور جو ابھی بچہ ہی نہیں بنا لوتھڑا ہے وہ بے جان کہلانے کے جواز میں ہوگا گویا کوئی بھی مرے ہوئے شخص کو بے جان نہیں کہے گا اسے مردہ کہے گا جبکہ لوتھڑے کو بے جان کہا جائے گا کوئی بھی مردہ نہیں کہہ سکے گا بوڑھا حیات کا مزہ چکھ چکا ہے، اور بچہ کے لوتھڑے گوشت کے ٹکڑے میں صفت حیات کی بوتک بھی نہ تھی۔ اس لیے وہ بے جان کہلائے گا علم الٰہی میں بے جان اور محتاج حیات کی قابلیت کے ساتھ شئے ثابت تھی کہنا درست ہوگا مردہ پن کی صفت کے ساتھ علم میں ثبوت کو درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

ایسے شیوخ کا مقصد اگر حیات کی تمیز کرانا مقصود تھا تو وہ مثال میں ایسی چیز

Marfat.com

لاتے جن میں حیات نہ پائی جاتی ہو روشنی کی ضد اندھیرا، ہے جہاں روشنی نہ ہو وہاں اندھیرا ہوتا ہے اندھیرے کی تمیز اجالے سے اور اجالے روشنی کی تمیز اندھیرے سے ہوتی ہے اسی طرح بے جان کو دیکھ کر جان دار یعنی صاحبِ حیات کی تمیز ہو جاتی ہے، بے جان کا مطلب مردہ پن نہیں ہے اور جاندار کا مطلب بھی صاحب حیات بالروح نہیں ہے یہ دونوں حالتیں بالکل جدا اور الگ ہیں۔ دونوں میں واضح فرق ہے۔

اللہ کے اعتبار سے حیات علم، ارادہ، قدرت، سماعت، بصارت اور کلام کامل صفات ہیں بندے کے صفات میں موت جہل اقطرار عجز بہرا پن، اندھا پن اور گونگا پن کو ناقص صفات کیوں کہتے ہیں، بندہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے یہ بندہ کے لیے کامل ہی ہیں مگر خالق کائنات میں یہ نقائص نہ ہونے کی بناء پر ناقصہ کہلائیں گے۔

صفات کو ناقص یا کامل کہنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب دونوں میں ایک ہی قسم کی خوبیاں یا صفات نہ پائی جاتی ہوں تاکہ دونوں کا تقابل ہو سکے تقابل کے بعد ہی حکم صادر ہو سکتا ہے فلاں صفات میں کامل ہے یا فلاں صفات میں ناقص ہے، جو کامل ہے وہ کامل صفات کی وجہ سے ہے اور جو ناقص کہلایا کی سزا میں وہ ناقص صفات کی وجہ سے ہے جیسے دو برتنوں میں گھی رکھا ہوا ہے دونوں کو تقابلی جائزے میں دیکھ کر کہیں گے کس میں کم ہے کس میں زیادہ کونسا رنگت میں اچھا ہے کونسا رنگت میں برا ہے کس میں خوشبو تازہ ہے کس میں پران خراب کی باس و بو ہے۔

آپ اگر ایک برتن میں گھی رکھتے ہیں اور دوسرے برتن میں تیل رکھے ہوئے ہیں تو ان کا تقابل کیسے ہوگا آپ کس کو کامل اچھا اور کس کو ناقص خراب کہیں گے ناقص اور کامل کا اطلاق ایک نوعیت کی دو الگ الگ چیزوں پر ہوگا دو قسم کا گھی

Marfat.com

یا دو قسم کا تیل باہم ایک دوسرے سے تقابل میں تقابلی جائزہ کے لیے ہو سکتا جبکہ تیل اور گھی اشیاء میں الگ الگ ہیں ایسے ہی خالق کائنات اور کائنات کے افراد الگ الگ دو ذاتیں ہیں ان کا تقابل کیا معنی رکھتا ہے جو کہ ہمسر اور ہم عصر کے ساتھ ساتھ ہم نوح کا ہونا بھی ضروری ہے خالق اور تخلیق کا باہم تقابل نہیں ہو سکتا خالق کائنات کو تخلیق سے کسی سے تقابل میں لانے پر ذات الٰہی کی تنقیض نہیں جو ہرگز جائز ہے نہ ہو سکتی ہے بندے میں صفات ناقصہ ہیں عین ممکن ہے کہنا جواز میں ہے مگر حق تعالیٰ کی کسی صفات کو ناقصہ کہنا ظلم ہے غضب ہے اندھیر ہے سمجھ آئے یا نہ آئے قدرت کی قدریت پر کسی صورت میں حرف نہ آنے دو۔ سمجھ اور عقل سے وراء رکھی مان لو تسلیم کرلو۔

Marfat.com

امانت و رزاقیت اور اسباب

نائب اور خلیفہ میں اپنے آقا مالک و پیشرو کی خوبیاں اور اوصاف موجود ہونے ضروری ہیں لیکن خالق و مخلوق کے ناطے سے اللہ اور بندے میں ان صفات کی موجودگی کی نوعیت الگ مختلف ہے، بندے کے پاس ان کا ہونا مستعار اور امانتاً ہے، لیکن رب مکرم میں حقیقتاً ذاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی مِلک و امانت امانت کے طور پر بندے کے حوالے کرتا ہے چنانچہ بندہ کے حوالے آنے والی امانت اسے من وعن خود کے مرنے سے پہلے واپس کرنا ہوگی، اور ہاں اگر رب القادر کی مرضی ہو تو وہ موت سے پہلے بھی کسی وقت واپس لے سکنے پر قادر ہے قدرت رکھتا ہے۔ بندہ کو کوئی شکوہ یا گلہ نہیں ہوسکتا اس سے ثابت یہ ہوا کہ سبع صفات صرف اللہ کی امانت ہیں، امانت کیا ہے جاننے سمجھنے کے لیے باری تعالیٰ کے فرمان کے تحت ہمارے پاس ایک کسوٹی ہے۔

"بے شک ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی مگر انہوں نے ڈر کے مارے اسے قبول نہ کیا انسان نے جو بڑا ہی ظالم اور جاہل تھا اسے اٹھالیا"

معلوم ہوا کہ یہ سبع صفات امانت نہیں۔ باری تعالیٰ کے صاف اور واضع الفاظ سے پتہ چلتا ہے ڈر کے مارے امانت کو اٹھا لینے سے عذر کیا صرف انسان ہی نڈر نے اس امانت کا بوجھ اٹھالیا سو اس انسان کے سوا یہ چیز کسی اور کے پاس نہیں ہونا چاہیے، مگر ہم دیکھتے ہیں یہ سبع صفات جانوروں اور جنوں میں بھی پائے

Marfat.com

جاتے ہیں۔ اگر ان کو امانت تسلیم کر لیا جائے یہ غلط ہوگا ہاں ان کو جاندار مخلوق کے لوازمات کہہ لینا درست رہے گا کیونکہ بندگی کا یہی خاصہ ہے۔

جو چیز کسی کو امانت دی جائے اس کی واپسی سے اس امانتدار پر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیے وہ امانتدار اس امانت پر حق ملکیت نہیں رکھتا بلکہ امانت کے استعمال میں وہ تصرف و خرچ و استعمال کا حق نہیں رکھتا، اسے امانت کو جوں کا توں رکھنا فرض ہے امانت کو اپنی اصلی حالت میں برقرار رہنا چاہیئے۔ اس کی واپسی میں ترمیم و اضافہ دونوں غیر مروت رہیں گے وہ امانت دار امانت رکھنے سے پہلے جیسا تھا امانت چھن جانے اور واپس ہونے پر بھی ویسا ہی رہے گا ایسا نہیں کہ امانت چھن جانے سے امانت کا رکھنے والا ہی باقی نہ رہے۔ امانت واپس لوٹانے پر وہ ویسا ہی رہے گا جیسا امانت رکھنے سے پہلے تھا یا بعد میں ہوگا۔

چنانچہ کچھ شیوخ کے نزدیک ''انیت'' کو امانت قرار دیا گیا ہے، مگر یاد رہے کہ یہ بھی امانت نہیں ہے کیونکہ جو بھی چیز تخلیق ہوئی اس میں انیت ہے، اور وہ زبان حال سے خود کی ہستی کا اقرار کرتی ہے ایک کنکر بھی کہتا ہے کہ وہ یعنی کنکر ہوں کسی نے عشق محبت باہم کو امانت قرار دیا یہ ورثہ انسان ہونے کے ساتھ ساتھ جنوں اور جانوروں میں بھی موجود ہے جانور باہم عشق کرتے ہیں جن بھی عشق کرتے ہیں نوع انسانی سے عشق میں زیادہ فاعل ثابت ہوئے ہیں۔

بعض لوگوں نے خلافت کو امانت قرار دیا۔ اس لیے کہ انسان کے علاوہ ذات خدا کا کوئی اور خلیفہ نہیں جو چیز آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو پیش کی گئی اور انہوں نے پیشکش کو کسی ڈر اور خوف کی وجہ سے قبول نہ کیا انسان نے اس کو قبول کر لیا، جبکہ ملائکہ نے بقول قرآن بکلام الٰہی کہا آپ زمین پر ایک فسادی اور خونریز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں (جبکہ) ہم آپ کی تسبیح اور تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں بات عام سی ہے اس سخن اور بات سے ملائکہ نے اپنی عبادت کے ذکر

Marfat.com

سے اصل میں خود کو اس خلافت کے قابل حق دار گردانا یہ ڈرنے نہیں اور خوف نہیں کھاتے گویا امانت وہ چیز ہے جو زمین و آسمان اور پہاڑوں نے قبول کرنے سے معذرت کی لیکن ملائکہ نے اپنی حمید و تقدیس سے خلافت کا حق مانگنے کے معنوں میں طلب کی کوشش کی گویا زمین و آسمان و پہاڑ کو خلافت نہیں ملی اور فرشتوں کو خلافت بھی نہ مل سکی۔

باری تعالیٰ کی صفات مطلقہ کو اس سلسلے میں دیکھنا ہوگا اللہ کی امہات الصفات جن کو اللہ کی ذاتی صفات کہا جاتا ہے کی چار اقسام ہیں۔ (1) حیات (2) قیام (3) ارادہ (4) قدرت ہیں۔

جبکہ افعال کے زمرے میں افعالی صفت کی دو قسمیں صفات افعالی مشروطی اور صفات افعالی غیر مشروطی ہیں۔

1۔ صفات افعالی مشروطی وہ صفت ہیں، جن کے ظہور و ظاہر کے لیے مُظہر کے ہونے کی شرط لازم و ضروری ہو جو مُظہر کی حاجت روائی میں تجلیات کے ہونے یا نہ ہونے میں مُظہر کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے تب ہی تو دعا و التجاء کا حکم ہوا جس سے بندے کا محتاج و فقیر ہونا اس کے تعین میں آئے گا دعا کے جواب میں صفات غفاریت اور ستاریت عطاء مُظہر سے مُظہر میں نظر آئے گی۔

صفات افعالی غیر مشرطی وہ صفات ہیں جن کے لیے ظہور کو مظہر کے ہونے کی شرط لازم و ضروری نہیں بغیر "مُظہر کے مُظہر" کی تجلی ہر آن ظہور کی جاری رہتی ہے وہ تجلیات جو مقدر ہو چکی ہیں تقدیر کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔ وہ بندے کی ضروریات کو مسلسل تواتر سے پورا کرتی رہتی ہیں۔ اس کے لیے مانگنے یا نہ مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ دعا کرنے یا التجا گزارش کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے خالقیت اور رازقیت کی تجلی رہتی ہیں انہی کو صفات مطلقہ کہتے یہ نقص و زوال سے خالی اور پاک ہوتی ہے کیونکہ قدرت کی اپنی مرضی سے ہوتی بندے کے تصرف و

Marfat.com

بصر میں جھولی اور دامن سے اسے کوئی سروکار نہیں۔

صفات انفعالی جو صفات افعالی کی محتاج ہوں صفات افعال کا اثر قبول کرنے والی ہوں پیچھے مرتبہ ذات، ذات کے عہدہ مدارج کے سلسلے میں بیان پا چکی ہیں پیدا ہونے میں کسی کی رضا مندی پوچھی نہیں جاتی گویا خدا نے اپنی تکوینی ضرورت کے زیر اثر پیدا کیا پیدا کرنے کے بعد اسے پیدائش کے بعد حیات کو برقرار رکھنے کے لیے ہر اس امور کی یاوری کی جس سے اس کا موجود رہنا باقی رہنا ضروری تھا کسی کے قائم و دوائم میں رہنے رکھنے کا سارا عمل عمل رازقیت ہے رزاقیت اور رازقیت میں جو ہلکا سا فرق ہے اس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے بندہ معترض۔ ہے جب اللہ ہی سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے جس کا سب کو یقین بھی ہے اس کی یہ صفت ہر وقت ہر آن اپنے مظہر پر ہوتی رہتی ہے تجلی کی صفت رکھتی ہیں اگر رک جائے تو وہ صفت مطلق نہیں رہی جبکہ خدا کی صفت ناقص بھی نہیں ہے تو پھر میں اور میرے بیوی بچے کیوں بھوکے مر رہے ہیں ہمیں رزق نہیں مل رہا کیا ہم اسی اللہ کے بندے نہیں ہیں، جس کے آپ امیر کبیر بندے ہیں۔

معترض سے یہ پوچھا گیا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس کے ذریعے باری رحمت دوسروں کو رزق دیتا ہے اور تجھے روزی نہیں دیتا، اس نے جواب دیا دوسروں کو کس طرح رزق دے رہا ہے مجھے اس سے سروکار نہیں مجھے کیوں رزق نہیں ملتا میرے بیوی بچے کیوں بھوکے ہیں۔

ایک خادم کے ذریعے اسے کھانا دیا کہ وہ خود بھی کھائے اور بیوی بچوں کو بھی کھلا آئے خادم کو معترض کے سامنے کھانا رکھتے ہی کہا کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے جائیں نوکر نے اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے جب وہ بندھ چکا اس سے کہا گیا چلو اپنا پیٹ بھر لو اور خود کھانا کھانے کے بعد اپنے بیوی بچوں کے لیے کھانا لے جاؤ، مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔

Marfat.com

معترض اعتراض کرنے والے نے کہا بھئی ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے اپاہج اور معذور بنا دیا ہے کہتے ہو کھانا کھاؤ میں کیسے کھانا کھا سکتا ہوں چلنے سے قاصر بیوی بچوں کے لیے کھانا کیسے لے جا سکتا ہوں۔ اس کو سمجھایا گیا کہ اس نے اپنے اعتراض کا جواب خود سے خود دے دیا ہے، دیکھو رزق تمہارے سامنے موجود ہے پھر بھی تم بھوکے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں بندے ہوئے ہیں آپ نے خود کو اپاہج سمجھ لیا ہے اگر تم معذور نہ ہوتے تو سامنے پڑے ہوئے رزق کو کھا لیتے بھوکے نہ رہ سکتے تھے پاؤں بندھے نہ ہوتے تو گھر والوں کے لیے کھانا بھی لے جاتے وہ بھی بھوکے نہ رہتے۔

یہ عالم دنیا عالم اسباب ہے یہاں بغیر سبب کے کوئی کام نہیں ہوتا تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپاہج بن کر بیٹھے رہو گے جس طرح سے ابھی ابھی بندھے بیٹھے تھے ایسی صورت میں کس طرح اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ بھر سکتے ہو رزق سامنے ہونے کے بعد بھی ہاتھ سے لقمہ بنا کر منہ میں ڈالنا اور منہ سے اسے چبا کر گلے میں اتارنا بھی سبب ہے یہاں بیوی بچوں کے لیے رزق لے جانا بھی اسباب سے تعلق رکھتا ہے تم سب یہ کچھ نہ کرو گے تو تم اور تمہارے بیوی بچے سبھی بھوکوں مریں گے۔ خود بخود رزق آپ کے پیٹوں میں نہیں بھرے گا، پھر بھی تم شکایت کرتے ہو کہ باری تعالیٰ کی صفت رزاقیت کی تجلی ہم پر کیوں نہیں ہوئی کیا وہ آپ کے پیٹ میں ہی رزق پیدا کر دے۔

باری تعالیٰ کی اس صفت رزاقیت کی تجلی ہر آن ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔ اس کے لیے مظہر کا ہونا نہ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس سلسلے کی ہوت یا نہ ہوت برابر و یکساں ہے، اس پروردگار نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے یہ بساط رزق دسترخوان بچھا دیا ہوا ہے وہ خود اپنے کلام پاک سے اس کی تصدیق کرتا ہے فرماتا ہے۔ ھُوَ "اَلَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" (سورہ بقرہ:

Marfat.com

آیت 29) وہی (رب) ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا کیا
پھر دوسری جگہ فرمایا۔

''وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ''

(سورہ بقرہ: آیت 21)

''اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے لیے میووں سے رزق پیدا کیے''

گویا زمین سے رزق جو گندم، چاول، مکئی، باجرہ پیدا کرنے کے لیے آسمان سے پانی برسایا، نباتات کھا کر چرند پرند پلے بڑھے جن کے گوشت سے رزق کی ضرورت بھی پوری ہوئی شہد کی مکھیوں نے شہد پیدا کیا، دودھ دینے والے جانوروں نے دودھ دیا ترکاری اناج، کھجور وانگور اور دیگر پھل مہیا کیے جو ہمہ وقت انسان کا پیٹ بھرنے کو تیار ہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہاں ان کو حاصل کرنے کے لیے کوشش اسباب اور ذرائع کی ضرورت ہے قدرت نے اپنے خزانے کو پانے کا پتہ دے دیا رزق پانا اب مرزوق کی سعی و کاوش پر رزاق اپنی رزاقیت کی تجلی سے اسے مہیا کیے رکھتا ہے۔

مثلاً ایک امیر کبیر ایک بڑی دعوت رچائے اقرباء رشتہ دار اور محلے داروں کو کھانے پر بلاتا ہے۔ دستر خوان پر پکوان میں بہت سی انواع واقسام کا پکا کھانا وافر مقدار میں رکھتا ہے۔ اس کی کوشش یہ رہی ڈشز اور رکابیوں میں کھانا کم نہ ہو، اور ہر آن مہمانوں کو گرما گرم کھانے بھی ملے سو اس کی نظر دستر خوان کی بچھی بساط پر رہتی ہے کہ ہر ایک پیٹ بھر کر کھانا کھائے کھانا بچ جانا بہتر ہے کم ہو جانے پر لوگوں سے زیادتی ہو گی اور اس کی اپنی امیری اور عزت جاتی رہے گی کھانا نہ ملنے کی کسی شکایت کو وہ نہیں سننا چاہتا بلکہ چاہتا ہے کہ کھانا لذیذ، خوش ذائقہ نئی نئی ورائٹی میں مزیدار بھی رہے ہر کسی کو اس پیشکار کی تعریف امارت، قدرت کی بھی تعریف مدنظر رہے گی۔

Marfat.com

ایسے ہی جیسے اس شخص نے مہمانوں کے آنے سے پہلے دعوت طعام میں ہر قسم کی کوشش میں پکوائی وکھلائی کے لیے ہر قسم کی سعی وکاوش سے کام لینے کو اپنا فرض سمجھا ایسے ہی خالق رب باری نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی تمام تر ضروریات رزق کو پورا کرنے کے لیے زمین وآسمان کی کھلی فضا آباد وغیر آباد جگہوں پر رزق پیدا کر رکھا ہے۔ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ہی بچے کو ترسیل رزق کے ذرائع واسباب پیدا کرنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اس کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ پیدا کر دیتا ہے بچے کو دودھ مانگنے کے بغیر ہی پینے کو اسے دودھ مہیا کر دیتا ہے۔ گویا وہ رزاق بن مانگے ضرورت کے مطابق رزق دینے پر قادر اپنی مرضی سے رزق دے سکتا ہے۔

پسند میں بہتر سے بہتر اور اچھے سے اچھا زیادہ سے زیادہ کھانے کا حصول اسے اپنی کوشش سے ہوگا سامنے پڑی ہوئی پلیٹ سے نوالہ ولقمہ ہاتھ سے اٹھا کر منہ میں ڈالنا جیسے انسان کا کام ہے، ایسے زمین کی وسعت اور آسمان سے نزول شدہ پانی اور پانی سے پیدا ہونے والی ترکاریوں اور پھل کو مہیا کر لینا اس کی کوشش میں ہوگا، جن کا تعلق اسباب سے ڈائریکٹ مسبب الاسباب سے ہوگا۔

دعوت طعام میں ایک شخص گوشت کی بھری ڈش سے اپنی پلیٹ میں لبالب گوشت بھر کر ٹیبل پر رکھی تھالی کو خالی کر دے۔ یہ اس کی اپنی مرضی ہے کسی نے اپنی پلیٹ میں صرف ایک دو بوٹیاں وہ بھی چھوٹی چھوٹی لیں کسی کے حصے میں ہڈیاں آئیں اور ایسا بھی ہوا کسی کو چوسنے کے لیے ہڈی بھی نہ ملی اسے صرف شوربہ لیے ہی گزارا کرنا پڑا اس میں جلدی اور سستی کوشش اور ظرف کے صرف کا عمل فعل رہا، جو جتنی محنت مشقت مناسب وقت پر کرے گا اسی نسبت سے اسے اس کی محنت کا پھل خدا عطا فرمائے گا۔ جو کھڑا ہے بغیر سوچ قول آگے نہیں بڑھتا اسے تو گوشت پوست کے بغیر ہی چاول کھانا ہوں گے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ

Marfat.com

کسی کو کھانا حاصل کرنے کے لیے پلیٹ تک بھی نہ ملی ہو اور وہ اس قدر کثیر مجمع اور بڑی دعوت سے کچھ کھائے پیئے بغیر ہی گھر واپس لوٹ کر گھر سے بچی کچھی باسی خوراک پر گزارہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ انتظام اور کھانا کم اور ناقص تھا، مجھے دعوت دینے والے نے کھانا نہیں کھلایا حالانکہ داعی نے کھانا بلا تخصیص دستر خوان پر چنا ہوا تھا خود چستی سے کام نہ لے کر سست رہا اپنی غلطی مانتا نہیں دوسروں کو کوس رہا ہے یہ اس کی غلطی ہے۔

ہر فرد رجل کا فرض ہے کہ وہ محنت کر کے اللہ کے دیے ہوئے سامنے موجود رزق سے اپنے حصہ کا رزق حاصل کرے قدرت کی ذمہ داری ختم ہوئی کسی کے منہ میں ڈالنا خدا کا فرض رزاقی نہیں، ہاں کوشش اور اسباب کے باوجود اگر رزق نہ مل سکے تو قناعت اور صبر سے کام لے حرص اور طمع جیسی بری صفت و عادت سے کام نہ لے کر پریشان نہ ہو۔ حرص کی وجہ سے ذخیرہ اندوزی کی عادت سے دوسروں کی حق تلفی ہو گی، جو حصہ حاصل کرنے سے محروم ہوں گے وہ ذخیرہ اندوز لوگوں کو اچھا نہ سمجھیں گے ان سے ان کو نفرت اور عداوت پیدا ہو گی حق رسائی فرض ہے حق شکنی نیکی نہیں برائی ہے۔ کسی کا حق نہ دینا اسے اپنے حق میں حق رکھنا غصب و ظلم و ستم ہے۔

ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کو خالق حق کی رزاقیت پر یقین کامل نہیں رہتا۔ اس کے گمان میں اسے جو چیز آج مل رہی ہے عین ممکن ہے کہ کل کو وہ اسے حصول وصول میں ناممکن ہو شاید جو کل نہیں مل سکتا، وہ آج مل رہا ہے کل کا حصہ مطلوب بھی آج ہی ذخیرہ کر لو اس کو خدا پر بھروسہ نہیں رہتا، وہ کلمہ گو ہو کر دل میں اس شک سے منافق کہلائے گا اس کی مسلمانی خطرہ میں ہو گی احتیاط رکھیں۔

Marfat.com

توکل اور تقدیر

آپ نے اسباب تلاش کیے ذرائع اختیار کیے محنت کی مشقت سے کام لیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت مزدوری کے جواب میں پورا پورا ثمرہ پھل اجر دیا تو آپ کو شکر ادا کرنا چاہیے، اس شکر کی برکت سے مل جانے والی محنت کا اجر زیادہ مفید و بابرکت ہوتا ہے اور جیسا کہ خدا کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا پھر بھی کسی کجی کمی اور غلطی کی وجہ سے آپ کی محنت ضائع و رائیگاں جانے سے کوئی فائدہ و ثمرہ نہ ملے تو صبر کر کے اللہ کی رضا کے سامنے سر جھکا دو وہ خود فرماتا ''ان اللہ مع الصبرین'' بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے جب نقصان و خسارہ پانے والا صبر سے صابر صبیر ہو جاتا ہے تو اس میں موجود صبر شکر سے توکل پیدا ہوتا ہے اس توکل کی توصیف سے وہ متوکل ہو جانے پر تقویٰ کی خوبی سے متقی ہو جاتا ہے۔ متقیوں کے حق میں ذات باری تعالیٰ کی یہ رائے ہے۔ ''جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اللہ اس کے لیے آسان راستے پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتا ہے جہاں کسی کا گمان بھی نہیں ہوتا، اللہ پر توکل کرنے والوں کے لیے اللہ کافی ہے''...... اتنی اچھی صفت رزاقیت کو بھول کر یہ کہہ دینا کہ فلاں کی قسمت میں رزق زیادہ ہے، اور ہماری تقدیر میں رزق کی کمی ہے نہایت کم فہمی، کم علمی اور جہالت ہے۔

کچھ چیزوں کا تقدیر میں ہونا ہی ناممکن ہوتا ہے۔ ایک امیر کبیر انسان جو کروڑوں اربوں روپوں کا مالک ہے اسے خود کے لیے رزق فراہمی کوئی مشکل نہیں

Marfat.com

ہے۔ اس کے گھر، گودام اناج و رزق سے بھرے پڑے ہیں، خورد و نوش کی چیزوں کے انبار لگے ہیں کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تقدیر میں بہت زیادہ رزق ہے۔ آپ اس کے نزدیک قریب ہوئے تو دیکھا کہ اتنا زیادہ سب کچھ ہونے کے باوجود اس کی تقدیر میں کھانا کتنا لکھا ہے سلائس کے دو ٹکڑے اور چائے کا ایک کپ حالانکہ اس کے سامنے لگی میز گوناگوں کھانوں سے بھری پڑی ہے۔ جسے وہ حسرت سے دیکھ سکتا ہے کھانا اس کا نصیب نہیں وہ کھانا کھا نہیں سکتا۔

اس کے ساتھ بیٹھے عزیز و اقارب اور دوست احباب اس کے سامنے خوب لطف اور چٹخارے سے کھانا پیٹ بھر کر کھا رہے ہیں، لیکن یہ شخص طبیعت کے بگڑ جانے کے ڈر سے ایک لقمہ بھی زائد نہیں لے رہا، دیگر کھانے والوں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے بعض امیر لوگ تو کھانا رزق کھانے میں وہ کھانے کی جگہ بیماری دور کرنے کی گولیاں کھاتے ہیں اور پانی پینے کی جگہ انجکشن کے ذریعے پانی کی جگہ دوائی کا مواد جسم میں پیاس کی تسکین کے لیے داخل کرواتے ہیں، کیا ہوا اللہ نے انہیں رزق و دولت میں کشادگی دی اس خوشحالی کے باوجود ان سے رزق کھانے پینے کا حق واپس لے لیا وہ کھانے پینے کے لیے مہیا وافر رزق کے باوجود کچھ بھی نہ کھا پی سکے۔ یہاں پر یہ اصول صادق ہے کہ جو ان کی تقدیر ہے زائد میسر گی کے باوجود اسی مقدار میں کھائیں گے۔

رزق کا فراہم کرنا اور چیز ہے، ربوبیت کی وجہ سے خالق کی ذمہ داری ہے۔ رزق حاصل کرنا اور بات ہے تقدیر کے باوجود اسباب سے متعلق ہے جو محنت مشقت کے باوجود لکھی قسمت سے زیادہ کھانے کو میسر نہیں ہوتا یعنی حاصل شدہ رزق سے فائدہ لینا یا نہ لینا اس کی اپنی تقدیر ہے، خدا کے ہاں مرزوق کے لیے رزق کی ہرگز کمی نہیں بعض کے نزدیک قسمت میں رزق نہ ہونے کی وجہ سے فاقہ کشی ہو رہی ہے۔ رزق کا حصول اسباب کا متلاشی ہے پیدا ہونے والے بچہ کی

Marfat.com

ماں کی چھاتی خدا نے دودھ سے بھر دی جس سے فائدہ لینے کے لیے پہلے بچہ کو رونا پڑے گا دوسرے نمبر پر دودھ کے نپل سے دودھ پینے کے لیے انہیں چوسنا ہو گا ورنہ مہیا شدہ دودھ کو پینے سے محروم رہے گا۔

گویا رزاقیت کی تجلی ربی تقدیر کی وجہ سے محتاج اسباب وقسمت ہے، تو پھر اسباب کا ترک کرنا حصول نعمت کا ترک کرنا ہوا جو ایک غلط بات ہے اسباب و ذرائع کے سبب سے حصول رزق کی تمام کوشش کرنے کے بعد انجام کو خدا سے مانگنا توکل ہے سعی وتمام اور کوشش کام سے جو کچھ ملا وہ تقدیر کا لکھا ہے گویا توکل بھروسہ اور یقین ہے، اور اس پر عمل پیرائی سے جو ملا مقدر ہوا تقدیر کا لکھا ہوا کہلایا۔

Marfat.com

اصل ذات، ذاتِ حقیقی

متصف بہ صفات مجتمع الکمالات منزہ از صفات نقص و زوال بالجامع الصفات ذات وہ ذات ہوتی ہے، جو کسی تغیر و تبدیلی کمی و بیشی کی مختلف قسم کی نوع میں اپنی قدرت و قابلیت کی بنا پر ظہور پانے کے قابل ہو، یہی ذات، ذاتِ مطلق کہلاتی ہے۔ ذات کے تفصیلی بیان سے پہلے ذات کو سمجھنے کی تکلیف و دشواری کو دور رکھنے کے لیے چند حقائق سے واقفیت ضروری ہے۔

1- پہلی بات کہ وجود کیا ہے۔ وجود حقیقت میں کس کو کہتے ہیں۔ اس کی کتنی اقسام ہیں، صوفیاء کرام کے نزدیک اس کی وجود ذاتی، وجود ذہنی، وجود اضافی اور وجود حسی چار اقسام ہیں، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر شئے کے دو رخ ہیں ایک تعین اور دوسرا حقیقت۔ اس میں رنگ شکل اور کیفیت کا نام تعین ہے، جو حادث فانی اور مفید ہے۔

2- حقیقت قدیم اور باقی رہنے والی ہے، سونے کے زیورات میں سونا حقیقت ہے اگر ان کو پگھلا کر ڈھال لیں تو سونا باقی رہ جائے گا، اور زیورات کی شکل اور انواعی رنگ ختم ہو جائیں گے۔

3- مٹی کی بنی چیزوں کا مختلف شکل رنگ صراحی آبخورہ پلیٹ یا ہانڈی کی صورت میں ہونا بھی اپنی اصلیت اور حقیقت کو اجاگر کرتا ہے۔

4- موم سے بنا ہوا گھوڑا، گھوڑا کہلائے گا اس کو موم نہیں کہیں گے۔ اس کے کسی اعضاء پر انگلی رکھیں گے تو کہیں گے گھوڑے کے ناک، کان، سر، دھڑ یا ٹانگ

Marfat.com

ہے زیادہ سے زیادہ مزید تفصیل میں جائیں تو کہیں گے یہ موم کا گھوڑا ہے۔

ان تین مثالوں میں سونا، مٹی اور موم وجود ہیں، حقیقت میں دوسرا مرئی تعین زیورات صراحی اور گھوڑا ہیں جن کی موجودیت کا انحصار سونے مٹی اور موم پر ہے۔ اس کے مصداق ساری مخلوق جو صرف رنگ شکل اور کیفیت کا نام ہے کی وجودیت کسی وجود کی بدولت ہے۔

اب وجود واجب اور وجود ممکنہ کا وجود بھی بعض کے نزدیک جدا جدا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا وجود وجود بالذات حقیقی ہے جبکہ ممکنات کا وجود وجود بالفرض مفروضہ ہے حقیقی باقی رہنے والا نہیں۔ اختلافی مسائل وجود کے باوجود۔ وجود کے معنی اور حقیقت کے متعلق باہمی ہم خیالی پائی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں وجود ''ہیت'' ہونا پن ہے ''نہیں'' سے بھی ہونا کی راہ ملتی ہے، انہوں نے خارج میں ہونے پن کو وجود اور علم میں ہونے پن کو ثبوت کا نام دیا ہے۔

شئے جو نظر میں نظارہ ہے دکھائی دے رہی ہے وہ کسی وجود کی وجہ سے ہے، اگر اس شئے سے وجود متعلق نہ ہوتا تو وہ وجود میں دکھائی نہ دیتی، دکھائی دے کر وجود کہلائی اس لحاظ سے رنگ شکل اور کیفیت ایک خیالی انتزاعی چیز ہوئی، جو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جیسے دریا میں موج کی کوئی حقیقت نہیں ہے جو ایک خیالی چیز ہے اصل چیز دریا ہے موج اصل نہیں کیونکہ اس کا وجود دریا کے بغیر کچھ نہیں۔

موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

شئے کی حقیقت اس کے بنانے والے کے سامنے کچھ نہیں دوئی کو لازم قرار دیتی ہے، اور دوئی کا خیال شرک ہے جبکہ ممکن مفروضہ بھی واجب نہیں ہوتا گویا وجود ایک ہے جو مختلف تعینات کی صورت میں جلوہ گر ہو کر بھی اپنی حقیقت میں الگ ہیں۔

وجود کے متعلق یوں مشائخین کا باہم مختلف الرائے ہونا سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ عزوجل کس حد تک شئے و اشیاء سے متعلق ہے شئے میں

Marfat.com

کون سا مادہ وجود رکھتا ہے ''ہونا ہے پن'' کو وجود ہے کہہ دینے سے مادی نظر کسی وجود پر نہیں ٹکتی نظر میں مادہ ہی مادہ ہو گا۔ہستی محض تصور رہے گی منظر نہ ہو سکے گی۔

ساری مخلوق جو عناصر سے ظہور پائی ہے، انہی کے ایک دوسرے کے امتزاج و ترتیب و ترکیب کا نام رنگ شکل اور کیفیت ہے، وجود ہی مختلف صورت و اشکال میں ظاہر ہے کہنا سراسر غلط ہے، جبکہ ان میں مختلف صورت و اشکال میں مادہ ہی ظاہر ہو رہا ہے۔

واضح ہوا کہ وجود صرف ایک اعتبار اور حالت کا نام ہے، اور وہ صرف ایک ہی ہونے کی وجہ سے ''وحدۃ الوجود'' کہلایا مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر شئے میں وجود سے موجود ہے جبکہ حقیقت یہ ہے مخلوق کی سب انواع میں کوئی نوع بھی اس وجود کی بو تک نہیں سونگھ سکی۔

ہر جاندار و بے جان مخلوق کا کسی مادے پر ٹکاؤ انحصار ہے تو ایک ترکیب و ترتیب کی وجہ سے رنگ، شکل اور کیفیت کہلایا مگر اس کا ظہور گویا اس کے مَظہر کا ظاہر ہونا مُظہر کی صفت خالقیت سے ہوا اس کے موجود فی الخارج ہوتے ہی صفت قیام اس سے متعلق ہوئی چنانچہ قیوم کی قائمیت اپنی اصلی حالت کی تجلی سے اسے باقی رکھتا ہے بقا دیتا ہے یعنی اس شئے میں اس کے ہونے پن میں جو ہونا پن ہے وہ وجود کی وجہ سے نہ ہوا بلکہ وہ ''قیام'' کی وجہ سے شئے میں موجود ہے، قیام کی وجہ سے ہی ہر چیز قائم ہے مٹی کا ہونا پن اور اس سے بنے جام کا ہونا پن قیام کی وجہ سے ہی ہے آپ کی انگلی جہاں بھی ٹکے گی وہ مادہ ہی کہلائے گا۔

موم اور موم کے گھوڑے کی موجودیت دونوں یکساں صفت قیام کی وجہ سے باقی ہیں شئے اگر قیام سے متعلق نہ ہوتی تو چیز موجود ہی نہ ہوتی عدم وجود رہتی جبکہ کسی شئے کا موجود ہونے کا مطلب ہے کہ وہ قائم ہے، اور غیر موجود ہونا اس کا عدم و موت ہو گا۔

Marfat.com

حیات اور قیام

اللہ "ھو الحی القیوم" ہے حیات قائم کہنے کی بجائے حیات رکھنے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، کتنا سمجھنا زیادہ مناسب ہو گا تمام تر مخلوق میں قیام کا ہونا مسلم و تسلیم شدہ ہے۔ مخلوق جاندار ہو یا بے جان ہاں جس مخلوق میں حیات ارادہ اور قدرت پائے جائیں گے، وہ مخلوق جاندار کہلائے گی جبکہ جن میں یہ تین صفات موجود نہ ہوں گی وہ بے جان کہلائیں گی۔

یہ چاروں صفات قیام، حیات، ارادہ اور قدرت جوامہات الصفات کہلاتے ہیں ان کا تعلق ذاتِ باری سے نہیں اللہ نے ان صفات کو مخلوق کی ضرورت میں رکھا اگر وہ ان صفات کو اپنی ذات کے لیے لازم و ضروری اور اہم رکھتا تو ذات خدا ان کی محتاج ہوتی مگر ایسا ہر گز نہیں ہے ایسا ہوتا تو ذات پر حیات کو فوقیت رتبی ملتی ذات کی بقا حیات سے مقصود ہوتی اللہ تعالیٰ کی ذات والیٰ قدر ان تمام چیزوں سے پاک و منزہ ہے اس کی ذات کے لیے کسی صفت کی ضرورت نہیں صفت کو اس کی ذات کی ضرورت ہے۔

باری تعالیٰ کی ذات میں جو بھی صفات ہیں، وہ صرف مخلوق کی بقا اور اس کی حیات میں اس کی حاجت روائی کے لیے جو مخلوق سے متعلق ہیں اللہ کی تمام صفات میں "حیات اور قیام" ایسی دو صفتیں ہیں جو باقی تمام صفات پر رتبی فوقیت رکھتی ہیں کیونکہ قیام کی صورت میں دیگر صفات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے حیات نہیں تو مخلوق بے جان ہوتی۔

Marfat.com

مثال یہ ہے کہ ایک شخص عمر لوہے کی یا لکڑی کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ عمر میں حیات زندگی موجود پائی جاتی ہے جبکہ وہ جس کرسی پر بیٹھا ہے وہ بے جان ہے۔ یہ بات، بات واضح اور ثبوت سے متسلم ہے کرسی میں حیات بالقوۃ موجود نہیں وہ بالکل بے جان ہے لیکن جاندار عمر اور بے جان کرسی دونوں وجود سے نظر آ رہے ہیں، دونوں میں ہونے کا پن ''ہوتا پن'' موجود ہے، عمر میں حیات اور قیام دونوں پائے جاتے ہیں جبکہ کرسی میں حیات نام کو نہیں مگر قیام پایا جا رہا ہے۔

اب آپ ایک اور مثال کو اسی سے منسوب کرتے ہوئے غور کریں۔ اسی کرسی پر بیٹھا بیٹھا عمر مر جائے تو اس صورت میں عمر اور کرسی دونوں بے جان ہیں مگر یہاں پر عمر بے جان نہیں مردہ کہلائے گا جو مرا ہوا مردہ ہو جانے کے باوجود موجود نظر آ رہا ہے اس کی یہ موجودیت قیام کی وجہ سے ہے تعینات کے بدل جانے سے جس حال میں چیز شئے باقی ہے وہ قیام کی وجہ سے ہے، چنانچہ اسی وجہ سے تعین کو فانی اور حقیقت کو باقی کہیں گے عمر نے حیات کا ذائقہ چکھا ہے، اس لیے وہ مردہ کہلایا کرسی میں ذائقہ حیات نہیں تھا اس لیے ممات کا ذائقہ اس پر اثر انداز نہیں ہوا وہ بے جان کہلائی۔

مادہ کی حقیقت کو جاننے کے لیے غور کرنا ہوگا ارشاد خالق باری تعالیٰ ہے۔ ''اللہ نور السموت والارض ''زمین آسمان میں اللہ ہی کا نور ہے یعنی اللہ کے نور سے زمین و آسمان بنے ہیں ادھر ہمارے ہادی برحق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''انا من نور اللہ و کل شیء من نوری'' میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے حدیث قدسی قائم بمقام وحی کی سچی بات اور قرآنی قول کے ثبوت، ثابت ہوا کہ کائنات کی ساری چیزیں نور سے بنیں ہیں گویا نور مختلف اعتبارات سے مختلف مراحل و مقامات سے گزر کر عناصر کی صورت اختیار کر گیا، اور اسی عناصر سے مادہ کی تخلیق ہوئی عناصر رنگ شکل اور کیفیت میں داخل ہو

Marfat.com

کر تعین ہی کہلائے تعین فنا ہوتا ہے اسے بقا نہیں نور شئے کی حقیقت ہے باقی رہتا ہے جو ہر وجود سے خالی بھی۔

شئے بننے کی ضرورت و حاجت میں مجبور ہے، اور علم الٰہی میں ثابت ہونے کو مختار ہے، جو اپنے بننے سے پہلے اپنی تفصیلات و اقتضایات حاجات کے ساتھ علم الٰہی میں ثابت ہونے پر مختار ہے۔ علم الٰہی معرفت ذات سے شئے کا طالع ہوا اور شئے مطبوع ہوئی علم الٰہی میں جو بھی شئے ثابت ہوئی اسے اس کی اقتضیات حاجات کے ساتھ موجود فی الخارج کیا گیا اس وجہ سے ذات شئے طالع اور علم الٰہی اب مطبوع کہلایا شئے ظہور کے بعد مجبور ہوئی کہ اس میں کمی بیشی ترمیم و اضافہ ممکن نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

موجودِ حقیقی

موجودِ حقیقی باری تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے۔ اس کے علم میں جن چیزوں کا ثبوت پایا گیا وہ موجود اضافی کہلائیں کیونکہ وہی چیزیں خارج میں آ سکتی تھیں، آپ کی ایک ذات ہے جو حقیقت میں موجود ہونے کی وجہ سے موجود حقیقی کہلا سکتی ہے۔ آپ کے تصور و خیال میں ایک خوبصورت حسین صورت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ متخیل نمودار ہے اس طرح علم میں نمودار ہونے کو ثبوت کہتے ہیں آپ اور وہ صورت دونوں الگ الگ ہیں لیکن آپ کے خود ایک ذات ہونے کے ناطے سے وہ دوسری ذات آپ کے علم میں ظاہر ہوئی، آپ اگر پہلے سے ذات نہ ہوتے تو یہ دوسری ذات آپ پر علم سے ظاہر نہ ہوتی اس لیے وہ اضافت زیادتی میں آنے کی وجہ سے موجود اضافی کہلائی موجود میں دوسری موجود ہوئی خارج میں آنے سے پہلے کے مرحلہ کو ثبوت علمی کہیں گے جب آپ اس تصوراتی تصویر کو کاغذ پر لے آئیں گے تو یہ موجود فی الخارج ہو جائے گی جو چیز ثبوت علمی میں نہ آئے نہ ہو وہ بے حقیقت مسلوب رہتی ہے، اور وہ عدم اضافی بھی کہلانے کے قابل نہیں ہوتی عدم وجود کی ضد نہیں "ہے" کو کہتے ہیں جب وجود ہی نہیں تو عدم کا قدم میں کیا مقام ہے گویا جو چیز علم الٰہی میں ثابت ہوگئی وہ مسلوب سلب شدہ ضائع نہیں ہو سکتی۔ اب آپ کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے جو چیز علم میں آئے گی، وہ معلوم ہوگی پس صورتوں کا علم میں آنا صور علمیہ اور اعیان ثابتہ کہلائے گا۔

آپ کے علم نے جو خوبصورت چہرہ تصور کیا تھا، اس کو صور علمیہ اور اعیان

Marfat.com

ثابتہ کہیں گے اس چہرے کے خدوخال رنگ ڈھنگ کے علاوہ اس پر حادثاتی واقعات کا اثر وہ کتنے دن تک باقی رہنے کی توفیق میں ہے کا معلوم ہونا علم کی رو سے معلوم کہلائے گا۔ معلوم علم ہونے کے سبب سے ہے گویا معلوم ہونا علم کا وصف وخوبی ہے۔

اللہ تعالیٰ اعیان ثابتہ کے تمام میلانات، لوازمات اور اقتضات کو ان کی تخلیق سے پہلے جانتا تھا، اس کے علم میں معلوم صور علمیہ میں تھا اعیان ثابتہ اور علم الٰہی میں ثبوت کے باوجود خارج میں آنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ ان کو خارج میں لانا تخلیق کرنا مرضی الٰہی پر منحصر ہوتا ہے وہ خلق کرے یا نہ کرے اس کی چاہت کے بعد جو خلق ہوا وہ اس کا فضل کہلایا جیسا وہ علم الٰہی میں ثابت ہوئے، اس میں کمی بیشی کے بغیر جوں کا توں من عن وہی تخلیق کیا یہ اس کا عمل ہوا دونوں صورتوں میں خدا کی ذاتی صفات کا تصرف ہوا مگر اس کی ذات کا تصرف حقیقتاً نہیں ہوا۔

اعیان ثابتہ کی ذاتوں اور حقائق کا علم حق میں جب نمایاں ہوا تو اسے فیض اقدس کہا گیا مگر چونکہ ذات اور حقیقت کا میل جول نہیں ہوتا، اس لیے اس کو جعل بسیط کہتے ہیں اعیان ثابتہ کے ظہور کے لیے ان کی ذات سے حقیقت کا اقتراب ہونا ضروری ہوا جب دونوں مل گئے تو موجود فی الخارج ہو گئے تو اس کو جعل مرکب کہا گیا ذات اور حقیقت کو ملا کر وجود فی الجارج کرنے کے عمل کو فیض مقدس کہتے ہیں۔

اگر خداوند قدوس خود کے علم میں کسی شئے یا اس کی اقتضا کو پیدا کرے جس کا ثبوت اس کے علم میں نہ ہو تو نقص ظلم اور جہالت کا وجود محسوس ہوتا ہے پہلے نہ جاننا بعد میں علم میں آنا جہالت ظالم اس لیے کہ جس کو جس صورت میں چاہا امیر و فقیر بنا دیا باری تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے ظلم و جہل اس کی صفات ہرگز نہیں وہ عالم و عادل ہے ہم اس کو تکوینی بہتریوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے گستاخی میں الزام

Marfat.com

تراشی کر دیتے ہیں حالانکہ ہر شئے علم الٰہی میں بے جعل جاعل ہے۔

کائنات کی تخلیق سے پہلے خالق کائنات کے علم میں ہر چیز ثابت تھی موجود تھی جو تخلیق کے بعد وجود پائی جس کو جب اللہ تعالیٰ نے موجود فی الجارج کرنا چاہا تو اس خواہش چاہت میں ''کن'' کہا جو ''فیکون'' ہو گیا یعنی کائنات بن گئی اس پر غور کیا تو پتہ چلا کہ کائنات کا بننا دو طریق سے وجود پایا ایک ''کن'' کہتے ہی فوراً اپنے پورے کمالات سے پیدا ہوئی وہ حادثات دہری دنیائے حادث کہلائی جس کی تفصیل عالم ارواح اور عالم مثال حادث دہری ہے کن کے امر کے ساتھ ہی یہ تکمیل پا گیا۔

کچھ چیزیں تدریجاً آہستہ آہستہ مرحلہ وار تکمیل ہوئیں ان کو حادثات زمانی ''جن کا تعلق عالم شہادت کی سبھی چیزوں سے ہے'' کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''لا الٰہ الا ھو خالق کل شیء'' کے فرمان سے اپنی شان الٰہیت واضح و صاف شفاف طریقہ سے بندوں پر ظاہر کی الٰہ ہونے والی ذات کے کیا اعتبارات ہیں، اور وہ کس طرح اور کیسے صفات کاملہ سے متصف ہے وہ کس قدر صاحب قدرت ہے نافع و ضار رحیم و کریم یا جبار ہے حاجت روائی و رزق رسانی میں اپنے مرزوق کا کس قدر خیال رکھنے والا ہے ساتھ ہی اس کو یعنی بندہ کو بندگی کے سبب پیدا کیے جانے کے ساتھ وہ کس طرح کیسے کس کی بندگی کرے ہدایت کے لیے رسالت کا مکمل لائحہ عمل بھی تیار جامع صفات سے نقص کے بغیر کار کردار میں کارگر و مفید کیا۔

الٰہیت کی ضرورت سے ہم آسمان سے نیچے عدم سے قدم میں آئے جبکہ رسالت کے باعث مرسل ہمیں چاہتا ہے کہ ہم واپس جا کر اپنے بھیجنے والے ''اللہ'' سے اقتراب و نزد حاصل کریں رسالت ہم یرجع الی اصلہ اپنے اصل تک واپس لے جانے کی اہم کڑی ہے چنانچہ جب تک ہم رسالت کو نہ سمجھیں گے توحیدی

Marfat.com

الٰہیت کا بھی ہمیں شعور نہیں ملے گا یعنی اگر دونوں مراتب و درجہ کی تمیز نہ ہوگی ہمیں ہمارا راستہ صراط مستقیم ہمیں نہ ملے گی سو الٰہیت شان تنزیہی اور رسالت شان تشبیہی کے فرق کو جاننے کے بغیر ہم فاروق نہیں ہو سکتے تصدیق تو بعد کی بات ہے جو صمیم دل سے مصدقہ ہوگی تو صدیق درجہ اولیٰ میں شمار ہونے کو صداقت بعد میں آتی ہے لیکن فاروقیت پر فوقیت لے جاتی ہے جب غیریت کی سمجھ نہیں آئے گی تو اس کی نفی نہیں ہو سکے گی اس صورت میں اثبات کرنا بھی مشکل ہوگا ایسی صورت میں ایمان کی سلامتی خطرے میں پڑنے کا امکان ہے۔

ایک برا شخص خود نیک پارسا بننا چاہے تو اس کو یہ علم ہونا ضروری ہے کہ کون کون سی برائی ہے اور اس میں خود کون کون سی برائی بدی پیدا کیے ہوئے انہیں جانے بغیر وہ کہے کہ میں نے برائی چھوڑ دی حالانکہ اپنی برائیوں پر اس کی نظر ہی نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا غلط ہوگا، پھر اس کا نیک اعمال کو جاننا بھی ضروری ہے جس کے کرنے سے وہ صالحین وعلین میں شمار ہو سکے گا جب ان امور سے اسے واقفیت ہو جائے گی وہ آن واحد میں برائی چھوڑ کر اچھائی پر ڈٹ سکے گا۔

اسی طرح الٰہیت اور رسالت میں جو غیریت دوئی چھپی پوشیدہ ہے، اس سے واقفیت رکھے بغیر جانے سمجھے بغیر اس کو کیسے دور کر سکتا ہے غیریت کو ہی دور کرنے کا نام "نفی" ہے، اسی نفی کے عمل میں طہارت وسدھارت نہ ہوگی تو یہ درست نہ ہوگی جب یہی درست نہیں تو اثبات کلی طور پر غیر صحیح ہوگا ان دونوں نفی واثبات کو سمجھ کر رسالت کی غیریت کا جاننا بے حد ضروری واہم ہے۔ رسالت کو سمجھنے کے لیے ہمیں نبی اور رسول کے مراتب کو الگ الگ طور پر سمجھنا ہوگا۔ ان میں جو واضح فرق ہے اسے جاننا ہوگا۔

نبی نباء سے مشتق ہے۔ اس کے معنی خبر دینے والا کے ہیں گویا ہر خبر دینے والا نبی ہے "الانباء" اخبار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خبر کی تعریف یہ ہے کہ

Marfat.com

اس کے نہ جاننے والوں کو اس کا علم دیا جائے خبر سننے والوں میں ان کے علم میں معلوم آشنائی پا جائے۔

مگر باعتبار مذہب عام اصطلاح میں نبی صاحب وحی من اللہ کو کہتے ہیں یعنی اللہ سے وحی کے ذریعے محصول شدہ علم و ہدایت کو اس کے بندوں تک پہنچانے والے نبی ہوتے ہیں۔ اس پیغام رسانی میں وہ امانت پیام میں بددیانتی نہ کرنے کی وجہ سے معصوم بھی ہوتے ہیں اور نبی کہلاتے ہیں ہر نبی، نبی ہونے کے ناطے سے نبی ہے ضروری نہیں کہ وہ رسول ہو جبکہ ہر رسول، رسول ہو کر بھی نبی بھی ہوتا ہے بلکہ پہلے نبی اور بعد میں رسول ہوتا ہے جیسے تعلیمی میدان یا چھوٹی کلاس بڑی جماعت میں آنا یا عہد و منصب کی رو سے معاشی کاموں میں نیچے سے اوپر کا بڑا رتبہ مل جانے پر چھوٹے درجہ کی تعلیم یا رتبہ اس میں آشمار ہوتا ہے، نبیوں پر صحیفے نازل ہوئے یا وحی کے سلسلے میں چند ایک امور کی وعظ و نصیحت نبی کے ذمہ میں ہوتی ہے جو زمانی اور مکانی اعتبار سے بھی کسی حد تک محدود ہو سکتی ہے۔

جبکہ رسول نہ صرف صاحب وحی ہوتا ہے بلکہ یہ صاحب کتاب بھی ہوتا ہے، جس کے بھیجنے والا مرسل ارسال کے فعل میں ہوتا ہے رسول بھیجا جانے والا فعل کا اثر ہے مگر حضرت داؤد حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحبان کتاب کو اللہ نے مبعوث فرمایا وہ رسول ہونے کے باوجود رسول اللہ نہیں کہلائے، ایسا کیوں ہے جبکہ یہ بھی نبی صاحب وحی اور صاحبان کتاب بھی تھے حضور اکرم سرور انبیاء ﷺ کو ہی رسول کیوں کہا جاتا ہے جبکہ کوئی خلیفۃ اللہ کہلاتا رہا کوئی کلیم اللہ کہلایا اور کوئی روح اللہ موسوم ہوا کوئی صفی اللہ ہوا مگر رسول اللہ سوائے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ کوئی نہیں رسالت کی اہمیت یہ ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر کوئی چیز بھیجی جا رہی ہے وہ پہلے سے موجود ہے بس انتقال مقام کسی مقصد یا غرض کے تحت میں ہوا۔ موجود کو دوسرے موجود تک ارسال کیا گیا۔

Marfat.com

آپ ایک ایلچی کو پیغام رساں کو لاہور سے کراچی بھیج رہے ہیں۔ آپ اس کے مرسل ہوئے لاہور سے کراچی تک جانے کے لیے اسے جن جن مراحل و مقام سے گزرنا پڑا وہ اس کی رسالت کے مراتب ٹھہرے وہ گھر سے نکلا ریل یا ہوائی جہاز سے سفر طے کیا زادِ سفر ٹکٹ وغیرہ لینے کے بعد سفر کی صعوبت کو برداشت کیا مقامِ مقصود پر پہنچ کر مطلوبہ شخص و اشخاص کو آپ کا پیغام من وعن خیانت کے بعد امانتاً کامیابی سے دیا یہ سارے کارکردار سفر حضر وعظ نصیحت رسالت ﷺ کے کام کے جزوی کردار و مراتب ہوئے۔

یہ رسالت ہی ایک خاص کامل اکمل امانت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کے ذریعے نہیں بھیجی اسی کے کرداری عمل کے انتہائی اواخر پر حجۃ الوداع کے موقع پر اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کے ساتھ اَتْمَمْتُ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ کے فرمان سے رسول اکرم ﷺ کی اہمیت ضرورت اور غرض و غایت بیان کی، بتایا گیا کہ یہی یاسین رازدارِ الٰہی ہے جس کے علاوہ کوئی اور تعریف میں محرمِ راز کی صورت میں نہیں ہے چنانچہ حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا رسول ہم پایہ حقیقت محمد رسول اللہ نہیں ہو سکتا عامیانہ طور پر بھی کلمہ طیبہ کے پڑھتے وقت خاص طور پر قاری پڑھنے والے کے دماغ و ذہن میں لفظ رسول کا "محمد" کے تعلق سے ہی یہی مفہوم ہونا چاہیے تاکہ وہ صاحبِ ایمان ہو سکے، ورنہ عام اعتبار سے مفہوم و معنی پر غور کیے بغیر لفظ رسول ادا ہو جانے سے وہ مسلمان ہوا ایمانداری میں تقویت سے محروم رہے گا جیسا کہ اس سے پہلے اوراق میں فرمان رسول بقولِ الٰہی لکھا جا چکا ہے "اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مومن ہیں آپ رسول اللہ کہہ دیجیے کہ تم مومن نہیں ہوئے تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

کلمہ پڑھنے والا اسلام کے دائرے میں اس لیے مسلمان ہوا کہ اس نے

Marfat.com

نبوت کی بجائے رسول کا لفظ ادا کر کے رسالت کا اقرار کیا اگر وہ محمد ﷺ کے صرف نبی ہونے کا اقرار رکھتا تو وہ شخص مسلمان بھی نہ ہوتا کیونکہ اس نے رسالت کا اقرار نہیں کیا۔

اب رسالت کا تعلق اور الٰہیت کا ربط کائنات سے کیا ہے جاننا بھی ضروری ہے تخلیق کائنات کے سلسلہ میں پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ خالق باری تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموت والارض زمین آسمان میں اللہ ہی نور ہے یعنی اس کے نور سے بنے ہیں جبکہ ارشاد محبوب باری تعالیٰ یہ ہے کہ ''انا من نور اللہ و کل شیء من نوری ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر شئے میرے نور سے ہے جبکہ دوسری جگہ فرمان رسول کریم ﷺ یہ ہے کہ ''اول ما خلق اللہ نوری'' سب سے پہلے اللہ نے جو خلق کیا پیدا کیا وہ میرا نور ہے اس سے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے آپ محمد کا نور ہی پیدا فرمایا جو مختلف روپ اور تعینات مدارج سے گزر کر صورت محمدی میں جلوہ گر ہوا اس میں جلوہ گری کی تفصیل ہی کو مراتب ''نزول'' کے طور پر جانا گیا۔

اول نور مطلق کائنات کو بنانے سے پہلے خالق قدرت نے پہلے اپنی قابلیت کو تفصیل سے جاننے کے لیے کہ اس میں کن کن صفات و قابلیت کی خوبیاں موجود ہیں ہے اور ان اعتبارات میں کسی کامل ذات سے اپنے بطون پر قدرت الٰہی متوجہ ہوئی خود کی شان اور مرتبہ کو کما حقہ صفات سے بدرجہ اتم کامل پایا نور مطلق کا یہ علم یعنی جان لینا غیر کا جاننا پہچاننا پن کہلایا حالانکہ یہ خود کی قابلیت کا جاننا پن ہی تھا اسی وجہ سے اس علم جاننا پن کو شیون ذاتیہ کہتے ہیں نور مطلق الٰہی خود کو جس شان میں پایا وہ بھی ایک مرتبہ درجہ خاص کہلایا اسی کو حقیقت انسانی کہا گیا جو بلا کسی اعتبار کے ایک خاص داخلی شان ہے اس حصے میں آ کر ذات کا مرتبہ بدل گیا جو نور مطلق کی جگہ حقیقت انسانی کہلانے لگا یہی علم حقیقت خودی کا علم علم ''انیت'' ہے

Marfat.com

جس کی وجہ سے چار مختلف اعتبار سے ذات مرصع ہوئی پائی۔ (1) مجھ سے زندگی کے آثار پیدا ہو سکتے ہیں۔ (2) مجھ سے ہی شئے کا قیام بھی ہو سکتا ہے۔ (3) مجھ سے ہی ارادہ کا ظہور ہو سکتا ہے۔ (4) میں صاحب قدرت قدیر ہوں یہ چار حیات قیام ارادہ اور قدرت میرے اپنے تصرف ہیں، ان کا جاننا کہ یہ صفات ہیں یہی صفات الٰہیات الصفات کہلانے لگیں جب یہ علم اجمال میں آیا تو تفصیل ملاحظہ ہوئی تو اس میں خود کی دو جہات ظہور میں آئیں ظاہر ہوئیں ان میں سے ایک عروجی جہت اور دوسری کا نام نزولی جہت ہے معروف ہوا۔

عروجی جہت میں ذات نے خود کو بحیثیت فاعل ہونا جان لیا کیونکہ اس جہت میں صفات افعال سے ذات خود کو مدصف جان گئی گویا خالقیت یا ملکیت حاکیت رازقیت ستاریت اور غفاریت کی تعریف میں خود کو کامل اکمل پایا۔ خالق مالک حاکم رزاق، ستار اور غفار اسماء کو اسمائے الٰہی یا حقائق الٰہیہ کہتے ہیں حقائق الٰہیہ کا لازمہ وجوب میں ہمیشگی سے موجود ہے۔ اس جہت میں ذات نے خود کو فاعل کے طور پر جان کر ''انا ربٌ'' کہنے کے مشاق حقدار ہوئی۔

دوسری نزولی جہت میں ذات نے خود کو مفعول کی صورت روپ میں دیکھا ملاحظہ کیا اس جہت سوف سمت میں اس نے اپنی صفات انفعالیہ پر نظر ڈالی تو انواع واقسام میں مختلف صعواشکال میں علم نمایاں ہوئے پیچھے لکھا جا چکا ہے اسی کو صور علمیہ کہتے ہیں صور علمیہ کی سبھی تفصیل کا جب علم ہوا تو وہ معلوم علم ''معلوم حق'' کہلوایا صور علمیہ جب پوری تفصیل سے علم حق میں ثابت ہوا اس کو ہی اعیان ثابتہ کہا گیا گویا عیون وظہور میں روشن بین ثبوت سے ثوابت پر ٹھہرا اعیان ثابتہ ہوا۔

گویا جب ذات کے صفات انفعالی اعیان ثابتہ کے روپ سلوپ میں علم ثابت ہوئے تو ذات خود کو اپنے ہی صفات افعال کا اثر قبول کرنے والی حیثیت سے پہچان گئی یہی بلحاظ حقائق کونیہ تکوینی بمدارج جانے پہچانے گئے اسم اور نام اور

Marfat.com

کام کے حساب سے یہی اسمائے کونیہ تکوینی اسماء کہلائے کیونکہ ان کا لازمہ امکان مشتق از ممکن و مکان یعنی ہونا یا نہ ہونا دونوں مساوی ٹھہرے، ہونا نہ ہونے کی ضد اور نہ ہونا ہونے کی ضد پر برابر ہوئے......... اس جہت میں ذات بہ اعتبار صفات انفعال خود کو ''اَنَاءُ الْعَبْدُ'' کے تعین سے مطمئن ہوئی حقائق الٰہیہ کثرت کی مقاضی نہیں صفات کے تعداد میں بڑھنے زیادہ ہونے میں بھی وہ ذات ایک ہی رہتی ہے اور ایک ہی ہے، صفت الگ ہونے سے ذات الگ نہیں ہوتی شخصیت میں ایک ہی رہتی ہے شخص کثرت میں نہیں آتا اسے ہی کثرت نسبتی کہتے ہیں کون مکان کے نظام تکوینی میں حقائق کونیہ کو مگر کثرت حقیقی لازم ہے اس لیے کہ ہر ایک ماہیت میں حیثیت سے جدا جدا ہے۔

صفات انفعالی صفات افعالی کا محتاج نہیں کیونکہ یہ صفات اصفامی مظہر اور صفات الفعالی مُظہر کہلاتے ہیں، اور یہ حقیقی امر ہے کہ ہر مظہر اپنے کسی مُظہر کا محتاج ہوتا ہے مُظہر اپنے مظہر کے علاوہ کسی اور دوسرے وصف سے مظہر کو قبول نہیں کرتا ہر مُظہر کی تجلی اپنے مظہر کے لیے ہوتی ہے مُظہر اپنے مظہر کا رب ہے ذات نور مطلق نے تفصیل کے ساتھ اپنی قابلیت کو جاننے سے کہ صفات ذاتی صفات افعالی اور صفات انفعالی سب اسی کے وصف ہیں وہ ربوبیت کے تمام تر مراتب کو باحسن کما حقہ پورا کر سکتا ہے جس کی بناء پر اسے حق اللہ سے مرتبہ الٰہیت ملا جو ذات کا نزول اول ہے اور داخلی بھی ہے خارجی نہیں۔

ذات اللہ نے جو تفصیل سے خود کی قابلیت کو جان لیا تو اس نے چاہا کہ دانش علم کو بینش نظر میں ''دیکھتا'' دیکھے یعنی عدم کو قدم میں تبدیل کر دے اعیان ثابتہ علم میں بالثبوت بالقوۃ ثابت شدہ کو بالفعل کر دینا چاہا جو وصف خوبی قابلیت ظہور سے پہلے علم میں آئے وہ بالقوۃ کہلاتی ہے، اور جب یہی ظہور میں ظاہر موجود پائی جائے تو اسے بالفعل کہتے ہیں۔

Marfat.com

الٰہیت کا درجہ ذات میں صفاتی مرتبہ ہے۔ جب ذات اپنے صفات انفعالی کو ظاہر کرنے کے ارادہ سے فعل کرنے پر آمادہ ہوئی تو اس نے ''کن'' کہنے سے تخلیق کر دی مسلمہ امر ہے کہ صفات ظہور کے لیے فعل کی محتاج ہے۔ اس لیے ذات فعل کے میدان میں آنا پڑا فعل کی ضروری حرکت پوشیدہ نہیں ظہور میں ہوتی ہے، چنانچہ ذات نے اپنے فعل کو امہات الصفات بخش کر ایک تعین جہت میں اس کو ظہور بخشا ظاہر کیا۔ ظاہر ہونا پوشیدہ نہ رہا بیرونی اعتبار سے خارجی ہے جو ذات کا دوسرا نزول مرتبہ خارجی تخلیق کا اعتبار ہوا ''روح'' کہلا کر مخلوق اول کہلائی۔

Marfat.com

روح امر ربی

روح مراتب خارجی کے طور پر ذات کا پہلا نزول ٹھہرا، جسے عالم ارواح یا عالم امر کہلانے کا حق اسم ملا ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے "قل الروح من امر ربی" (آپ ﷺ فرمادیجئے میرے رب کا حکم ہے) اس کی لطافت پر لطف اور الطفات اتنے پرکشش ہیں اور دل آویز ہیں، خدا خود مثال میں فرماتا ہے۔

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَة" (سورہ نور: آیت 35) زمین و آسمان اللہ کے نور سے ہیں جس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک فانوس ہو جس میں چراغ ہوں اور وہ چراغ کانچ کے ہوں جھلک چمک کو جب شیشے سے گزار دیا جائے تو اس کی لو اور روشنی میں مزید اضافہ ہوتا ہے سورج کی کرن منعکس ہو کر مزید روشن اور چندھیا دینے والی خیرہ نظر ہوتی ہے۔

عربوں میں بانسری ساز سے پوچھا جاتا کہ بانسری تیار ہوئی؟ تو وہ عربی زبان میں کہتے "سویتہ" ہاں ٹھیک ہو چکی جیسے ہندوستان میں ستار کو بجانے سے پہلے اس کے تاروں کو ٹھیک کر کے ان کے سر باہم ملایا جاتا ہے، اس کو ٹھاٹھ درست کرنا کہا جاتا ہے ایسے خالق باری نے آدم کا پتلا ٹھاٹھ میں کر کے "سویتہ" کے الفاظ سے اس کی درستگی کا بیان دیا۔ فرمایا "فاذا سویتہ فنفخت فیہ من روحی" (جب "آدم کو" ٹھیک کرلیا میں نے پھونکی اس میں روح اپنی) نفخت پھر میں نے پھونکی، من روحی، اپنی روح سے، دونوں دو مرتبہ باری معظم کا خود کو تکرار

Marfat.com

سے بیان پانے کا نام روح ہوا تکرر کے باعث اسے یافت مکرر اور بسیط مجردہ کہتے ہیں جیسا کہ پیچھے نفس مجرد کا ذکر میں لکھ چکا ہوں اور آپ پڑھ چکے ہیں۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مقدسہ حدیث قدسی کے مطابق "اول مـــا خلق الله روحی" (نوری) سب سے پہلے اللہ نے میرے نور میری روح کو پیدا کیا پھر کیا ہوا سارا عالم ارواح اسی روح اول کی تفصیل ہے جیسا کہ معروف حدیث جابر سے تفصیل ظاہر ہے لہٰذا روح محمدی کو امر کلی جانا ہوگا۔

امر کلی کیا ہے ہر جگہ سب چیزوں میں پائی جانے والی چیز امر کلی ہے۔ اگر اس کو پورے طور میں کسی میں موجود ہونا نہ پایا جائے تو یہ "امر جزوی" کہلائے گا کلی نہیں ہوگا۔

ذات کی بازیافت کا اسم ابوالارواح کا نام پایا ذات تکرار مکرر کے ساتھ خود کو جب اعتبار میں پائی تو روح الروح کو اپنے نور کے ہونے پن کا احساس ہوا، یہی اس کی انیت خود کا علم ذات ٹھہرا۔ اس انیت سے روح الروح پر ظاہر ہوا کہ وہ باوجود مختلف اعتبارات کے ایک ہی ذات ہے یہی ذات روح کا اجمال حسن کا اظہار ہوا جن کے اعتبارات (1) جوہر مہیا (2) طبیعت کل (3) شکل کل اور (4) جسم کل تعداد میں چار ہیں۔

جوہر مہیا: مجھ میں صورت محمدی کی بالقوہ قابلیت موجود پائی جاتی ہے۔ چیزوں کا ہونا پن شئے کا ہونا اور اس کی صورتیں اسی صورت محمدی سے تفصیل میں ہیں۔

دوسرے نمبر پر طبیعت کل گویا مجھ میں طبیعت محمدیؐ کی بالقوہ قابلیت موجود ہے عالم کی تمام مخلوق کی طبعیتیں اسی طبیعت کل کی تفصل ہیں مرکزی کی تفصیل ہیں۔

تیسرے نمبر پر شکل کل ظہور محمدی کے لیے جسم اطہر کی قابلیت کا موجود ہونا مختلف اشکال کی وجہ سے باہم یک دیگر کی تمیز کر لینا اختلاف اشکال شکل محمدی کی وجہ

Marfat.com

سے موجود ہے پہچان اور تمیز کا مسئلہ حل ہوا۔

چوتھے نمبر پر جسم کل مجھ میں ظہور محمدی کے لیے جسم اطہر کی قابلیت بھی بالقوہ موجود ہے شہود کی قابلیت مشاہدہ میں جسم سے شواہد وظہور پائی جاتی ہے اس لیے سارے اجسام اسی کی تفصیل ہیں تفصیل اجسام کی وجہ سے ظہور کا مشاہدہ ممکن ہوا۔

روح الروح کی انیت سے جو یہ چار مندرجہ بالا اعتبارات کا ظہور ہوا اصل میں در عالم شہادت صورت محمدی طبیعت محمدی شکل محمدی اور جسم محمدی کے ظہور کی حقیقت تھیں جس میں ساری مخلوق کی تفصیل ظاہر ہوئی حدیث کی زبان مین قول ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"لو لاك لما خلقت الافلاك" اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو مخلوق کو پیدا نہ کیا جاتا۔

اس عالم اجمال کے بعد روح الروح تفصیلی علم سے واقفیت ہو کر اپنی قابلیت کا جائزہ لینے لگی اس نے خود میں دو قسم کے عوامل عروجی اور نزولی ہونے کا انکشاف پایا عروجی مراتب سے آگاہ ہو کر خود معہ الحق سمجھ بیٹھی۔

منشا باری تعالیٰ کچھ اور تھا، روح کے شعور میں خیال کی پختگی ہونے سے قبل ہی ذات خود کی حقیقت جان چکی تھی جسے سنبھلنے کا موقعہ دیے بغیر اس سے سوال کر دیا گیا۔"الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں روح الروح جو ابھی ابھی تخلیق ہوئی تھی، پوری طرح سے باشعور بھی نہ تھی کم فہمی اور جہالت کے باعث سوال کے جواب میں قول اقرار دے بیٹھی اور "قالو بلیٰ" کہہ کر اقرار کر بیٹھی ہاں تو میرا رب ہے عبدیت گلے کا ہار لے کر لاعلمی سے خود فراموشی کے باعث عروج سے نزول ظلم اور غیریت کا شکار ہوئی غیریت سے آزاد ہونے اور دوبارہ معہ الحق ہونے کے لیے یرجع الی اصلہ کے سفر پر گامزن ہونے کا سوال پیدا ہو گیا۔

عروجی اعتبار سے خود کو معہ الحق جاننے کی تمیز پیدا ہوئی عقل کل یا عقل اول جاتی رہی "قالو بلیٰ" کے اقرار میں اس امانت کو اٹھا لیا گیا باری تعالیٰ کے قول

Marfat.com

کے مطابق پہلے بھی پیچھے نقل کیا جا چکا ہے کہ "بیشک ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا سبھی اس کو لینے سے ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا کیونکہ وہ نادان ظالم و جاہل تھا۔ امانت کے بوجھ کے احساس سے محروم تھا۔

اب روح الروح اپنی نزولی جہت سے متوجہ ہوئی تو اس میں اس نے انیت کی وجہ سے عروج اور زوال و نزولی کو ذاتی جانا اپنی سمجھا خود کو اس نزولی جہت میں نفس کل کی حیثیت سے دید کی قلم اعلیٰ یہی توصیف ہے تفصیلی علم سے واقف ہونے پر فعل صادر کرنے پر مامور ہوئی فعل بغیر حرکت کے ظہور نہیں پاتا روح افعال اللہ ہونے کے باوجود کثافت اور تعین میں کثیف ہوئی مگر معہ الحق ہونے کی وجہ سے کثافت بہت ہی الطاف اور الطف رہی روح کی حرکت سے فعل کا آغاز ہوا حرکت جیسی تمثیل پیدا ہوئی جس کو عالم مثال کہا گیا۔ اسی تمثل کو خالق باری نے جسم لطیف عطا فرمایا جو روح سے نسبتاً کثیف ہو کر بھی ہلکا رہا۔

مرتبہ مثال اخراج میں ذات کا دوسرا نزول ہے، جو فعل حق کا تمثل کہلانے کی وجہ سے مثال کہلایا۔ تمثل کی شکل و صورت بھی فعل و کردار جیسی ہوتی ہے جیسے کہ آپ نے زمین پر انگلی سے ایک لکیر کھینچی اس سے تین یا تیس عیاں ہیں ہاتھ سے حرکت ہوئی جو فعل کہلائی لکیر "الف" جیسی شکل میں آ کر فعل کہلائی جو ظہور صفت میں دکھائی دیا تیسرے نمبر پر کہ حرکت اور اس کے اثر کے درمیان کی خلا الف جیسی شکل میں اسی کو تمثل ہے۔ فعل کی صورت کے جیسا تمثل ہونا مثال کہلاتا ہے جیسے خواب کی تصویر یا تصور کی مورت۔

روح انسانی کیا ہے، ذات نور مطلق بہ اعتبار صفات الٰہیہ کہلائی بہ اعتبار فعل روح تمثل کے لحاظ سے مثال کی صورت میں آئی تو روح الروح کی نظر بوجہ نزول جہاں پر قرار پائی روح انسانی کہلائی جسے خود کی ذات کا علم ہوا، اس کا اعتبار بدل گیا کیونکہ اب روح انسانی کہلانے کی بجائے وہ ذات مثال کہلائے گی۔

Marfat.com

روح کو جب اپنے ہونے کا علم ہوا خود کے ہونے کی اس میں سمجھ پیدا ہوئی یہی میں ہوں پن کی انیت ہے اس انیت کی وجہ مثال چار قوتوں (1) جبرائیل (2) میکائیل (3) عزرائیل (4) اسرافیل میں پائی گئی ہونے کے علم میں مثال کا یہ علم اجمالی ہے قابلیت کی تفصیل جب جانی گئی تو عروجی کیفیت میں ملکوت اعلیٰ جبکہ نزولی مرحلہ میں ملکوت اسفل کے روپ میں نظر آئی قوت اور قابلیت ملکوت اعلیٰ سے فیض یاب ہو کر ملکوت اسفل پر آ گری۔

مندرجہ بالا امثال کے وصف و جہات روح انسانی کی ذات سے ہیں مندرجہ ذیل بیان بڑی حد تک بجائے روح انسانی ذات کی قوت کے اعتبار سے ہے، گویا ذات نے اپنے مراتب و جہات کو قوت میں تفصیل سے بیان کیا۔

روح انسانی اسی مرتبہ کی ذات ہے، جو اعتبار نور یعنی قوت کے اعتبار میں تفصیلی نور کہلایا نور تفصیلی کو علم انیت کی وجہ سے انہی چار قوتوں کا علم انہیں ملائکہ اربع چار بڑے فرشتے کہا گیا عروجی جہت میں وہ خود روح علوی اعلیٰ اور نزولی کیفیت میں روح سفلی جانا گیا اربعہ قوتیں ملائکہ کہلائیں۔ علوی روح اور سفلی روح کے درمیان برزخ بنے نور کی نظر بہ یک وقت روح علوی اور روح سفلی پر رہنے سے انقلابی حالت جوش میں رہتی ہے۔ اس وجہ سے مثال جو ذات و جسم کا اعتبار ہے اس میں قوت کے اعتبار سے دل ''قلب'' کہلایا جسے انیت کے علم کی وجہ سے ''قلب مجرد'' کہا گیا۔ یعنی قلب انیت علمی کے باعث ہی قلب مجرد کہلانے لگا اس محل علم کے ظاہری و باطنی چار پانچ مراتب ہیں جو کلیات و جزیات کا علم وصول کرے قلب مجرد کو تسلیم کرنے کی قوت پہنچاتے ہیں۔

حواس خمسہ ظاہری، حواس خمسہ باطنی، حواس خمسہ ظاہری جزیات کا علم حاصل کرنے والے مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ (1) سامعہ سننا (2) باصرہ دیکھنا (3) شامہ سونگھنا (4) ذائقہ چکھنا (5)

Marfat.com

لامسہ سن کرنا چھونا ظاہری علم ہے۔

خواس خمسہ باطنی کلیات کا علم حاصل کرنے کو مندجہ ذیل ہیں۔

(1) مشترک (2) متخیلہ (3) متصرفہ (4) واہمہ (5) حافظہ

کلیات کا علم علم لدنی باطنی علم ہے۔

جب قلب کو کلیات کا علم میسر ہو تو اسے قلب مجرد کہنے کی بجائے روح مجرد جب اسے جزیات کا علم ہو تو اس صورت میں اسے نفس مجرد کہتے ہیں مگر جب قلب مجرد کو نہ علم کلی ہو اور نہ ہی علم جزوی تو اسے قلب کی جگہ دل کہتے ہیں عام نا سمجھ لوتھڑہ کہتے ہیں۔

کلیات کا علم جب قلب مجرد کو ہوا تو اس محصول شدہ وصولی علم نے عروجی جہت میں اصل کی طرف راغب ہوئے رجوع کیا جن قوتوں کا علم ہوا وہ روح نامیہ، روح متحرکہ، روح ناطقہ اور روح قدسیہ کہلائیں۔

جزیات کا علم حاصل ہونے سے پایا جانے والا علم قلب مجرد کو نزولی جہت میں غیر سے رجوع میں کارگر ہوا، چنانچہ غیر کی محبت کی وجہ سے قلب مجرد کی جگہ نفس مجرد کہلانے پر اس میں بھی چار مراتب کا آثار ملا جنہیں نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس ملہمہ اور نفس مطمئنہ کہا گیا کلیات اور جزیاتی الگ الگ درجہ و مراتب کے لحاظ پیچھے ان پر لکھا جا چکا ہے کہ پھر قلب و دل ایک معنی میں نہیں رہتے۔ فرق سے بیان تاثیر لیتے ہیں۔ عام اور خاص سے تمیز پاتے ہیں۔

......ھوا کیا ہے وہ کون ہے خارجی طور پر ذات کا تیسرا نزول ہے نور کی نظر مثال کی نزولی جہت کے ذریعے گزر کر جس جگہ مقام پر آ کر رکی وہ ھوا کہلایا اس سے نور تفصیلی میں اسے تین قسم کا علم حاصل ہوا ایک ''انیت'' خود کے ہونے پن کا جاننا یعنی اس علم سے وہ ''ھوا'' کا جسم کہلایا اس ہونے پن انیت سے جسم میں چار عنصر باد آتش آب اور خاک یعنی ہوا آگ پانی اور مٹی کے موجود ہونے پر اور

Marfat.com

علم آنے کی وجہ سے علم اجمالی ہوا اس پر بھی وہ دو جہات عروجی اور نزولی کا مسافر نظر آیا عروجی جہت کے اعتبار سے عرش کرسی ملائکہ و کروبیان ہوئے اور نزولی جہت سے بروج و افلاک کا تعین ہوا اس میں خود کو دیکھنے لگا۔ گویا ھوا سے جوانیت کا علم ملا اس نے دونوں تعینات میں ظاہر ہو جانے کی قابلیت میں قدرت ہونے کا اعتبار دیا عرش و کرسی اور افلاک و بروج کی شکل دکھا دی۔

ھوا میں نور کے استقرار سے نظر جب حرکت میں آئی تو وہ ''باد'' کہلائی نظر کی قراری اور باد سے جوش وحدت کا باہم غلبہ ''آتش'' کہلایا آتش کی گرمی اور باد کی سردی یعنی آگ کی تپش اور ہوا ٹھنڈک سے جو معرق ہوا عرق یا پسینہ ملا وہ آب۔ پانی کہلایا پھر آتش کے جوش سے پانی آب میں کمی آئی معرق ہونے کی وجہ سے اس پر باد ہوا کی ٹھنڈک سے منجمد ہونے کو پختگی ملتی گئی پختگی کے اثر فعل سے جو چیز میسر آئی وہ خاک مٹی کے نام سے موسوم ہوئی۔ یوں ہوا، آگ، پانی اور مٹی چار عناصر میسر ہو گئے جو اصل میں ''نور'' کے ہی چار مختلف پرتو پیکر اور جسم تھے اور رہیں گے۔

ملکوت اعلیٰ کو آتش و باد پر حق تصرف ملا اور ملکوت اسفل کو آب اور خاک کے اختیار میں مختار کیا گیا ہوا کی نظر قراری جب ان عناصر پر رکی تو چار قسم کی روحیں ظہور میں آئیں۔ ملکوتی نوری اعلیٰ کہلائے اور اسفلی خاکی ہوئے جنہیں نوری ہو جانے کا احساس دیا گیا۔

(1) روح نفسانی (2) روح حیوانی (3) روح نباتی (4) روح جمادی یعنی انسان حیوان نباتات اور جمادات ان چار روحوں کی قوت عناصر کا امتزاج ہو جانے سے عالم غیب اور عالم شہادت کے تمام اجسام کا ظہور پایا یہ ''حادث زمانی'' کہلانے کے زمرے میں آیا۔ عالم غیب و عالم شہادت دو عوالم کے تعینات مظاہر حق اور اثر فعل سے آثار غیر ذات میسر آئے پیدا ہوئے۔ انسان حیوان (چرند پرند اور حشرات) نباتات اور جمادات تمام اجسام کا ظہور ہوا۔

Marfat.com

آدم، سجدہ، ظہور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کائنات ساری کی ساری آدم و نبی کے بغیر بن چکی لیکن اس میں کوئی نوع و قسم ایسی نہ تھی جو ذات حق تعالیٰ کو کانہٗ ظاہر کرنے کے لیے اس مظہر کی مظہر ہونے میں جامع صفات مجتمع الکمالات ہوتی سو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنا ایسا مظہر پیدا کرے جو اس خود کی آئینہ ذات ہو اور تمام درجات مراتب و آثار کے باوجود اس کی کثافت غیریت دور رہ کر اس میں اس کی اپنی کوشش اور چاہت سے لطافت والطاف سے عرفان و آگہی حاصل کر سکے۔ خود کو پہچان کر میری قدرت کو بخوبی جان اور سمجھ سکے۔

تمام عناصر کی ترتیب سے ایک پتلا باری تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے خود کی شکل پر بنایا ''ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ'' جب اسے ظاہر کرنا چاہا تو روح کو حکم دیا کہ اس کے جسم میں داخل ہو کر روح جسم آدم میں داخل ہوئی جو کثافت و تاریکی کی وجہ سے گھبرا کر اندر نہ ٹک سکی باہر آ گئی حکم باری سے دوبارہ داخلہ کے لیے کہا گیا لیکن روح دوبارہ واپس آ گئی وجہ کیا تھی روح کے شعور میں الست بربکم سے پہلے کی کیفیت موجود تھی اور وہ ذات حق کو ہی حق سمجھ رہی تھی اپنی ذات کی اہمیت اور حاکمیت نہ چاہتی تھی روح کے دوسری دفعہ باہر نکل آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''اول خلق اللہ نوری'' تخلیق میں سب سے پہلے نور محمدی کو ظہور محمدؐ کی غرض سے صلب آدم میں ودیعت کیا اس ودیعت کی وجہ سے پتلائے آدم میں کثافت و ظلمت نہ رہی بلکہ نورانیت اور لطافت کی کیفیت نے سینے کو منور کر دیا اب تیسری

Marfat.com

بار روح کو جسد آدم میں دخول کا حکم ہوا وہ داخل ہوئی اس بار اسے ظلمت و کثافت کی بجائے انوار و لطافت ''انوارالٰہی'' کا ساتھ ملا چنانچہ روح جسم میں مقیم ہوئی رک گئی بس گئی نئی مخلوق جو کہ اشرف المخلوقات تھی، قدرت باری تعالیٰ نے اعزاز دینے کو اسی آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملائکہ کو دیا یہ سجدہ بظاہر آدم کو تھا جیسے لوگوں کی نظر اور بے دین لوگوں کے دھوکہ میں ہم کعبہ کو سجدہ کرتے ہیں مگر جو دکھائی دے رہا ہے ایسا نہیں ہے۔ ہم اپنے رب اکبر ''اللہ'' کو سجدہ ریزی سے کام لیتے ہیں۔

روح کے دخول سے پہلے آدم کا پتلا صنم بت جسم جسد بن چکا تھا خدا نے اگر آدم کو سجدا کروانا ہوتا تو وہ روح کے دخول سے پہلے سجدہ کرواتا جو آدم کو سجدہ ہوتا مگر یہاں معاملہ قابل فہم وسوچ و تدبر ہے کہ حکم باری پر روح اندر نہیں ٹک رہی یک بارگی نہیں. دوسری دفعہ بھی نہ ٹکی دوسری بار بھی دخول نہ لے کر روح باہر آ گئی تیسرے حکم پر روح کو آخری قطعاً باعث تسلیم حکم میں اقرار ہوا کیوں عالم ارواح سے آدم کی روح لے کر پتلائے آدم میں دخول کا حکم دراصل روح کا امتحان تھا کہ وہ ''اول خلق اللہ روحی'' یا اول خلق اللہ نوری کی فوقیت کو تسلیم کرتی ہے یا نہیں اس کے اولیت کے حق کو غصب وظلم سے خود کا حق فائق لیتی ہے اس پر تقدم سے کام لیتی ہے روح آدم نے حق سے کام لے کر حقدار کے حق کو فائق لیا بڑا اور عظیم جانا اللہ نے اپنے فرمان میں فرمایا ہے کہ ''میں ایک مخفی خزانہ تھا، جب میں نے چاہا کہ ظہور پاؤں تو اس سے ایک نور ہویدا کیا جو مدتوں مجھ سے الگ رہ کر سفر عبادت و ریاضت میں تیرتا محوحرکت رہا جبکہ خود بفرمان رسول اللہ وہی پہلے عابد وہی پہلے زاہد اور وہی پہلے نبی ہیں انہیں نبی ماننا جاننا عمومی بات ہے ہم سب انبیاء کو نبی تسلیم کرتے ہیں ہم ان کے دور میں تھے یا نہ تھے اس بات سے کوئی سروکار نہیں اس تسلیم و قبولیت کے بعد محمد ﷺ کو نبی مانتے ہوئے بھی ہم مسلمان نہیں ہوتے جب تک ہم انہیں ان کے حقیقی مقام رسالت سے رسول اللہ نہیں تسلیم کرتے ہر نبی

Marfat.com

خود کا امتی خود پر ایمان لانے والا ہوتا ہے آدم کے نبی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا ہدایت دینے کو انہیں نبی بنانا ضروری بھی تھا اس اول انسان نے نبی ہونے پر رسالت رسول اللہ ﷺ پر نظر رکھی اور حق اولیت ذات حبیب خدا وجہ کائنات کے لیے چھوڑا جب معیت روح ہوئی ملی تو آدم نے خود کے جسم میں رضائے الٰہی سے روح میں استقرار لے لیا۔ جو اصل میں معیت ذات الٰہی پر راضی رہنے کا ایک منشا بھی تسلیم تھا۔

اب گویا سجدہ آدم کے جسم کو نہ تھا اس کے اندر روح کو تھا روح کیا ہے ''امر ربی'' روح پروردگار عالم کا حکم ہے یہاں ایک اور حدیث جو پچھلے اوراق میں کوٹ ہو چکی بیان ہو چکی بفرمان ارشاد باری تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ ''اناء من نور اللہ و کل شیء من نوری'' نور اللہ سے نور حضور انور ہے اور باقی ہر چیز نور حضور انور سے ہے تو ثابت یہ ہوا کہ روح امر ربی ہی دراصل اصلاً آدم کے جسم میں ودیعت ہوا جیسا کہ خالق کائنات نے خود فرمایا ''ونفخت من روحی'' میں نے اپنی روح کے تصرف سے کام لیا۔ اب روح آدم یا روح محمد کی بات نہیں رہی اصل مقصود کیا ہے اور تھا جیسے آدم جہت قبلہ تھے روح محمدی نور محمدی کی تحریکی سے راستہ تھی آدم کی روح بھی ایک سبب ذریعہ تھی اصل سجدہ تو خالق باری تعالیٰ کے حکم پر اس کے ''امر'' کو تھا جیسے سجدہ کعبہ کو نہیں خدا کو ہوتا ہے۔

ملائکہ اس حقیقت کو سمجھ جان گئے تھے مخالفت تخلیق انسان کے باوجود انہوں نے آدم کو سجدہ کیا جو حقیقت میں آدم کے اندر نور ربانی کو سجدہ تھا جن ابلیس کی نظر بصیرت سے خاکی تھی اندر کی بات حقیقت نہ سمجھ سکی ظاہر دکھاوٹ دکھاوا پر تکی اسے خاک اور نار کے چکر میں لا کر گستاخ حکم عدول بنا گئی۔ اس نے سجدہ نہ کیا وہ ابلیس شیطان کہلایا لعنت کے طوق سے مردود بارگاہ خداوندی سے راندہ درگاہ ہو گیا۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب العزت نے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جو ملائکہ

Marfat.com

کو خطاب میں تھا ابلیس جو جن تھا آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ ناری مخلوق میں شمار تھا نوری مخلوق میں شامل نہیں ایسی صورت میں حکم باری تعالیٰ کا ابلیس پر کوئی اطلاق نہیں جب اسے حکم نہیں اس نے سجدہ نہیں کیا تو وہ مردود و لعین کیسے ہو گیا وہ دائرہ حکم میں تھا باہر نہ تھا قرآن بھی صاف بیان کرتا ہے کہ حکم ملائکہ کو دیا گیا سبھی نے سجدہ کیا مگر جن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا ملائکہ میں سے کسی نے سجدہ نہ کرنے کی غلطی نہیں کی سعادت مند رہے طابع فرمان الٰہی رہے جو خدا کا حکم کسی وجہ سے عذر کے باعث بھی نہ مانے وہ ملعون باعث لعنت رہتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ سجدے کا حکم بلا شبہ ملائکہ کو ہی تھا کسی اور نوع مخلوق کو نہ تھا۔ ملائکہ کسے کہتے ہیں پچھلے صفات میں مرتبہ امثال آپ پڑھ چکے ہیں کہ رتبہ ''انیت'' کے اعتبار سے چار اعتبارات جبریل، میکائیل، عزرائیل و اسرافیل ملائکہ کہلائے درحقیقت یہی روح انسانی کی قوتیں ہیں جس میں کلیات و جزیات ہیں کلیات اولی و اعلی ملکوت ہیں اور جزیات اسفل نوری کی جگہ ناری ہیں، اس حکم باری میں تفصیل احسن الخالقین اسفلا سافلین نہیں سجدے کا حکم ساری قوتوں کو تھا جس میں اعلیٰ و ادنیٰ نوری و ناری کی تفصیل نہ تھی چنانچہ ابلیس اس شرط پر بھی سجدہ کے لیے مکلف حکم تھا دوسری بات یہ کہ وہ معلم الملکوت ہونے کی وجہ سے وقت و حکم سجدہ انہیں میں تھا اس لیے شاگردان کے حکم کو بطور تربیت و ہدایت متعلمین کے ساتھ ساتھ معلم استاد پر زیادہ فرض تھا کہ وہ غلطی نہ کرتا یوں نور ہدایت سجدہ سے حکم عدولی پر اسے راندہ درگاہ ملعون لعنتی قرار دیا گیا، اقرار سجدہ کی بجائے انکار سجدہ کی غلطی سے مردود ہوا۔ فرض و واجب کو مفروض جاننے کی سزا میں شیطان لعین کہلایا۔

اللہ کی اولین تخلیق سب سے پہلے زاہد و عابد خدا کے بعد باقی تمام مخلوق میں قدیم و اول کا وہ نور۔ نور محمد رسول اللہ جو آدم علیہ السلام کے صلب اطہر میں رکھا گیا گیا پوشیدگی میں مختلف صلبوں اور ارحام مطہرہ سے سفر طے کرتا ہوا آخر ظہور محمدی

Marfat.com

کے لیے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب آپ کے والد محترم کے صلب میں آیا، جس سے بعدہ وہ حضرت بی بی آمنہ والدہ رسول مقبول کے رحم اطہر میں بطور حمل قرار پایا اور شہر مکہ میں جلوہ افروز ہوا والدہ نے احمد اور دادا نے محمد نام رکھا قرآن میں احمد ایک بار سورہ صف میں متذکر ہے جبکہ محمد کے اسم مبارک کا کلام الٰہی میں چار دفعہ تکرار یعنی چار جگہ پر ذکر ملتا ہے۔

درحقیقت نور تفصیلی کو رحمت اللعالمین مظہر اتم محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ظاہر ہونا تھا۔ "انا من نور اللہ" یکتا و واحد کی تفصیل ساری کائنات "کل شیء من نوری" کائنات کا ذرہ ذرہ خود کی تخلیق میں ذات محبوب باری کا محتاج ہے اسے خود کے ہونے میں محبوب باری کے ہونے کی سخت احتیاج و ضرورت ہے اس کے بن وہ کچھ نہیں۔

کچھ نہ تھا تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ میں ہوتا تو کیا ہوتا

وجہ و اسباب کو درمیان سے نکال دیا جائے تو وجود کا مقصد عدم وجود کا باعث بن جاتا ہے جبکہ اصل کا ظہور مجازی ایک حقیقت کے سبب سے ہے۔

کائنات حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا تھا کہ انسان جمال ذات کا آئینہ ہو کمال صفات کا منبع و منشاء ہو، اسرار الٰہی کا رمز شناس محرم راز یاسین، ہو خدا کا راز دار ہو لطیفہ ربانی کے انور و الطاف سے پر کامل نام لوح محفوظ پر ایک طلسم عجائب ہو، چنانچہ منشائے الٰہی اور مشیت ایزدی سے ہی ہوا، جو ملائکہ کو ثبوت میں پیش ہوا کہ "جو میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتے"۔ ذات محمد مظہر نور خدا منعکس آئینہ ذات بن کر تشریف لائے آمد مصطفیٰ ہو گئی یہی نور خلق نے الافلاک وجہ تھی پوری ہو گئی۔

Marfat.com

گرارض مسیحا کی محفل میں لولاک لماء کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ملتا ہو سیاروں میں

Marfat.com

”ہمہ اوست“

ذات مطلق (اللہ) پردے میں ہے

”ہمہ“ سب تمام ”او“ وہ وہی ست یعنی است ہے، ہر شئے وہی ہے مجازی حالت کی بات ہے جس میں نور مطلق کا نزول الٰہیت داخلی ہے عالم امر سے متعلق ہے باقی روح امثال عالم اجسام خارجی ہے، دونوں کے ذکر میں پہلا درجہ کلی اور دوسرا درجہ جزوی ہے، کلی خالق حق نظر سے پوشیدہ ذات ہے جزوی تخلیق حق نظر آنے والی فعل کی نوعیت میں خالق فاعل صاحب امر کن فعل تخلیق کرنا اور اثر فعل مخلوق کا ہونا نور مطلق کا نزول بیان ہوتا ہے۔

الٰہیت کا مرتبہ ذات کا ہے، جس سے مرتبہ روح نزول ذات اللہ کا ہوا یوں مثال اور اجسام میں ذات ہی ہے جو مرتبہ جسم میں مظہور ہے گویا جسم و روح اسی کا ہے کوئی چیز بھی خود کے امر حکم سے نئی و رضا سے نہیں سو مثال و روح اسی کے نزول و مراتب کا نام ہے دوسرے کی ملک کو اپنی ملکیت بنانا غصب ظلم ہے ہمیں ہمارا جسم کہہ لینے کا حق حقیقتاً نہیں مجازاً ہے نزول ذات کے عالم شہادت میں نزول سے اس مختار کا اختیار ختم نہیں ہوتا اس کا حق قائم و دائم مسلمہ امر ہے سب وہی ہے جو حقیقت سے نزول چلے کر بھی خود حقیقت رہ کر دوسری حقیقت صفائی سے خود کی قابلیت کو ظہور ہوا، چنانچہ مظہر اپنی جگہ مظہر کی وجہ سے عدم حقیقت کا شکار نہیں ہوتا وہ ہے موجود ہے قائم ہے مظہر اسی کی دلیل و ثبوت میں ظہور پایا نہ کہ خود ظہور میں وجود پا کر اپنے مظہر کو سرے سے غائب اوجھل اور مفقود جانتے ہوئے ذات سے

Marfat.com

انکار کر دیتے بلکہ وہ کہہ بیٹھتا ہے "میں نہ ہی سب تو" سب وہی ہے سوچ کی بات ہے کہ وجود کا تصور صرف تخیل کی میراث خوبی نہ رہے بلکہ حقیقت میں معہ الحق حقیقت کے قریب رہنے کی غرض و غایت کو اہمیت دے خدا نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے "نحن اقرب الیه من حبل الو دید" ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں گویا بہت قریب ہیں ہم مجازی ہیں جواز میں ہونے کے باوجود حقیقت نہیں حقیقت اور مجاز دونوں یکجا نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو مساوی و برابر درجہ میں نہیں ہوتے۔

اہمیت اور درجہ و مقام کے اعتبار سے مجاز کی جگہ حقیقت کو فائق بڑا اعلیٰ مان کر اسے اقرار میں لینا ہوگا خود کی انکساری اور عاجزی کی توصیف حق کو سچ اور مجاز کو استعاری کیفیت میں مستعار سمجھ کر خود کو مفقود "میں نہیں" میں شمار کرنا ہوگا اور اواست میں تو است تو ہی ہے وہی ہے کہہ لینا انصاف و عمل ہوگا۔

کلمہ طیبہ میں پہلے حصہ میں الٰہیت کا ذکر ہے، دوسرے حصہ میں رسالت متذکرہ ہے بیان ہوئی ہے پچھلے صفحات میں ان دونوں کی تفصیل تحریر ہو چکی ہے مراتب داخلی حقیقی کو تنزیہہ اور مراتب خارجی مرسلہ از مرسل رسالت کو شان تشبیہہ کہتے ہیں مشبہ کسی سے مشابہت کی کڑی سے فعل اثر ہے تشبیہ کے لیے دوسرے وجود کا ہونا ضروری ہے گویا تشبیہہ دیئے جانے والی دوسری چیز جس سے تشبیہہ دی جاتی ہے جو پہلی چیز کا علم دیتی ہے جس میں پہلی چیز حقیقت اور دوسری متشبہ چیز مجازی حقیقت ہے اصل کی نقل ہے اس صورت میں بھی ان مین دو کا وجود ہونا پایا جاتا ضروری ہے لیکن تصدیق تو اصل کی ہو رہی اس لیے اصل پر نظر و بصر رہنی چاہئے اگر نقل تشبیہ پر نگاہ رک گئی تو انصاف اور عدل نہ ہوگا گمراہی غصب و ظلم ہو جائے گا۔ جو ناشکری اور غداری ہوگا۔

ایک انجینئر ایک عظیم عمارت بنانے کے لیے ذہن و تخیل مین ایک پلان

Marfat.com

منصوبہ تیار کرتا ہے، پھر اس کے مطابق ہر چیز واسباب ذرائع میں لے کر اسے تیار کر لیتا ہے جو چیز تیار ہوئی وہ بلڈنگ تھی، اس کے ہنر وفن کے ہونے اور اس کے اثر فعل کا ظہور تھی وہ خود اس عمارت کے ظہور میں شامل نہیں تھا، اس میں اس مظہر انجینئر کا جسم الگ اور مظہر بلڈنگ کی صورت وشکل ومثال میں الگ رہی دونوں میں شکل وتوصیف الگ الگ اور جدا ہیں۔ مگر باہمی یکتائیت کا تصور بھی ملتا ہے۔

اللہ کی ایسے ہی الٰہیت میں پلان کے مطابق حقیقت سے تو خارج میں نظر آیا وہ مرتبہ رسالت ظہور محمدی خروج ونزول حقیقت کا دوسرا مجازی نام ہوا گویا یہ دونوں مراتب شان تنزیہہ اور شان تشبیہہ ایک ہی بات راز سے متعلق ہیں دونوں میں غیریت اور دوئی نہیں مگر اس میں تصوراتی فرق کلی و جزوی ضرور ہے۔ گویا واحد ہونے کے باوجود ثانیت ثابت ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال جانتے محسوس کیے فرماتے ہیں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

حقیقت الٰہیت کے داخلی اعتبار کا خارجی اعتبار مجازی ظہور محمدی ہے باہم اختلاف وغیریت نہیں، مگر اسے تمیز کیے بغیر کلمہ میں متذکرہ دو ذاتوں کی کس ہستی میں اثبات اور کس حصہ سے نفی کرنا مقصود ہے یہاں پر بندے کا کام ہر دو مراتب کا ذات مطلق میں اثبات ہے یہ اثبات اول کس ذات میں ہوگا جبکہ کلمہ طیبہ میں دو ذاتوں کا ذکر ہے ذات مطلق پردے میں ہے دونوں ذاتوں سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ محل اثبات درست اور موزوں رہے اسی اثبات اول کا درست اور صحیح ہونا صراط مستقیم ہے ہر نمازی مسلمان دن میں تقریباً اڑتالیس بار خود کی نمازوں میں اھدنا الصراط المستقیم "مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دے"، جس سے یہ سیدھا راستہ پوشیدہ اوجھل اور مکتوم رہتا ہے وہ گمراہ و مغضوب

Marfat.com

بندوں میں ہو جاتے ہیں مگر جو اس سیدھی راہ چل دیے ان پر خدا کی نعمتوں کا نزول ہوتا رہا وہی صدیقین، شہداء و صالحین و ولیین و نبیین و علین سے مشمول شمار ہوئے۔ یہ فضل الٰہی کرم معطی کی عطا سے ہوتا ''واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم '' اور اللہ ہی ہے جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دے دے جس کے اثر فعل میں فضل یا عدل کا اجر انعام و سزا میں ہوگا ملے گا۔

۞

Marfat.com

دو ذاتوں کا ایک کرنا

جب معلوم ہو چکا کہ اثبات اول کا صحیح و درست ہونا ہی معرفت کی کنجی کلید عرفان و آگہی اور حصول صراط مستقیم ہے تو اس راہ پر چلنا ضروری ہے، اور مقصد تخلیق انسان سمجھ لینے میں ہی عافیت ہے ہم بتا چکے کہ شان تنزیہہ اور شان تشبیہہ میں غیریت دوریت اور دوئی ہے مگر ہم ان دونوں کو ایک کہہ بھی نہیں سکتے کیونکہ ان ہر دو کو ایک ذات کہنا غلط ہی نہیں سراسر خطا ہوگا، دونوں الگ الگ ہیں ان کا ایک کرنا اجتماع ضدین کے اصول سے محال و مشکل بلکہ ناممکن ہے مگر ان کو ایک کرنے کے بنا بنتی بھی نہیں، جب تک ایک نہ کریں گے توحید مکمل نہیں اکمل و تام نہیں ہوتی ان دونوں ذاتوں کے ایک کرنے کے فن سے واقف ہونے کے بعد ہی کلمہ پڑھنا درست ہوگا ورنہ غلطی کا امکان سزا کا موجب ہو جائے گا۔

اثبات کرتے وقت دونوں ذاتوں کا سامنے موجود ہونا غلطی کا امکان پیدا ہونا ہے ان دونوں میں کون سی ذات مستحق اثبات اور کون سی ذات سزاوار و لائق نفی ہے کا علم ہونا ضروری ہے۔

ایک شخص اکیلا پلا بڑھا جوان ہوا محنت شاقہ اور کوشش تام سے امیر کبیر بن گیا۔ اس سے تعلق جوڑنے کو کسی لالچی نے اسے اپنا بیٹا کہا بولا اس کو باپ ملنے کی خوشی محسوس ہوئی جبکہ عین اسی وقت کسی دوسرے غریب شخص نے ان کو اپنا بیٹا تسلیم کرنے پر اصرار و ثبوت دے کر منوانا چاہا کہ وہ اس کا باپ اصلی ہے، اور دوسرا ڈھونگی غلط مکار و حریص ہے اصلی نہیں ہے اس تحقیق کے لیے باپ بیٹے کے درمیان

Marfat.com

ایک برزخ پردہ ہے اس حائل حجاب کی وجہ سے بیٹا اپنے اصلی باپ کو پہچاننے سے قاصر و عاجز ہے اس کو ماں کی تلاش ہوئی جس سے وہ جان سکتا تھا کہ حقیقت اور صداقت میں کون اس کا باپ ہے، ماں کا یہ رول جو صداقت ظاہر کرے گا برزخ ہے، جو اپنی جگہ نشور صداقت کے لیے بلند و بالا مقام رکھتا ہے، اس شخص نے ماں سے مل کر پوچھا ماں بتاؤ ان دونوں میں اس کا اصل باپ تمہارا شوہر کون ہے وہ کسے اپنا والد اور کس کا خود کو ولد کہے اس شخص کے نزدیک ماں کا اب وہ مقام ہے جس کی حرکت عزت میں اسی کے کہنے کو حقیقت تسلیم کر کے اس کے فرمودہ وارشاد میں جسے وہ کہے گی وہ اسے اپنا باپ تسلیم کر لے گا چنانچہ ان دونوں میں جس کی طرف اشارہ تسلیم ہوا اس کو اس نے اپنا باپ تسلیم کر لیا، اگر وہ تصدیق کے مصدقہ امر سے کام نہ لیتا تو کئی قسم کی غلطیاں سرزد ہوتیں برے نتائج سے ضرر و نقصان ہونے کا اندیشہ نہیں یقین ہوتا ماں کی تصدیق سے وہ اس کے ملنے جلنے والے اور خود والدہ کئی مضر اور ضرر رساں حالتوں سے بچ نکلے۔

کلمہ طیبہ میں اسی طرح سے دو ذاتیں سامنے آ گئی ہیں الٰہیت اور رسالت کون اثبات میں ہے کسی کی نفی ہوگی اس برزخ اور پردہ کو اٹھانا ضروری اور اہم ہوا یہ برزخ حجاب عبد و اللہ کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے، عبد و معبود کے بین کیا تعلق ہے برزخ عالم باطن اس کا راستہ بتلانے والا ہادی و مرشد ہے ماں جو دنیاوی رشتہ ہے اس کی عظمت بوجہ تصدیق باپ کتنی ہے اس کے پاؤں تلے جنت ہے یعنی اس کی خدمت و توقیر کے باعث فردوس بریں کی وراثت مل جانا یقینی ہے۔ دوسری صورت میں ہادی رہنما مرشد پیر اور استاد کا کتنا احترام ہو جانا چاہیے ایک باپ جس کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی پوشیدہ ہے۔ اس کی یہ ہستی ہے کہ وہ تکوینی ضرورت سے اسمائے فلک عالم اروح سے بچے کو زمین پر لایا جبکہ استاد پیر رہنما مرشد اسے راہ دکھا کر پھر سے اسے خدائے لم یزل تک کی قرابت دلائے معنوی

Marfat.com

باپ کہلائے صراطِ مستقیم دکھانا مقصد تخلیق انسانیت پورا کرتا ہے اس کا یہ رول اس کی عظمت میں کس قدر عظیم اور پروقار ہے، اور اللہ کو اس کی مشیت بہت پسند ہے۔

مگر افسوس کہ آج کے خود کی نظر میں رہنما و مرشد خود ہدایت یافتہ نہیں ہیں دوسروں کو کیا صراط مستقیم دکھائیں، جن کو حقیقت اور مجاز کے فرق کا علم نہیں ہاں اگر اس پیر و مرشد کی عزت ضرور ہونا چاہیے جو اپنے مرید کو حقیقت آشنائی میں ذات اللہ سے واقفیت دلا دے، مراتب الٰہیت و رسالت کا اثبات بتلائی ہوئی ذات میں کرنے پر آمادہ کر کے اسے راہ مستقیم کا راہی بنا دے، خاک سے اٹھا کر افلاک پہ ذات حقیقی خدا سے ملا دے، اگر ایسا کامل مرشد مل جائے تو اس کی ہدایت پہ یقین نہ کر کے نہ چل کر مرید اپنی منزل کھوٹی کرے گا خود کا نقصان کرے اس میں کس کا قصور اور غلطی ہو گی ظلمتوں اندھیروں میں وہ خود گرے گا جو تدبر سوچ عقل اور یقین سے کام نہیں لے گا۔

کلمہ طیبہ میں زیادہ زور اللہ کو سمجھنے پر دیا جاتا ہے اللہ واحد ہے یہ تو سبھی مانتے ہیں جس کا کوئی منکر نہیں اللہ بہ زعم خود انکار سے بھی اللہ ہی کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے جو از انہیں حقیقتاً جس کا انسان مکلف ہے کہ اسے واحد کئی اکیوں میں ایک تسلیم کرنے کی بجائے احد یکتا ایک فرید منفرد تسلیم کرنا ہے واحد کئی ایک ہو سکتے ہیں ہمسر اور ہمعصر ہو سکتے جبکہ یکتا "احد" ایک ہی ہے دو سے دوئی اور دو سے فرار نز دوئی کا شکار نہیں ہے وہ خالق ہے مخلوق نہیں انہی کا صفات و اختیار سے قدرتوں میں مختلف ظہور ایک سے زیادہ وجود میں نہیں لاتا اکیلا ہی رہتا ہے۔ ایک ہی احد ہے۔ اس کا کوئی شریک و وارث نہیں ہے۔ وہ یکتا و فرد و وتر ہے۔

Marfat.com

معیت ساتھ ہونا

''وھو معکم اینما کنتم '' اللہ خود فرماتا ہے''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو'' دوسری جگہ قرآن پاک میں اسی خدا کا فرمان اپنے محبوب حق محمد رسول اللہ کو تھا کہ اذ یقول لصاحبہ جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا لا تحزن غم نہ کھا ان اللہ معنا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں ساتھیوں نے شکایت میں کہا فرعون سر پر آ بیٹھا ہے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا گھبرایئے نہیں میرا اللہ میرے ساتھ ہے وہ مجھے ہدایت دے گا ادھر نبی رحمت ابوبکر صدیق کو یقین دلا رہے ہیں کہ اللہ ان کے ''دونوں'' کے ساتھ ہے یہاں پر زبان وحی زبان وحی غیر متلون کی تصدیق میں خود فرما رہی ہے اس سے انکار نہیں کر رہی کہ وہ ان دونوں کے ساتھ نہیں ہے صرف اے محمد تیرے ساتھ ہوں بلکہ تصدیق اقرار میں تصدیق سے کام لے کر منع نہیں کیا گیا کہ ایسا نہیں ہے قرآن میں بیان پر مہر تصدیق سے بتا دیا کہ سچ میں حق ان کے ساتھ ہے وہ دو ہو کر بھی اکیلے ہیں ان کو خدا کا ساتھ درکار ہے یہ ساتھ بالمشافہ مجازی نہ تھا بلکہ تعاون مدد میں نصرت الٰہی کی شکل میں فضل و کرم سے لبریز حقیقت پر مبنی تھا یہ معیت ہے کہ اس کا بندہ کہیں بھی ہو کس کس گفتہ یا نہ گفتہ حالت کی کسی بھی حیثیت میں ہو وہ خدا اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہے مدد گار پروردگار رہتا ہے۔

صلول و تحلیل

ذات حق تعالیٰ حلول و تحلیل واتحاد سے پاک ہے، حلول سے مراد ایک چیز کا

Marfat.com

کسی دوسری چیز میں اتر جانا جیسے صراحی میں پانی اتر کر اسے لبالب کر دے یا تھوڑا رہ کر بھی اس کے اندر موجود رہے تحلیل ایک چیز کا دوسری میں حل ہو کر خود کی حیثیت ختم کر کے جس میں حل ہو۔ اسی کی شکل وصورت میں گم ہو کر وہی دکھائی دینے کے قابل ہو جاتا ہے، جیسے نمک کا پانی میں حل ہو جانا یا کھانڈ شوگر کا پانی میں مکس ہو جانا خود کی شکل ورنگت ضائع کر لینا پانی کے نظر آنے میں نمک اور کھانڈ کے وجود کا نظر نہ آنا۔

اتحاد اتصال اور انفصال

اتحاد کی گنتی تیسرے نمبر پر آئی ہے، اس کا مطلب متحد ہونا دوسرے کی حدود میں شامل ہوئے خود کی ہستی گنوا کر اتصال انفصال سے متصل ومنفصل صورت میں آ جانا اس صورت میں دودھ کا پانی میں یا پانی کا دودھ میں ملانا اتصال ہے جبکہ دونوں ہاتھوں کا باہم ملانا انفصال ہے ہاتھوں کے ملاپ ووصل میں فصل دوری کی حضوری ہمیشہ قائم رہتی ہے سو اللہ کی معیت نہ اتصالی ہے اور نہ ہی انفصالی ہے۔ اللہ کی معیت کوزہ عصری کی خصلت سے لے لیا جائے اس کو جتنے ٹکڑوں میں بھی ریزہ ریزہ کر دیا جائے اس کی مٹھاس کا اس سے الگ ہونا ممکن نہیں ایسے ہی کوہستانی نمک کے ٹکڑوں سے اس کی نمکینی ختم نہ ہو گی ان میں بھی نقص ہے کیونکہ مٹھاس مصری کی صفت اور نمکین ہونا نمک کی تعریف ہے اس خوبی وتعریف کا مصری اور نمک کی ذات سے الگ ہونا ناممکن ہے صفات کا ذات سے انفکاک محال ومشکل ہے خدا سے ایسی معیت بھی مشکل وغیر ممکن ہے کیونکہ اللہ کے علاوہ اس کی صفات بھی اللہ کی ذات میں شریک ذات نہیں صفت اصل ذات نہیں ہوتی۔

لوہے کو آگ میں ڈال دیا وہ پگھل کر سرخ ہو جائے تو کیسا نظر آئے گا۔ لال آگ کی طرح آگ ہی دکھائی دے گا اس میں جلانے خاکستر کرنے والی

Marfat.com

آگ کی خوبیاں پیدا ہو جائیں گی جس نے اس کو آگ میں ڈالنے سے پہلے نہیں دیکھا وہ اسے آگ کہہ کر ہی پکارے گا کیونکہ لوہا سرخی میں نظر نہیں آ رہا۔ اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا یہ ٹھنڈا سرد ہونے سے پہلے سرخ آگ ہی دکھائی دیتا رہا، دیکھنے والا اس کو لوہا کہنے کی بجائے آگ کا انگارہ کہہ کر پکارتا تھا۔ لوہا آگ سے کہہ رہا ہے اے آگ تو جہاں ہے تیرے ساتھ ہوں مگر لوہا نظر نہیں آتا آگ نظر آ رہی ہے لوہا خود پوشیدگی میں ہے آگ اس کا ظاہر ہے لوہا مُظہر ہے جس کا مُظہَر اب آگ ہے لوہے کی طرح آگ میں حق پوشیدہ کا جس کا ظاہر مظہر بندہ معیت حق بندہ کے ساتھ اسی نوعیت کی ہے جیسے لوہے پر آگ محیط ہے، اسی طرح کل کائنات پر حق اللہ محیط ہے۔

''وکان اللہ بکل شیء محیط'' اور اللہ ہر شئے پر محیط ہے الحاصل نزول عالم شہادت میں حق اور بندے کا یکجا ہونا معیت کہلاتا ہے، لوہے میں آگ اور بندہ میں معبود دیکھنا یہ یکجائی معیت ہے۔

اور بالعروج مرتبہ وحدت میں ذو ذاتوں کا اجماع جمع ہونا توحید ہے، معیت مین حق اللہ پوشیدہ ہے بندہ ظاہر ہے جبکہ توحید میں عبد بندہ پوشیدہ ہے، اور حق خدا میں ظاہر ہے معیت میں حق پوشیدہ اور توحید میں بندہ پوشیدہ رہے گا۔

اناءالعبد اور اناءالحق

حق تعالیٰ کی ذات لبادہ کثافت اوڑھے بندے کی صورت میں ''انا العبد'' مین بندہ ہوں کہہ رہی ہے، مگر جب بندہ اپنی کثافت اتار پھینکتا ہے تو اپنی انیت گنوائے فنائیت تامہ کے حصول پر کہہ اٹھتا ہے۔ ''انا الحق'' جبکہ کوئی بندہ کتنا بھی عروج کیوں نہ حاصل کر لے وہ بندہ بندہ ہی رہے گا۔ خدا ہرگز نہیں ہوسکتا حق ہی اپنے آپ اناءالحق کہہ سکنے پر قادر ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ غلط ہے درست نہیں

Marfat.com

کہ بندہ جب فنا ہو جائے تو اس میں حق تعالیٰ کی صفات پیدا ہو جاتی ہے جب بندہ بندہ ہی نہ رہا تو اس بندہ میں صفات کی موجودگی کا جواز کیسا؟ صفات کی پیدائش کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صفات موجود نہ تھیں اب یعنی پہلے کے بعد میں پیدا ہوئیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ بندے کو فنائیت حاصل نہیں ہوئی تو حق کی صفات کیسے حاصل ہوئیں جب فنا ہوا تب صفات کا حصول ہوا پھر وہی سوال دہرایا جاتا ہے کہ جب فنا ہو گیا وہ بندہ بندہ نہ رہا تو صفات کا حاصل کرنے والا کون ہے شنید وید میں آنے والے کی جگہ اس میں کسی نظر نہ آنے والے کا بولنا اناء الحق کہنا جس سے معیت ہوئی اس کا تسلیم واقرار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ فنائیت نامہ کے بعد حق کی صفات سے متصف ہوا اس میں حق کی معیت پہلے سے ہی تھی حق زائد ہونے کی وجہ سے دوسرا حق اس میں آموجود ہوا مگر حق بھی دو نہیں ہیں اللہ تو ایک ہی ہے۔ اس صورت میں مجاز سے حقیقت آملی یا حقیقت سے مجاز کا وصال ہوا دونوں ایک ہو کر بھی الگ الگ رہے کچھ غلط سا لگتا ہے کہ حق زائد ہوا یا دوسرا حق حق سے آملا۔

حق ہمیشہ سے موجود

حق بندہ کے ساتھ ابتدا سے ہے آخر تک رہے گا پوشیدہ رہا اور پوشیدہ ہی رہے گا جب تک کہ بندہ اسے ظاہر نہ کر دے حق کو ظاہر کرنے کے لیے بندے کو خود کا لبادہ دور کرنے پر چھپی ذات باہر آ جائے گی۔ وہ لبادہ کیا ہے جسم نہیں اس کی اپنی انیت ہے اسی انیت کو خود سے گنوانے اسے محسوس نہ کرنے کا نام فنائیت ہے۔ یہ خیال ناقص وہم ہے کہ فنائیت تامہ کے بعد جسم باقی ہی نہیں رہتا جسم ہر حال میں موجود رہتا ہے اور ذائقہ الموت تک موجود رہے گا۔ اس کی انا غرور تکبر عجز وانکساری صبر وشکر سے بدل جائے گی وہ برائی چھوڑ کر نیکسز نیک پارسا ہو جائے گا۔ برا نہیں رہے گا اپنی انا و انانیت کو چھوڑنے کا نام فناء

Marfat.com

لینے میں آفیت ہے۔

یہ جسم جو اسے دیا گیا ہے، ذات حق کا نزولی مجازی اثر فعل ہے جبکہ اس کا عروجی اور حقیقی اثر فعل حق پر ہی مبنی رہ کر اس بندے کے ساتھ رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے صفات و اثرات اس کے جسم کے اعضاء میں قادر قدیر کی قدرت سے قدرتاً ظہور پاتے ہیں پھر اس کی تصدیق میں خدا خود کہتا ہے۔

"کنت له سمعاً و بصراو یداو رجلا و کل جوار حھا"

"میں اس کی سماعت، بصارت، ہاتھ، ٹانگیں، پاؤں بلکہ کل اعضاء ہو جاتا ہوں"

خدا خود کہتا ہے میں اپنے بندے کے ہاتھ پاؤں کان اور آنکھیں بلکہ ہر اعضاء میں ہوتا ہوں، اسی وجہ سے بوقت ہجرت مدینہ اور بدر کے موقعہ پر اللہ نے فرمایا مارمیت اذرمیت ولا کن اللہ ایرمَاء اے محبوب آپ نے ریت یا کنکریاں نہیں ماریں وہ جو ماریں تو وہ میں نے ماریں۔ محبوب بندے کے فعل کو خدا اپنا فعل کہہ رہا ہے یہ بھی معیت کی ایک قسم ہے، جو حقیقت بھی اور حقیقت کے بہت نزدیک مجازی بھی ہے دیکھ اور دید میں فرق ہے تدبر و سوچ کی وجہ سے کوئی ظاہر پر رک کر منزل کھوٹی کرتا اور کوئی اندر جھانک کر حقیقت بصارت اور بصیرت سے جان لینے والا بامراد بر منزل ہوتا ہے۔ یہ تو صوابدید اور تقدیر کا کھیل ہے کہ کسی کو حقیقت میسر ہو جائے۔

بعض مشائخین معیت حق کو علمی معیت کہتے ہیں حق کہیں دور آسمانوں پر ہی نہیں ہے وہ ہر جگہ اور یہیں ہر ہر شئے میں موجود ہے اطلاقیت کی وجہ سے وہ ذات ذات مطلق کہلاتی ہے وہ بحالتہ اور بااوصافہ جیسی ہے ویسی ہی ہے مگر اپنی قدرت کی وجہ سے ہر تعین روپ میں جلوہ گر ہونے کی قابلیت رکھتی ہے کوہ طور پر موسیٰ سے بات کرتے وقت قدرت کی قدریت نے درخت بے زبان کو قوت گویائی دی کھجور کا وہ تنا جو منبر رسول کے طور پر مستعمل ہوتا رہا جدائی کے وقت

Marfat.com

خدا کے رسول سے محو گفتگو ہو کر خود کو داغ مفارقت جدائی رسول سے خود کو بچا گیا
خدا کی معیت احادث اور محیطیت ہر شئے پر مجازی نہیں حقیقی اور اس کی ذاتی
ملکیت ہے کسی سے مستعار لی ہوئی ہرگز نہیں ہے۔ اس کو اس کے دوام کے
دوام اور قیام کے ساتھ قیام حاصل ہے اس میں زوال و کمی نہیں ہے، قرار و
قائمیت ہے۔

Marfat.com

یقین اور اس کی قسمیں

یقین کی جمع ایقان ہے۔ ہر قسم کا علم جو میسر آئے حاصل ہو وہ قلب قبول کرے اس میں قلب کو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو تو اسی قبولیت کا نام یقین ہے۔ اس کے تین مراحل درجے اور حالتیں ہیں۔ (1) علم الیقین (2) عین الیقین اور (3) حق الیقین جسم کے ذریعے جو یقین پیدا ہوتا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں جب کسی مثال و دلیل سے واضح حقیقت ہے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں روح کی تصدیق سے جو علم پختہ میسر آئے اس کو حق الیقین کہتے ہیں علماء و مشائخین کے نزدیک بچے بوڑھے ہرادنیٰ و اعلیٰ علیم و غبی کن ناکس کو ان تینوں کا یقین بیک وقت ہو سکتا ہے جو یقین کامل کہلائے گا۔

علم الیقین وصول شدہ علم درست اور صحیح ہو تو اٹھتے ہوئے دھویں سے پتہ چلتا ہے کہ کسی جگہ آگ لگی ہوئی ہے دھواں اٹھنے والی جگہ پر جا کر دیکھا تو واقعی وہاں آگ لگی ہوئی تھی مگر اندھا جو دیکھ نہ سکتا ہو پھر اسے علم کی پہلی کڑی علم الیقین کیسے پیدا ہو سکے گا عین الیقین جو عینی شواہد سے ہو گا کیسے آئے گا جب یہ پہلے دونوں نہیں ہوں گے تو تیسرے اور آخری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عین الیقین: عین آنکھ کو کہتے ہیں دیکھنا حواس خمسہ کا ایک رکن ہے۔ عین الیقین کے حصول سے انسان تزکیہ نفس کی وجہ جھوٹ کی کثافت دور ہو جانے پر قلب میں طاقت سچائی پیدا ہوتی ہے کدورت کا بوجھل پن جاتا رہتا ہے۔ اس نے حواس خمسہ سے دیکھنے کی قوت سے دیکھ لیا کہ آگ جل رہی ہے۔ اس علم پر یقین ہونے کے

Marfat.com

بعد اس کے باطنی حواس خمسہ (1) مشترک (2) متخیلہ (3) متصدقہ (4) حافظہ (5) واہمہ کام لگ جاتے ہیں بذریعہ قلب کلیات کا علم حاصل ہو جانے سے اس کی ملکوتی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ میلوں دور پڑی چیزوں کو بصیرت کی وجہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام تاریک رات میں اندھیرے کے باوجود کالے پتھر پر سیاہ چیونٹی کو تیس میل کے فاصلے سے بااحسن دیکھ سکتے تھے۔ جلتی آگ کو آنکھ سے دیکھ لینے کے بعد علم الیقین عین الیقین میں بدل گیا گویا وہ اپنے بیان پر عینی شاہد ہے، عینی بصیرت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ کو آگاہی سے مدد دی۔

حق الیقین: علم الیقین عین الیقین کے بعد تیسری سٹیج پر آ کر رکتا ہے جسے حق الیقین کہتے ہیں۔ علم الیقین میں جب انسان تزکیہ نفس کرتا ہے تو عین الیقین کی منزل ملتی ہے اب اسے تزکیہ نفس کے بعد تصفیہ قلب سے کام لینا ہے تاکہ قابلیت مزید بڑھے کہ وہ قادر اس قدر ہو جائے کہ اس کا تصرف بالروح ہو جائے یعنی روح پر متصرف ہو جائے حالانکہ یہ بات معلوم علم میں ہے کہ روح انسان کے جسم اور مثال پر خود تصرف رکھتی ہے واہمہ کے ذریعے جسم کو تحریک ملتی ہے تحت منشا و رضاء سے کام انجام دیتی ہے۔ فاعل انسان اپنی روح سے غیریت دور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جب غیریت لمحہ بھر دور ہوئی اسرار حق سے واقفیت ہوئی جو عین ذات ہو گئی عین ذات منعکس اصل ذات نہیں ہوتی لیکن پھر اسی لمحہ جلالی و جمالی تجلیات کے مشاہدہ سے ہر طرف نور ہی نور ہونے کی وجہ سے اناء الحق کے الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں کیونکہ روح کے عین ذات ہونے سے وہ دوبارہ غیریت کے حال و دور میں آ جاتی ہے منزہ عینیت جو اسے یقین دلاتا ہے وہی حق الیقین ہوتا اناء الحق کی راہ ہے۔

آگ کا کام تپش و حرارت دینا ہے، آگ میں صرف سرخی نہیں ہوتی بلکہ جلا

Marfat.com

دینے اور خاکستر کر دینے کی طاقت بھی ہوتی ہے دھویں کے دیکھنے سے آگ کا علم الیقین ہوا جا کر اس کو دیکھا تو عینیت کے اصول میں عین الیقین حاصل ہوا سرخ یاقوت لال پکھراج سرخ گلاب یا گل لالہ کی سرخی میں جلانے کی کیفیت اور طاقت نہیں ہوتی مگر آگ میں جلانے کی قدرت و بساط ہوتی ہے۔ آگ کے پاس جانے والے نے اسے تاپ کر دیکھا اسے گرمی وحدت محسوس ہوئی مگر جلا نہیں انگلی آگ میں ڈالی جو حدت و تپش سے جل گئی، خاصیت اور فطرت پر آگ کو پا لینے کے بعد سچائی اور صداقت سے حقیقی خوبی آگ پورثبوت کو پہنچ گئی تو حق الیقین کا حصول ہوا لوہا پگھل کر آگ کی مانند سرخ ہو گیا بلکہ اس میں آگ کی طرح جلانے کی خوبی نے اسے اپنی حقیقت لوہا کو پوشیدگی میں رکھتے ہوئے محیط آگ کی پوزیشن کو ظاہر کر دیا، لوہا ہی آگ ہو گئی تو لوہے کی جگہ آگ کے تصرف نے ''اناء الحق'' میں حقیقت میں آگ کہہ دیا حالانکہ وہ آگ نہیں لوہا تھا، حق الیقین کا ایمان ہی اناء الحق کہنے کا سبب بنتا ہے جو اصل میں معیت حق کا اثر فعل نتیجہ و اجر ہوتا ہے۔ اناء الحق کی آواز اصل ذات کی آواز ہے جو دکھائی دینے والی ذات کا قول و سخن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

توحید غیب اور العلم حجاب اکبر

توحید: توحید حقیقی ہی ایمان صحیح ہے، جو تین امر پر منحصر ہے لا الٰہ الا اللہ اس میں پہلے نمبر پر ہے کلمہ جملے فقرے کا یہ حصہ اللہ کے واحد تنہا یکتا ہونے کا ثبوت ہے، ساخت کے اعتبار سے تین حروف ''الف، لام، اور ہا'' کا مجموعہ ہے اس میں جوہر کلمہ اسم اللہ ہے اللہ کی ذات جامع جمیع صفات ہے جو کلمہ کے جز اول مجتمع ہے، اسی سے ذات کا تحقق ہوتا ہے دوسرا حصہ محمد رسول اللہ کے فرق میں ظاہر ہے اس فرق کے حساب میں ذات محمدی کا مرتبہ جمع سے اثبات میں ہے اسی نور سے کل شیء ساری مخلوق ہے پس خالق ذات الٰہ اور مخلوق محمد ذات رسول میں ربط کا باہمی نسبتی اثبات توحید کی رمز واسرار ہے۔

کلمہ طیبہ کے شروع کا لفظ ''لا'' معنی نہیں ہے کوئی شے ''الٰہ'' سوائے اللہ الٰہ معبود کے اور محمد رسول اللہ کے اللہ غیر مخلوق اور محمد غیر خالق کے تعلق اور ارتباط کو حقیقت سے سمجھنا اور ان کی معیت کے اعتبار سے اثبات کا نام توحید ہے، دونوں جز و کلمہ الگ ہو کر ایک جگہ یہاں کیوں ہیں ان دونوں میں حرف عطف ''و'' ان میں ان کو الگ کرنے کے لیے جب نہیں ہے تو پھر وہ الگ نہیں ہونے پر بھی یقین ہونا چاہیے جبکہ تفریق خالق و مخلوق سے نظر کا اٹھانا بھی سراسر توحید کے منافی غلط ہے، نیت اور تخیلی صوری نوعیت میں اس پر دھیان رکھنا ایمانی کڑی طوطے کے قرآن رٹنے کی طرح کلمہ بغیر تدبر سوجھ بوجھ کے پڑھنا مفید ہے صحیح ہے مگر کما حقہ مقصد سے پڑھنا مگر نہیں ہوگا۔

Marfat.com

غیب: غیب غیر حاضر سامنے نہ موجود ہونے والی شئے و اشخاص کو کہتے ہیں، مگر اس کے ہونے سے انکار نہیں کر سکتے بلکہ غیر موجودگی میں عدم وجود کی بجائے وجود میں ہونے کا اقرار ہے چھپی یا پوشیدہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز سرے سے ہے ہی نہیں جو موجود مخفی ہے ظاہر نہیں ہونے کے ثبوت میں ہے جو اس کو دیکھ سکتا ہے، اس کے لئے وہ غائب نہیں جس کے علم میں اس کا ہونا دکھائی میں نہیں ہے اس کے لیے وہ غائب ہے گویا ہم جسے غیب کہتے ہیں وہ غیب نہیں ہے، وہ عالم شہادت ہی مخفی اور دور افتادہ گوشے میں ہے۔ جہاں پر آنکھ کی بصارت کا پہنچنا ممکن نہیں مگر اگر صاحب بصیرت کی قلبی کیفیت میں تقویت ہے اور وہ امور کشف کی طاقت مالا مالی سے نوازا گیا ہے وہ اس غیب چیز کو اپنی بصیرت سے دیکھ سکتا ہے اس علم کی دو حالتیں ہیں جس میں ہر امر کا ادراک دو طرح سے ہوتا ہے ایک بطور عقل اور دوسرا بطور کشف اور سطحی علم کا نام عقل ہے اور اعلیٰ علم کو کشف کہتے ہیں۔ ادراک تدبر کی کیفیت کا نام عقل ہے عقل کسی چیز کو غیب سے شہود میں لانے کے لیے ثبوت دلائل مانگتی ہے جس کے بسیط ہونے پر مقصود جب خود مشہود ہو جاتا ہے تو کوئی دلیل یا ثبوت نہیں چاہتا کیونکہ اسے اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی عقل ساقط اور معطل ہو جاتی ہے کشف اپنا کام دکھاتا ہے اسی لئے امور کشف کو ورائے عقل کہا جاتا ہے جو تحقیق میں آچکا وہ غیب نہیں رہا نظر سے اوجھل ہو کر بھی عالم شہادت میں موجود ہے پوشیدہ و مکتوم رہ کر بھی بصارت سے نہیں تو بصیرت سے ضرور دیکھا جا سکتا ہے۔

متعلقہ علم وابستہ تعلیم علیم کے علم میں ہے جس کی خبر خبیر اپنے مرسل مخبر کو دیتا ہے کہ عالم امر کے جن امور کو عالم شہادت میں مبعوث کیا گیا ان سے وہ واقف رہ کر ہدایت سے گمراہی پر نہ چلا جائے بلکہ کم علم نادان لوگوں کو آشنائی و آگہی دینے میں ان کا رہنما و ہادی رہے بلکہ ان کی راہ پر چلنے والے عالم و مبلغ بھی عوالم نظر انسانی

Marfat.com

سے اوجھل بصیرت سے دیکھ سکتے ہوں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''یا ساریہ الجبل'' کی آواز دی یہ معیت رسول کا معجزہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے اگر یہی رشتہ خدا سے معیت کا جوڑ لیا جائے تو کیا اس سے زیادہ خوبی پیدا ہونے کو شک ہوگا نہیں اللہ کو عالم الغیب اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی نظروں سے اوجھل ہر چیز وہ جانتا ہے خدا سے کوئی چیز چھپی نہیں اس کا عالم ہر شئے پر محیط و غالب ہے۔

اصل غیب وہ ہے جس کا حال کوئی نہیں جانتا، جہاں بصارت اور بصیرت کی دسترس اور پہنچ نہ ہو سکے وہ غیب الغیب ''ھوبت'' اور مرتبہ گنج مخفی ہے، جو صرف خدا کے علم میں ہے جیسا کہ تخلیق مخلوق سے پہلے کا علم یا کسی اور جہان عالم کی تخلیق کا علم جو ابھی بنا نہیں مگر خدا کے علم و دانش میں شاید بننے والا ہوگا، اللہ نے خود فرمایا کہ اس یعنی میرے علم کو کوئی محیط نہیں کر سکتا مگر جسے وہ چاہے ''میں چاہوں''

العلم حجاب الاکبر: ایک انسان علیم، فہیم عقل و دانش میں قوی جب کبھی کوئی نئی چیز سیکھتا ہے، اس نئے حاصل شدہ علم کا پہلے سے تحصیل علم کے علم سے موازنہ و تقابلی جائزہ لیتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ نیا علم درست ہے بھی یا نہیں اس کی کوشش صحت اور درستگی سے وابستہ ہوتی ہے حالانکہ وہ نئے علم کو غلط کہنے یا ثابت کرنے کی کوشش میں نہیں بلکہ درستگی، سچائی اور حقیقت اسے یہ بھی منوا سکتی ہے کہ اس کا سابقہ علم غلط تھا، اور نیا علم تجربات مشاہدات میں اس سے کہیں بڑھ کر صداقت اور سچائی پر مبنی ہے مگر اس بات میں حقیقت ہے کہ نیا علم اس کے پرانے علم گراں و بھاری گزرے گا جسے وہ کسی حالت میں خیر آباد کہنے اور چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا اپنے ناقص موجودہ علم کی بناء پر نئے علم کو رد کرنے کی کوشش میں تکبر و نخوت سے کام لیتا ہے اگر ضد پر اڑ جانا ایک لکیر پر رکے رہنا اس کو نئے علم کی افادیت سے محروم رکھتا ہے اس نقص و نقصان اور خسارے کا باعث اس کی جہالت

Marfat.com

جواس علم کی برتری کی دیوار بن کر کھڑی درمیان میں حائل ہوگئی ہے اسی کو العلم حجاب الاکبر کہتے ہیں عروج میں خود کا مقام نظر آیا سامنے والا جو ہادی ورسل رہنما ہے تحقیر میں دکھائی دیتا ہے آپ ﷺ کا چچا عمر بن ہشام فہیم مدبر اور صاحب ادراک اور صاحب الرائے شخص تھا دلیر اور جری بھی تھا مگر شیطانی دلائل کی بناء پر دولت اسلام سے محروم رہا دانش و ہوش کا مالک عاقل بالغ ابوجہل کہلایا۔

آئینِ نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

سچائی کو سمجھے بغیر بلکہ سمجھ میں آجانے کے باوجود اپنی ضد پر اڑے کفر و انکار پر قائم رہنے کا نام العلم حجاب الاکبر ہے۔ شیطان ابلیس بھی اس زمرے کا حوالہ ہے کیونکہ وہ استاذ الملائکہ ہونے کے باوجود اصل تعلیم حق سے دور رہا، اس کے علم اور دانست اس کے لئے حجاب اکبر کا کام کر کے اسے راندہ درگاہ ایزدی بنا دیا۔ باعلم جاہل اور بیوقوف نادان دانائی و بینش سے دور ہو گیا، یہ ایسی کیفیت ہے جو ہر رحمت سے محروم ہر زحمت سے مظلوم کا حالی و خالی کیفیت کا حامل رکھے رکھتا ہے، بندگان خدا کو اللہ اپنی حفاظت میں رکھے حفیظ و مامون وحمید رہتا ہے۔

Marfat.com

احسان

"احسن کما احسن اللہ الیک"

"احسان کرو جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے جیسا بندے پر احسان کیا بندہ بھی اللہ پر ویسا ہی احسان کرے، خدا کی عطا کے مطابق جودوسخا اور احسان کرنا بہت مشکل اور ناممکن ہے "کما" بھی اس بات کی دلیل ہے کہ احسان بندے پر نہیں بلکہ بندے کو اللہ پر احسان کرنا ہے، جس کی اسے ضرورت ہی نہیں ہمیں ہی ضرورت ہے خدا کسی بات میں بھی محتاج و عاجز نہیں اس کو معبود حقیقی سمجھ کر اس کی عبادت کرنا ہمیں ہی فائدہ دے کر اس ذات حقیقی سے قربت دلاتا ہے اللہ نے جیسے ہم پر احسان کیا ہے ایسے ہی ہمیں خود پر احسان سے کام لینا ہے احسان کا بدلہ احسان سے ہی چکانا پورا کرنا ہے فرمایا ذات ربانی نے "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے یعنی احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔ جیسا رب نے تم پر احسان کیا ہے ویسا ہی احسان تم بھی اپنے آپ پر کرو۔ کوئی اچھا ہے تو خود اپنے لئے ہی اچھا ہوتا ہے۔

اللہ کے بہت سے احسانوں میں اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی امت میں مسلمان پیدا کیا، عالم ارواح میں اور ماں کے پیٹ رحم میں بن مانگے ہر ضرورت حیات اور رزق، صحت ہر ضرورت کو پورا کیا ہر حاجت میں حاجت روائی کی سورہ رحمٰن میں دی گئی نعمتوں کا ذکر خدا نے

Marfat.com

خود کر کے پوچھا آپ کس کس نعمت احسان کو ٹھکراؤ گے اس قدر خیر و برکت میں انوار و عطا کی کس کس تجلی کے احسان کو چکانا من عن کتنا مشکل اور ناممکن ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کسی سے اس کی طاقت سے زیادہ امتحان نہیں لیتا اس پر بوجھ اس کی بساط کے مطابق ڈالتا ہے بندہ احسان کرنے پر مجبور ہے جیسا اس نے کیا گویا ویسا ہی احسان لوٹانا خدا کی چاہت ہے اگر بندہ احسان کی طاقت نہیں رکھتا، اس میں اس کے احسان کو ویسا ہی لوٹانے کی ہمت نہیں تو پھر خدا کیوں اس چیز کا متمنی ہے کہ بندہ ویسا ہی احسان کرے یہ جہل علم نہیں جہالت نہیں بلکہ تصدیق یہ ہے کہ جیسے اس کا محبوب عبادت احسان میں عبادت کی ادائیگی کرتا ہے ایسے اس کی پیروی تقلید میں اس کے پیروکاران اپنے خدا کی عبادت کریں۔ حدیث احسان میں محبوب عالی شان کا فرمان مقدس ہے "ان نعبد اللہ کانک سراہ" اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھتے ہو۔ یہی مشاہدہ کہلاتا ہے دوسری صورت میں "وان لم تکن سراہ فانہ یراک" اور اگر تم اسے نہ دیکھ سکو تو پھر یقین رکھو کہ وہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ خدا آپ کو دکھائی نہیں دے رہا مگر قدرت سے ظاہر ہے اگر آپ اس نوعیت کے مشاہدہ سے قاصر، عاجز اور نابلد ہیں تو یہ سوچنا اور جان لینا ہوگا کہ قادر مطلق سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں آپ بھی اس سے پوشیدہ نہیں اللہ کے محبوب بندے اس کے محبوب ﷺ کو بن دیکھے دیکھتے تھے جسے اویس دیکھتا نہیں تھا مگر لگتا تھا کہ دیکھ رہا ہے "صحابہ میں رسول اکرم ﷺ کی بھوؤں کے متعلق سوال کا جواب کوئی بھی نہ دے سکا وہ قریب رہ کر جلالت نبوت کے باعث چہرہ منور نہیں دیکھ سکے جبکہ دور بہت دور رہنے والا اویس وہیں سے روح بصیرت سے جلال و جمال رسول ﷺ کو دیکھ سکتا تھا احسان کی یہ قسم خلوص پر مبنی مجازی کیفیت کی عکاسی ہے جب یہی روش حقیقت سے حقیقت میں ہو تو اسی صاحب حقیقت کی وجہ سے جو عروج و کمال ملتا ہے تو نظر نہ آنے والی چیز بھی مشہود ہو کر شاہد کو مشاہدہ میں

Marfat.com

نظر آتی ہے یہ تصوراتی معیت کیسے اشکال میں نظر آتی ہیں گزشتہ اوراق میں اس بارے میں لکھ چکا ہوں۔

اسلام مخلص سنسیر او بیڈی اینٹ وفادار قلب کی فرمانبرداری کا نام ہے۔ اسلام لانے کے بعد قلبی تصدیق سے اجر وظہور کا نام ایمان ہے جس میں اللہ و رسول ﷺ پر کما حقہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے ما بعد مخیر نیت کے ہونے پر اخلاص کا نام احسان ہے۔

احسان کے معنی دیکھے اور دیکھے جانے کے بھی ہیں، دیکھنا اولیت ہے اور دیکھے جانے کی حیثیت دوسری اور ثانوی ہے دیکھنے والے میں خشوع وخضوع تحری اور جہت کا ہونا بہت ضروری ہے، جس سے اس کی نظر کا ارتکاز ایک مرکز پر رہ سکے گویا اسے اپنی موجودہ حالت سے کچھ بڑھ کر تردد اور کوشش کرنا ہوگی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''من عرف نفسه فقد عرف ربه '' جس نے خود کے نفس کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، گویا رب کو دیکھنے اور پہچاننے کو پہلے اسے خود کو پہچاننا ہوگا۔ وسیلہ اور واسطہ کو نہ ماننے والوں کو اس خود کے واسطہ سے انکار نہیں ہوسکتا۔

باری تعالیٰ خود ایک مخفی خزانہ تھا، اس نے خود کی قابلیت کو جانا کہ وہ کس قدر قادر قدیر ہے اس علم خود آگہی کے بعد اس نے خود کا ظہور چاہا سو وہ خود کے گنج مخفی سے باہر نزول کر کے قدرت سے ظاہر ہوا وہی حق تعالیٰ رب اپنے بندہ سے چاہتا ہے کہ یہ نادان بندہ اپنے خول گنج مخفی سے باہر آنے کو اپنی قابلیت سے بہرہ ور ہو، وہ ذاتی خوبی وتوصیف سے بے بہرہ نہ رہے خود کے عالم امثال سے عروج لے کر خود کو پہچانے جو نزول سے اس کا عروج ہوگا جبکہ ذات رب کا قدرت وتوصیف میں آنا کمال وعروج سے زوال تنزل ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب اپنی قابلیت کی وجہ سے گنج مخفی سے جمال کمال حسن

Marfat.com

کے ساتھ مجسم صورت میں ظہور کیا تو اس ظاہر پر خود ہی عاشق ہو گیا، اللہ اور بندے کے درمیان نور ہی برزخ بنا مگر یہ اللہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے بندے کو ایسی نعمت اور واسطہ عطا کیا جو پھر سے دونوں عبد و معبود کو ملانے والا ہے کل شیء یرجع الی اصلہ کا اصول پورا کر دینے والا خدا چاہتا ہے کہ بندہ اس راستے پر چلنے کو گنج مخفی کے مجازی خول سے نکل کر عروج کر لے کمال تک پہنچے بندے کا ایسا کرنا ہی احسان ہے ایسا کرے گا محسن کہلائے گا گویا اس فعل میں بندے کا دخل ہے کہ تنزل سے عروج لے کر معہ اللہ ہو جائے اس سے جا ملے یہی ''احسان'' ہے۔

باہم الفت حب اور محبت کی عروجی کیفیت کوشش ہے، کہتے ہیں عاشق اور معشوق کے مابین فعل کا اثر فعل عشق ہے وہ عشق میں طالب و مطلوب ہونے کو دو کا ہونا ضروری ہیں اور ان دونوں کے درمیان برزخ پردہ حجاب عشق ہے، اسی برزخ عشق کی وجہ سے ایک عاشق اور دوسرا معشوق ہوتا ہے اگر یہ برزخ حاصل پردہ اٹھالیا جائے تو مابین تعلق کے اختتام پر نہ عاشق رہا اور نہ ہی معشوق باقی رہا گویا وصل سے ہجر جاتا رہا۔

عشق کی دو قسمیں ہے (1) عشق مجازی اور (2) دوسرا عشق حقیقی۔

عشق مجازی وہ عشق ہے جو دو شخصیاتمیں پیدا ہوتا ہے محبّ و محبوب اور طالب و مطلوب کے درمیان عشق محبت اور طلب پردہ برزخ ہے، اسی کی وجہ سے وہ طالب مطلوب محبّ و محبوب عاشق اور معشوق کہلاتے ہیں یہ عالم مثال و اجسام کا مجازی دور ہے دونوں میں مخلوق ہوتی ہے عاشق بھی مخلوق اور معشوق بھی مخلوق جہاں دو شخصیات ہوں گی ان میں وصل ہوتا ہے جب وصل ہو گا تو فصل بھی ہو گا ملاپ ہے تو جدائی بھی لازمی ہے، اس میں ہمیشگی نہیں رہتی یہی دوئی دوری جدائی عشق مجازی کی خوبی نہیں خرابی ہے عورت سے عورت مرد سے مرد یا پھر بندے کو

Marfat.com

اپنے اللہ سے ہو دوئی ہو گی یہی عشق مجازی ہے۔ مخلوق کو مخلوق سے عشق عشقِ مجازی ہے۔

عشق حقیقی وہ عشق ہے جس میں ایک خالق اللہ لازمی امر ہے۔ایک موجود کو دوسرے وجود سے ملنا ہوتا ہے ذات قائم رہتی ہے اور جس عبس کو عبیس ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دوئی کا شائبہ نہ ہو جب دوئی پیدا ہی نہیں ہوئی تو فصل جدائی اور علیحدگی کا سوال ہی نہیں رہتا مجازی عشق کی طرح عاشق اور معشوق کے برزخ کو ہٹا بھی دیا جائے تو بھی عاشق اور معشوق الگ نظر آنے والے الگ الگ نہیں ہوتے معشوق کی جدائی محال ہوتی دوئی سے دوری الگ پن کا شک و شبہ نہیں رہتا کیونکہ اس عشق حقیقی میں ایک ہی ذات ہوتی ہے جس کے ظاہر کو اپنے ہی باطن سے محبت ہوتی ہے ظاہر میں مُظہر عاشق ہوتا اور باطن میں مُظہر معشوق خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق فاطر بھی خود منظور بھی خود محبوب و محب خود ہی ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے نور سے ایک نور ہویدا کیا اللہ حقیقت ہے ذات ہے دوسرا نور مخلوق ہے جو مجازی ذات ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بس یہ دو ہی تھے بلکہ ان کو بیان کرنے کے لیے الفاظ اور نام بھی نہ تھے اپنے ہی نور کا خود نور عاشق ہوا اس کے جمال حسن سے متاثر اس کا عاشق ہوا عالم امر و مثال اور برزخ سب بعد کی باتیں ہیں ''کن پیارا'' کل کی بات ہے بہت پہلے اس سے قبل عشق کا رشتہ مابین اللہ واحد وجودات کی دنیا سے پہلے وجود پا چکا تھا۔ رحمٰن نے مراۃ الرحمٰن میں خود کو دیکھا تو رحمٰن کی تجلیات کا احسان رحمٰن کو ہوا۔ جس کا ظہور اس نے چاہا تو عالم تخلیق کر دیے کن فیکون کا عمل از فعل مکان ہوا رحمٰن اللہ کا دوسرا اہم اسم ہے، جو اس کے ذاتی اسم اللہ کے بہت قریب ہے۔

عشق کے احوال و اعتبار کیسے بدلتے ہیں عشق مجازی سے مثال پیش ہے۔

قیس کو لیلیٰ سے عشق ہوا اس نے اسے قیس سے مجنون بنا دیا اس کے دل میں

Marfat.com

لیلیٰ کے سوا کچھ اور نہ رہا گلی کوچوں میں بس اسی کو پکارتا پھرتا رہا لیلیٰ بدنام ہوئی، رسوائی اس کو گوارا نہ تھی مگر لیلیٰ مجنوں کو روکنے کی رائے سکت اور ہمت نہیں رکھتی تھی۔ اس لئے اسے روک نہ سکی مجنوں نے لیلیٰ لیلیٰ اس قدر پکارا کہ وہ اس پکار سے فناء الاسم لیلیٰ ہو گیا جس سے لیلیٰ کی ساری صفات اس میں پیدا ہو گئیں تو اس نے اب لیلیٰ لیلیٰ پکارنا بند کر دیا مجنوں سے لیلیٰ کی کو پکارنے کی صدائیں جب ختم ہو گئیں تو لیلیٰ کی سہیلیوں نے اس کو طعنہ دیا کہ تمہارے مجنوں نے تجھے چھوڑ دیا ہے، وہ تیرے عشق سے باز آ چکا ہے تجھے چھوڑ کر الگ ہو گیا ہے حالانکہ یہ اصل بات نہ تھی۔

لیلیٰ نے کہا ایسی بات ہرگز نہیں وہ میرا سچا عاشق ہے، میری خاطر دیوانہ وار گھومتا پھرتا رہا لوگوں سے پتھر کنکر کھا کر اف تک نہیں کرتا رہا بلکہ تمہارے عاشق جھوٹے اور کاذب ہیں چاہو تو امتحان لے لو۔

سبھوں نے ایک ایک پیالہ اور ایک ایک چھری اپنے اپنے عاشقوں کے پاس یہ کہہ کر بھجوائی کہ آپ کی محبوبہ کو تمہارے گوشت اور خون کی ضرورت ہے اس پیالے میں اپنا خون اور گوشت بھر دو تمام عشاق گھبرا گئے محبوباؤں کو برا بھلا کہنے لگے اور سبھوں نے چھری کے ساتھ پیالے خالی از خون واپس بھیج دیے صرف مجنوں نے اپنی محبوبہ لیلیٰ کے لیے جسم سے خون نکال کر پیالہ بھر کر لیلیٰ کو بھجوا دیا جسے دیکھ کر اس کی سہیلیاں شرمندہ ہوئیں، اور انہوں نے تصدیق کر دی کہ تیرا مجنوں ہی پکا اور سچا عاشق ہے مگر لیلیٰ اپنے عاشق صادق مجنوں کی اس حرکت سے اداس و غمگین ہوئی سہیلیاں پوچھنے لگیں لیلیٰ تو خوش ہونے کی بجائے اداس کیوں ہے کہنے لگی میرے اداس ہونے کی وجہ یہی ہے کہ مجنوں نے ایسا کیوں کیا وہ عشق میں ابھی کچا ہے اس نے محبت میں مجھے لینے کی بجائے خود کو مجنوں گن لیا گویا وہ اپنی ذات سے نکلا نہیں اس نے اپنی نفی کر کے مجھ سے اثبات نہیں کیا وہ وہ رہا وہ

Marfat.com

میں نہیں ہو سکا۔ خود میں مجھ کو سما لینے کے قابل نہ ہونے پر وہ پختہ نہیں ابھی کچا بچہ ہے۔

اس قصہ ماجرا کے بعد مجنوں میں لیلیٰ کی صفات پیدا ہوئیں، وہ فنا فی الصفات ہو گیا بڑھ چڑھ کر فنا فی الذات ہو کر خود کو لیلیٰ سمجھنے لگا پہلے لیلیٰ لیلیٰ پکارتا تھا اب اَنا لیلیٰ پکارنے لگا میں لیلیٰ ہوں کہنے پر مجنوں کو لوگوں نے پاگل سمجھ لیا اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے کہتے مجنوں وہ دیکھ تیری لیلیٰ آ رہی ہے وہ جواب میں کہتا وہ کہاں سے آ رہی ہے وہ تو میں ہی لیلیٰ ہوں وہ لیلیٰ ہو گیا جبکہ وہ لیلیٰ نہ تھا مگر فنا فی اللیلیٰ تھا۔ اناء الحق کی بجائے انا لیلیٰ کہتا رہا مریض عشق مجازی تھا۔

مجنوں جب لیلیٰ کی ذات میں فنا ہوا خود کی ذات بھول کر خود کو لیلیٰ کہنے لگا وہ خود پر لیلیٰ کی کیفیات کو وارد و صادر کرنے کے بعد پہلے جیسا نہ رہ کر خود کو تبدیل کر چکا تھا اس کی اس بدلتی حالت نے بظاہر مجنوں کو باطنی طور پر لیلیٰ بنا کر رکھ دیا۔

منصور بن حلاج نے بھی ایسے ہی حالات میں خود کو محسوس کر کے ''اناء الحق'' پکارا جب کہ صداقت یہ ہے کہ اگر اللہ بذریعہ نباتات ''درخت'' خود کو خدا کہہ کر موسیٰؑ سے بات کر سکتا ہے، جو اس کی طرف سے شجر درخت منصب خلافت پر متمکن نہیں تو خود کے خلیفہ حضرت انسان کے گلے سے کیوں کلام نہیں کر سکتا جبکہ وہ خود یہ کہتا ہے کہ وحی میرا کلام ہے اور میرا محبوب حضرت محمد میری وحی کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا یہ کیفیت بطور شخصے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اللہ کے بندے کے حلق سے کون بولا، جب وہ بولا تو عبداللہ کے حلق سے اللہ نے کلام کیا، یہ منزل جذب و کیف و مستی کی ہر ایک کی برداشت سے باہر ہے اور محبوب کا حق عزت ہے بدنامی قبول نہیں کرنا اسے بدنامی دینا دلانا گناہ ہے،

Marfat.com

جبکہ عاشق کو خود امتحان میں رسوائی و ذلت کے ایثار و قربانی سے بھی کام لینا ہوتا ہے چنانچہ بولنا راز داری کو کھولنا ہے جس کی پاداش میں عاشق کو کڑی سزا ملتی ہے سولی چڑھ جانا اس کی مجبوری ہو جاتی ہے، عاشق کے عشق کا اثر اس کی اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے معشوق اور محبوب کی ذات پر اس کے محبت و عشق کا کوئی اثر نہیں ہوتا چنانچہ معشوق اثر عشق کے نہ ہونے سے رسوائی محسوس کرتا ہے۔

مجنوں لیلیٰ بن گیا مگر لیلیٰ لیلیٰ ہی رہی کیوں مجنوں کے عشق کا اس کے ذاتی فعل کی وجہ سے اس کی ذات کے باہر کسی دوسرے پر اثر نہیں ہوگا۔ لیلیٰ کی صفات لیلیٰ میں اسی طرح سے من عن موجود رہیں اور وہ خود کو لیلیٰ ہی کہہ رہی ہے مجنون کہلانے کو تیار نہیں اسی لیئے کوئی اسے مجنوں کہے تو وہ آواز میں لبیک نہیں کہے گی اس کا تشخص قائم ہے اور مجنوں لیلیٰ ہو کر ذاتی تشخص سے فنا پا گیا خود کو مجنوں نہیں کہتا لیلیٰ کہتا ہے۔

جب وہ خود کو لیلیٰ کہتا ہے تو گویا وہ ہے تو ہی لیلیٰ خود کو کہہ رہا ہے جب وہ ہے تو ہی وہ خود کو لیلیٰ کہہ سکا پھر اس کی فنائیت نہ ہونے کے برابر رہی گویا وہ فنا نہیں قائم ہے قائمیت کو فنا نہیں بقا ہوتی ہے۔

لیلیٰ اب خود مجنوں کے پاس پہنچی اس سے کہنے لگی قیس تجھے لیلیٰ سے عشق ہے دیکھ تیری لیلیٰ تیرے پاس کھڑی ہے کوئی تو بات کر مگر مجنوں اپنی دھن میں مست الست بے خود بنا صامت بیٹھا رہا لیلیٰ نے سخن کے لیے کئی باتیں کیں مگر مجنوں نے نہ بولنا تھا اور نہ ہی بولا، لیلیٰ بے چین ہو کر رونے لگی جسے دیکھتے ہی مجنوں نے بھی رونا شروع کر دیا اب لیلیٰ پہلے سے زیادہ گھبرا کر زمین پر پاؤں پٹک پٹک مارے چیخنے چلانے لگی پاؤں میں پڑی جھانجھر سے آواز آنے لگی اور پاؤں بھی زخمی ہونے سے خون بہنے لگا اس رونے دھونے میں لیلیٰ کی نظر مجنوں کے پاؤں پر پڑی دیکھا اس میں سے بھی خون بہہ رہا ہے مجنوں لیلیٰ کی ذات میں فنا ہوا خود لیلیٰ بن چکا تھا

Marfat.com

اس لئے لیلیٰ پر جو گزرتا اس کا اثر مجنوں بھی قبول کرتا تھا ایسا ہونا ضروری ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مجنوں کے پاؤں بغیر چلے ہی زخمی ہو کر خون آلود ہوئے۔ الصوفی لا یحتاج الا اللہ ولا الی غیرہ۔

صوفی کو اللہ کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں، اسے اللہ کے سوا کسی اور غیر کی بھی ضرورت نہیں یہی عشق حقیقی ہے جس میں ایک ذات ذات حقیقی تھی مجنوں کی نظر بقند لیلیٰ پر نہ تھی بلکہ اس کے خالق حقیقی اللہ پر تھی اس کی صلوٰۃ کعبہ کی بجائے مالک و خالق کعبہ پر تھی۔

مجنوں یہاں پر مجازی عشق میں معہ لیلیٰ تھا، مگر عشق حقیقی سے جانی پہچانی کیفیت میں معہ اللہ تھا کیونکہ دونوں کا ملاپ تولید و مولود سے پاک عروج پر رہا مجنوں خود کی نظر میں کیسا بھی عاشق تھا مگر اہل علم و عقل اور عشق محبت کے نزدیک اور دوادیت کی زد میں صرف اپنے خالق حقیقی کی مخلوق سے اس لئے عشق رکھتا تھا کہ وہ زینہ بہ زینہ سیڑھی بہ سیڑھی اپنے خالق حقیقی تک پہنچ سکے گا۔

Marfat.com

عروج وسلوک

عشق حقیقی کے سفر میں عبد کو اپنے معبود بندہ کو خدا سے ملنا ہے، اس واردو صادر سے مرتبہ عشق سے دائرے بن کر اعتبارات سے حالات بدل جاتے ہیں، ان کو جاننے ان کے کھولنے کو سلوک کہتے ہیں، اس نہج اور ڈگر پر چل کر آدم زاد اپنے نزول سے عروج لے کر حقیقت وکمال کو پاتے اپنے رب خالق احد سے جاملتا ہے اس راہ پر چلتے وقت قدم پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا شیطان کو سجدہ نہ کرنے پر راندہ درگاہ کیا گیا اس لئے وہ حضرت انسان کا ازل سے دشمن ہے اور تابہ ابد دشمن رہے گا۔ اس کی یہ کوشش رہتی کہ یہ احسن الخالقین اپنے کمال سے گر کر تنزل اسفالا سافلین کے گڑھے میں آگرے رحمٰن تک نہ پہنچ سکے، جنت الفردوس اعمال صالح سے حاصل نہ کر سکے واصل جہنم دوزخ کا ایندھن ہو جائے۔ خدا کا نافرمان رہے انسان رحمٰن سے دور وجدا ہے۔

خدائے قدوس کا اسم اللہ'' اس کا ذاتی نام ہے، جو ہر کمال میں باصفات اور ہر عروج تک بکمال پہنچا دینے والا ہے۔ ہر نقص وخرابی سے پاک اور زوال تنزل سے مبرا ہے اللہ کے اسم ذاتی اللہ کی طرح نے خلق کا ذاتی اسم آدم عبد یا بندہ ہے اللہ کے امہات الصفات کامل واکمل عروج وکمال کے ساتھ ہیں جبکہ خلق کی ذاتی امہات الصفات ناقص معہ زوال وتنزل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی صفات کے علاوہ افعالی صفات بھی ہیں جو مشروطی اور غیر مشروطی کہلاتی ہیں عبد کی نسبت سے باری تعالیٰ کے صفات انفعالی بھی ہیں افعالی اور انفعالی کے بارے میں پیچھے بات

Marfat.com

ہو چکی ہے اس کو ذہن میں لائیے گا تا کہ معاملہ سمجھ آ سکے دانست و دانش سے باہر نہ رہ جائے۔

خالق ذات حق کمالات کا مرجع صفات کا منبع ہے ذات خلق مخلوق نقص زوال کی حامل ایک کا وجود نہیں ایک کو سجود نہیں گویا وجود ایک اور ذاتیں دو ہوئیں، دو اقراروں میں انیت ایک دو نسبتوں کی حرکت ایک ایک فعل کی حرکت کی دو نسبتیں کون کون سی (1) تنزیہہ (2) اور تشبیہ اہل توحید کی نظر میں بس صرف ایک وجود ہے جو ہست ہے اور یہی ہست حقیقی اللہ کی ذات ہے ہست کی فہمائش کے لیے اور اس کی ضد عدم کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ ہست یہی ہے جس کی وجہ سے عدم کی اہمیت ہے ورنہ عدم کی کوئی حقیقت نہیں۔

ذات کیا ہے وہی جس سے اسماء وصفت منسوب ہو سکتے ہوں اللہ کی ذات کے ساتھ مختلف صفات وافعال پر رحیم کریم حی قیوم علیم قادر قدیر سمیع بصیر رشید مرید نام ہیں۔

مجنوں کہنے کی بجائے لیلیٰ کہنے پر سوال کا جواب دیتا تھا، لوگوں کو سمجھ آئی کہ مجنوں کے عشق کا بھوت اس کے سر سے اتر گیا ہے اور وہ حالت عشق سے نکل چکا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

اس صورت حال میں محبوب کو عاشق بدنام نہیں کرتا، اور نہ ہی خود کو خود سے پہچانا جاتا ہے۔ دنیا کی نظر میں وہ عام سطحی حقیقت سے ایک دنیا دار ہی رہتا ہے یعنی عبد بندہ رہتا ہے باطن میں وہ محبوب کی شان میں بقول کلام باری ''بی یسمع بی ینطق'' ہماری ہم سے سنتا ہے اور ہم ہی سے کہتا ہے ظاہراً عبد اور پوشیدگی باطن میں حق ہی حق حقیقت ہوتا ہے۔

مجنوں کی مثال سے مثل لیلیٰ میں روش جب دوبارہ عود آئی تو وہ لیلیٰ پکارنے پر جواب دینے لگی کیونکہ ظاہر میں تو لیلیٰ اور باطن میں مجنوں کی روش ہی تھی جسے

Marfat.com

باری تعالیٰ فرمان خود فرماتا ہے۔ ''کنت له سمعا و بصر ویداو رجلا و کل جواح '' میں ہو جاتا ہوں اس کی سماعت اور بصارت اس کے ہاتھ پاؤں اور سارے اعضاء دوسری پوزیشن اور حالت سے واپس پہلی حالت میں آنے کو دوبارہ وہی پہلی حالت پانے کو یافت مکرر کہتے ہیں انہی دائروں میں چل کر حالات بدلنے کے لیے رستہ کھولنے کو سلوک کہتے ہیں۔

سالک رہ سلوک سلکی راستوں سے یافت مکرر سے کام لے کر عادی راہ حق ہو جاتا ہے۔ جو اللہ سے معہ اللہ کی منزل تک لے جاتی ہے۔

غیوب کے منقطع اشارات جو گنج مخفی کے ضمن میں پائے جاتے ہیں جن کا حقیقت اور خلقیت سے کوئی ربط نہیں ہوتا اسے نہ تو ذات کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی ہست کے زمرے میں آتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ذات اور ہست ہونے کی قید علامت میں آتے ہیں چنانچہ اسم سے یا کسی نام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ وہ کمالات اور صفات سے عاری و خالی ہے یا اس میں ان کی قابلیت ہی سرے سے نہیں کسی بھی پہلو سے اس کی شان ادراک نہیں ہوسکتا قرآن میں اللہ پاک کہتا ہے حوالہ سورہ انعام آیت 103 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

کچھ نہ دیکھ سکنا عماپن اندھاپن ذاتی نقص ہے کہ مشاہدہ نہیں ہے۔ تاکہ وہ مجاز سے حقیقت کی طرف راحل ہو چلے حقیقت پانا ہی اصل کمال ہے اس سے دور رہ کر مجاز میں گم ہونا گمراہی کجی اور عیب ہے فقراء اس قسم کی غلطی سے ہمیشہ باز رہنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

مجنوں کے پاؤں سے خون نکلتا دیکھ کر لیلیٰ جو بیقرار و بے چین ہوئی یہ اثر عشق مجنوں تھا لیلیٰ کی رونے کی حرکت سے جو ظاہر ہو رہا تھا کیوں اب لیلیٰ مجنوں کی عاشق تھی گویا عاشق معشوق اور معشوق عاشق بن گیا کیفیات بدل گئیں لیلیٰ

Marfat.com

مجنوں کے رنگ میں رنگی فنا فی المجنوں ہو گئی تو اس نے خود کو مجنوں کہنا شروع کر دیا جیسے بقول وارث شاہ صاحب

رانجھا رانجھا کہندی نی اڑیوں میں آپے رانجھا ہوئی
دھیدو مینوں سدونی اڑیوں ہیر نہ آکھیوں کوئی

ایک اور بات نکتہ کی تحریر کرتا چلوں کہ میں اوپر لکھ آیا کہ عاشق کا فعل عشق اس پر خود اثر انداز ہوتا ہے اس کی معشوق پر اثر نہیں کرتا قیس کا نام مجنوں اور دھیدو کا نام رانجھا ہوا، مگر معشوق کا نام عاشق کی مثال کی طرح سے نہیں بدلا جیسے ہیر ہیر ہی رہی اور لیلیٰ لیلیٰ ہی خود کے اصلی نام سے معروف وموسوم رہیں مشہور رہی۔

جیسے لیلیٰ مجنوں ہو گیا ایسے ہی لیلیٰ مجنوں بن گئی لیلیٰ میں تبدیلی مجنوں کے عشق کا اثر تھا، جس نے لیلیٰ کے دل میں اثر چھوڑا لیلیٰ نے یقین سے دل کو خود کو مجنوں جان لیا کیونکہ اسرار مجنوں لیلیٰ کے دل پر چمک اٹھے سو وہ خود کو مجنوں سمجھنے لگی۔

ادھر مجنوں جو خود کو لیلیٰ کہنے لگا تھا اس نے دوبارہ خود مجنوں کو لیلیٰ کہنے کی بجائے جان لیا ہے تو حقیقت مگر اس لئے ہوا کہ جب لیلیٰ کے دل پر محبتوں کے اثرات محیط ہوئے تو انہوں نے لیلیٰ بنی مجنوں کی کیفیت پر اثر ڈالا تو وہ پھر سے خود کو مجنوں جانے لگا مجنوں کی جو ابتدا تھی اس پر دوسری کیفیت سے واپسی ہوئی پہلے خود مجنوں تھا دوسری بار وہ لیلیٰ کی شان میں مجنوں ہوا اس دوران جب کوئی مجنوں کو مجنوں کہتا تو وہ ان کی طرف آنکھیں پھاڑ کھول کر دیکھنے لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اب مجنوں کو عقل آ گئی ہے، جب اسے مجنوں کہہ کر اس سے سوال کیا جاتا تو وہ سوال کا جواب دیتا تھا۔

شرک

اسلام تسلیم رب ہے ایمان تفہیم رب ہے احسان تحصیل رب ہے، ان تینوں پر عمل پیرا ہو کر عمل کرنا تکریم رب ہے جس میں ذاتی وقار سب موجود ہونے سے

Marfat.com

عامل عمل کرنے والا عبد کامل ہے۔

شرک شریک کرنے کو کہتے ہیں شرک کرنے والے مشرک جو شامل کیا جائے اسے شریک کہا جاتا ہے خدا کی ذات واحدہ لاشریک ہے ذات الہا میں کسی مخلوق کو شریک کرنا شرک ہے۔

شرک، شرک صفات اور کفر والحاد کیوں کر اور کب واقع ہوتا ہے جواب میں جان لیں کہ غیر اللہ کو الٰہ بنالیں اسے قابل پرستش وعبادت جان لینا شرک ہے خدا کی معبودیت مسلم ہے اور محمد رسول اللہ کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے غیر کو رسالت کے مراتب پر سمجھ لینا الحاد ہے جبکہ غیر اللہ سے استعانت اور اس کی عبادت سے شرک واقع ہو جاتا ہے۔ جو گناہ عظیم ہے۔

اولیاء وانبیاء شجر وحجر ارواح لطیفہ وارواح خبیثہ علم شد ہے گنڈے تعویذ اور نفس وخواہشات کو جب نافع وضار صاحبان قوت حاجت روا جان کر ان کی بندگی کی جائے تو یہ آپ کے الٰہ ہوئے ان سے ہی استعانت اور مدد چاہے گا شرک ہوگا ان کو محتاج اور مخلوق جان لینے سے وہ الٰہ نہیں رہیں گے آپ ان کی عبادت نہیں کریں گے سو آپ مشرک نہیں ہوں گے ورنہ آپ مشرک ہو جائیں گے۔ جو قابل تلافی ومعافی نہیں اس کی سزا وتادیب ضرور ہوگی شرک کی دو قسمیں ہیں شرک جلی مانع دخول جنت نعیم ہے اور شرک خفی مانع ترقی درجات ومدارج وکمالات ہے، شرک اخفی مانع قرب ذات رب وحق ہے اور شرک خفی الاضعفی مانع شہود رویت حق ذات مشہود شاہد کے کبھی مشاہدے میں نہیں آسکتی چنانچہ تمام شہودی مراحل شرک خفی الاخفی سے حصول میں مشکل ونا پید ہو جاتے ہیں۔ رہ سلوک ان تمام نقصان دہ راہوں سے بچائے رکھتی ہے خود کے عبد کو چھڑا کر خالق سے ملا دیتی ہے احساس دلاتی ہے کہ عبد وبندہ ہونے کی نسبت سے اس کا خالق ان چودہ پاتوں سے پاک ومنزہ ہے۔

Marfat.com

کن کن باتوں سے اللہ پاک ہے

(۱) جسم (۲) تولد و مولد (۳) تعداد عدد و معدود (۴) تسلسل (۵) جہت و مظروف (۶) زمان (۷) مکان (۸) غرض (۹) جوہر (۱۰) حلول و تحلیل (۱۱) اتحاد (۱۲) نقیص عروج و زوال و قدما (۱۳) بہروپ (۱۴) فنا۔ چنانچہ خدا کی طرف منسوب و نسبت لانا عیب دارسی ہی نہیں ایمان سے خروج و مرتد ہونے کا ڈر بھی باقی رہے گا۔ چنانچہ ان چودوں باتوں سے اللہ کی ذات پاک اور صاف ہے اللہ کی توصیف و خوبی میں ان کا ہونا جان لینا یا تصور و خیال کرنا بھی گناہ و شرک ہے۔

توحید کی اقسام معہ فوائد

(1) توحید اسمی باعث دخول جنت (2) توحید افعالی باعث ترقی مدارج کمال و عروج (3) توحید وصفی باعث قربت حق (4) توحید ذاتی باعث رویت حق والہا ہے۔ خدا کی قربت توحید وصفی اللہ کا دیدار اس کا دیکھنا توحید ذاتی جنت میں داخلہ کے لیے توحید اسمی دنیا و آخرت میں رتبے کے درجات بڑھانے کے لیے توحید ذاتی کام دکھاتی ہے ان کا خیال کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرنا اللہ کا حق اس کی مخلوق پر فرض ہے قرض جس کا ادا کرنا ہزویروج کے لئے بہت ضروری ہے۔

عبارت کلمہ طیبہ کے جملہ و فقرہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں کوئی نقطہ نہیں مگر نکتے کی بات یہ ہے سوائے اللہ الٰہ نہیں محمد اللہ کا رسول ہے، اس کے سوا کوئی رحمت اللعالمین شافع حشر اور رسول نہیں۔

نفی کے معنی انکار سے ٹھہراؤ اثبات کے معنی ثبت و ثوابت اقرار پر ٹھہراؤ نفی باطل الٰہ صنم و بت کی اور اثبات الٰہ برحق سچے اللہ کی الٰہ باطل جھوٹا معبود الٰہ برحق سچا معبود۔ بت اصنام اور الٰہ باطن ان کی نفی اللہ سچا معبود ہے۔

Marfat.com

1۔ توحید افعالی کے معنی ہمہ ''از اوست'' تمام ہر چیز اسی کی وجہ سے ہے۔ سو اس پر اثبات کرنا ہے۔
2۔ توحید وصفی کے معنی ''اژاوست'' بس فقط اسی سے ہے۔
3۔ توحید ذاتی کے معنی ''ہمہ اوست'' وہی ہے بس جو بھی دیکھے اس کے پیچھے بس اللہ نظر آئے۔

چھ عدد سنہ لطائف کے اسماء ذیل میں ہیں۔

(1) نفس (2) قلب (3) روح (4) سر (5) نور (6) ذات انا ان کے مقامات علی الترتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

نفس ناف کی جگہ (2) قلب دل کی جگہ (3) روح داہنے کندھے کی جگہ (4) سر دونوں ابروؤں کے درمیان (5) نور پیشانی کے اوپر بالوں سے نیچے کے حصہ میں (6) ذات (انا) تالو کے آخری پچھلے حصہ میں۔

(1) شریعت (2) طریقت (3) حقیقت اور (4) معرفت کے اربعہ چار کی اوسط افراط اور تفریط کے اعتبار سے عموماً تشریک اور تعطیل کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تفصیل ملتی ہے۔

راہ کے اسم	اوسطاً عموماً اثبات اللہ	افراط تشریک اثبات	تفریط تعطیل نفی ذات و
راہ شریعت	واحد ایک ہی معبود پر ٹھہراؤ	معبود میں دو یا دو سے زائد معبود ماننا	صفات ذات چھوڑ صفات کی بھی نفی کرنا
راہ طریقت	توجہ الی اللہ توجہ بحق الی اللہ حق کی طرف توجہ کرنا	توجہ بغیر حق غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا	صفات عین ذات توصیف و صفت کو ہی عین ذات جاننا
راہ حقیقت	اثبات موجود واحد ایک وجود پہ ٹھہراؤ	اثبات موجودین یا زائد دو یا دو سے زیادہ کو موجود جاننا	عینیت حقیقی غیریت اعتباری عینیت کو حقیقی اور غیریت مجازی جاننا

Marfat.com

راہ معرفت	اثبات کا ہی اثبات ہے کو ہی ہے کہنا جاننا	نفی و اثبات نفی کی نفی کرنا اور اثبات کا اثبات کرنا	انفکاک وجود و ذات ذات اور وجود کو الگ الگ کرنا دونوں میں فرق تمیز رکھنا

راہ شریعت و عبادت

اس میں قیل و قال کا مقصد اور غایت حق نمائی ہوتی ہے۔ حق نمائی خود فراموشی خود کو جاننے کے بعد بھولنا اور سچ حق اور حقیقت تک پہنچنا اسی کا نام ''حال'' ہے، اس کے لیے عبادت اور طریق عبادت کو جاننا ضروری ہے عبادت کیا ہے اللہ کی رضا اور غیر رضائی کو جان کر اس کے امر و نواہی کے مطابق حرکت و عمل کرنے کا نام عبادت ہے۔ گویا امر و نواہی پر سختی سے کاربند ہونا عبدیت کی عبادت ہے۔

جس کی دو قسمیں ہیں جن میں پہلی ایک تحت امر حکم کر لینا ضروری ہے۔

دوسری قسم تحت النفس (خدا کی مرضی کے خلاف خود غرضی میں) نواہی حکم انتہاہی کے ساتھ نواہی ممنوع سے رکنا۔

تحت امر عبادت کرنے سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ (1) صحیح نیت اور (2) اخلاص تحت نفس نواہی سے بھی دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ (1) ریا کاری (2) اور غرور تکبر۔ نفس رضائے الٰہی کے برعکس خلاف چلانے کی کوشش کرتا ہے کلمہ کے اصل معنی جاننے نہیں دیتا نماز روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی سے روکتا ہے سستی کاہلی اور عجلت سے ادائیگی میں فرق ڈالوا دیتا ہے جو عبادت کی جگہ مفید ہونے کی بجائے غلطیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جوا، زنا، چوری چکاری اور دیگر کئی قسم کی بیماریوں برائیوں میں دھکیل چھوڑتا ہے اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت پر آمادہ رکھتا ہے نفس کے تحت یوں عبادت کا کرنا معبودیت الٰہی کی نفی ہو جانے سے انسان مرتکب شرک ہو جاتا ہے امر و حکم تو یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے۔ اس کے علاوہ تمام غیر اللہ کو عبادت کے قابل ہرگز نہ سمجھا

Marfat.com

جائے۔ اس کے امر کے تحت عبادت کرنا معبودیت الٰہیہ کا اثبات ہوا یعنی خود کی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ کی مرضی کے مطابق اس کی عبادت کرنا ہی حقیقی عبادت ہے سجدہ، طواف، نذر منت اور قربانی اللہ کے لئے ثابت کرنا صدق وسچائی ہے ان کو غیر اللہ صنم و مرشد کے لیے اثبات میں لانا شرک وکذب ہے صدق کا تعلق ذات تعلیم کی عطا سے علم سے متعلق ہے جبکہ شرک وکذب جھوٹ کا تعلق جہل وجہالت اور کم علمی سے ہوتا ہے۔

علم کا خاصہ نور ہے نور کا حاصل مال کار جنت ہی نہیں بلکہ رویت حق ہے رویت حق قربت حق ہے یعنی اللہ کا دیدار ہے جہل جہات کا خاصہ ظلمت اندھیرا حاصل کار جہنم ہے اس صورت میں راہ شریعت کا کلمہ لا معبود الا اللہ ہی ہونا چاہیے۔ اللہ کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے جو عبادت کے لائق نہیں عبادت صرف اللہ خالق کی ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

راہِ طریقت

راہ طریقت کا مطلب شعار حیات زندگی میں ایسے طور پر چلنا جینا کہ توجہ صرف الی اللہ خدا پر رہے اگر رہگیر نظر میں غیر ہو بھی تو بصیرت میں اصل حقیقت ہی مرکوز رہے، اس راہ میں کلمہ مفہوم وعبادت ''لا مقصود الا اللہ'' ہی رہے فضلکے تعلق سے جب معبود صرف رب ہے تو وہی الـــہ اللہ ہی مقصود ہوگا جو اللہ فضل ربی یعنی پرورش پالنہاری کا کام کرتا ہے اور اس کے بعد مخلوق کے لیے افعال اس کا کسب ہوگا جس کو علم الٰہی میں اقتضاء کہتے ہیں سو اس میں فعل اور کسب میں فرق کرنا بہت ضروری ہے، عبد کی تخلیق و ربوبیت میں رب ہی فاعل ہے وہی مستعان حقیقی ہے، اسی سے ہر استعانت چاہنا چاہیے کیونکہ وہی کفیل و وکیل و کارساز ہے۔

استعانت مدد

استعانت کے چھ طریق ہیں (1) توکل (2) دعا (3) شکر (4) صبر (5) رضا بالقضاء اور (6) صلوٰۃ نماز

عملی توحید

توحید افعالی چار چیزوں پر مشتمل ہے (1) بلا مصیبت میں صبر (2) ''کام'' کار کوشش کے بعد توکل (3) بوقت احتیاج وضرورت دعا (4) ''نعمت'' عطا پر خدا کا شکر پہلے کی مذکورہ چھ اقسام استعانت توحید فعلی عمل کے بعد مذکورہ چار چیزوں میں پائی جاتی ہیں۔

1۔ بلا مصیبت رنج وغم میں صبر سے کام لینا صبر کے لیے اللہ کی طرف سے چار قسم

Marfat.com

کی نسبتیں میسر آنا ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن '' صابر کے ساتھ اللہ کی ''معیت'' ذاتی ہے۔ گویا اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

دوسرے نمبر پر ''وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْن '' اللہ صابروں سے ''محبت'' کرتا ہے۔

تیسرے نمبر ''وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْن' 'مسلمان مومن کی تائید و نصرت ہم پر حق ہے۔

چوتھے نمبر پر ''ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ '' جو ایمان لائے ان کا مولیٰ اور جو کافر ہوئے ان کا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ''مولائیت'' صابروں ایمانداروں کے لئے ہے ''معیت'' محبت، تائید و نصرت مدد، اور مولائیت اللہ کی بلا و مصیبت میں صبر کی وجہ سے موجود مددگار ہے تو پھر بلا بلا نہیں رہتی وہ زحمت رحمت اور عافیت میں تبدیل ہو جاتی ہے تو ہمیں ''الحمد للہ'' یا سبحان اللہ کہہ کر توکل کرنا ہوگا جو ہمارا اس طرح کہنا توجہ بحق رہنا ہے کیونکہ ہمارا خدا کے سوا کوئی اور مقصود نہ ہوا نہ ہے۔

کام

فعل و کردار کا نام ہے کسب کے بعد بلکہ اسے سبب سمجھ کر اس کے کرنے سے پہلے یہی توکل کرنا خدا کی وکالت کرنا ہے اسے وکیل سمجھ کر متوکل بہ الی اللہ ہونا توکل کرنا ہے بحکم باری تعالیٰ۔ ''فاتخذوہ وکیلا'' فرماتے ہیں اسے ہی وکیل و کارساز بنایئے اسی پر توکل کیجئے گو اس میں منشا و غیر منشا موافق و مخالف رضا و غیر رضا دونوں سے حال سے کسی میں بھی ہونا ضروری ہے۔

اگر موافق ہوا تو شکر کرنا توجہ بحق رہنا ہے شکر سے نعمت و انعام و عطا میں اضافہ ہوتا ہے ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ '' قرآنی اصول ثبوت میں پیش ہے.......... اور کفران نعمت انکار و مخالفت میں شکر ادا نہ کیا تو شدید عذاب میں گرفتاری ممکن نہیں یقینی ہے ''وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ '' پر بھی راضی

Marfat.com

وصابر کسب خود میں کمی فضل ربی پر قانع ہونا بھی توجہ بحق ہے، یہ نتیجہ منشا کے خلاف ہے تو یہ رضا بالقضا کو اختیار کرنا ہے خلاف منشا نتیجہ کا ہونا ذاتی اقتضا نہیں طبیعت اسے نہیں مانتی اور طبیعت میں ایک انقباس پیدا ہوتا ہے ہماری چاہت تھی کہ نتیجہ ایسا نہ ہوا تو پھر ایسا کیوں ہوا، یہ اللہ کے فعل حکمت اور تکوینی امر کی وجہ سے ہوا طبیعت کا ملال ایک حال ہے میں اللہ کا علم ارادہ قدرت اور اس کی پوری تجویز شامل ہے نتیجہ رضا کے مطابق تجویز کردہ تھا، جب اس پر قلب ٹکا اس نے الحمد للہ کہہ کر تسلیم کر لیا کہ یہ ایسا ہی ہونا بہتر تھا اسی میں رضا بالقضا رہی۔ گویا راضی برضائے الٰہی ہو گیا۔

حاجت کا محسوس کرنا بلا کے نظر آنے اور آنا پر کام وکسب کے وقت ہوتا ہے حاجت ضرورت کے وقت حاجت روا خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی استعانت مدد سے التجا و دعا کو قبول فرمائے مگر اگر دعا قبول نہ ہو تو پھر بھی شکر کرنا ہی توجہ بحق اور توجہ الی اللہ ہو گا کیونکہ شکر سے جب نعمت فضل وکرم بڑھے گی تو احساس میں یہ رہے گا اجابت دعا نہ ہوتی اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہے، چنانچہ تکلیف کرب اور درد ورنج نہیں ہو گا مگر اگر کفران نعمت یعنی شکر سے کام نہ لیا تو عذاب شدید کا خطرہ ہے پہلے دعا کے قبول نہ ہونے کی کوفت اوپر سے اس کا احساس نقصان و خسارہ تکلیف کے احساس کو مزید بڑھانے سے شدید عذاب کا سبب بنے گا، غیر مقبول دعا والتجا کو حکمت رب جان کر رضا بالقضا شمار کرتے ہیں صابر وشاکر پر خدا کی رحمت ہو گی وہ زحمت سے دور رہے گا۔ اسے سکون ہو گا کوفت نہ ہو گی۔

عطاء اور دعا

نعمت کی دو قسمیں ہیں ایک عطا میں اور دوسری التجا کے جواباً انتہا کے سوال پر۔ قدرت صفات ربوبیت میں ترسیل رزق کی ہر قسم بندے تک بن مانگے معمولی سے اسباب سے اس تک پہنچتی ہے جبکہ دوسری قسم میں ملتجی التجا کرتا ہے خدا سے کسی غرض طلب اور مقصود سے سوال حاجت کرتا ہے وہ خدا اس میں اختیار رکھتا ہے کہ سوال سائل پورا کرے یا نہ

Marfat.com

کرے۔ دعا کی التجا کی قبولیت خدا کی اپنی تکوینی اعتبار سے مرضی پر ہوتی ہے۔

اکثر لوگ روپیہ پیسہ مال و دولت اور حاصل عیش و عشرت اور آرام کو دولت سمجھتے ہیں کسی حد تک ٹھیک بھی ہے، ان چیزوں کے حصول پر بھی خدا کا شکر لازم ہے مگر اس کے علاوہ اصل نعمت تو ہماری جان و زندگی ہے جو دو عالم لے کر بھی اپنی جان کوئی شخص دینے کو تیار نہیں ہوتا بلکہ جان دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کے لیے وہ اپنی ساری دولت جائیداد دینے کو تیار ہو جاتا ہے کہ علاج سے صحت برقرار رہنے کو جان حیات خدا کی ایسی نعمت ہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں، انمول ہے بکنے سے بکتی نہیں اور خریدنے سے خریدی نہیں جا سکتی۔ اسی طرح سے ارادہ قدرت، سماعت، بصارت اور نعمت کلام بھی قدرت کی اہم نعمتوں سے ہر ایک انمول نعمت ہے صحت و تندرستی جو خریدے نہ خریدی جا سکے بہت بڑی نعمت ہے ایک بیمار امیر ترین فرد سے نعمت صحت کی کوئی قدر قیمت پوچھے خدا کی ہر نعمت پر اس کا مشکور ہونا خدا کا شکر کرنا لازم ہے منعم حقیقی نے ہر نعمت سے اس قدر نوازا کہ اکثر بندہ کو مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی ہر ایک نعمت کے حصول پر بھی اسے خدا کا شکر کرنا چاہیے، مانگی اور بن مانگی ہر نعمت پر منعم حقیقی کا ہی شکر لازم ہے ایسا کرنے سے شاکر رہ توحید سے گمراہ نہیں ہوا بلکہ اقرار کے فعل سے دانست کی منزل تک پہنچا دو "2" معبود پر پُر یقین ہونے سے بچ گیا مشرک نہیں ہوا دانست کی منزل سے وہ ذات و صفات کے تعلقات و فرق کو بخوبی سمجھ چکا کہ صفات قائم بالذات ہوتے ہیں عین ذات نہیں ہوتے اور غیر ذات بھی نہیں ہوتے کیونکہ صفت تو آخر کسی ذات کی ہوتی ہے اور ذات بلا صفات معطل سمجھی جاتی ہے۔ اس کی نظر صفت پر ہی نہیں رکتی بلکہ صاحب صفت ذات پر رہتی ہے۔

اگر ان سب باتوں کا ارتکاب قول سے ہٹ کر فعل کی صورت میں ظاہر سمجھا جائے تو تین باتیں کلمہ گوئی سے ہی پوری ہوں گی کہ عبد اپنی استعدادی قابلیت کی

Marfat.com

وجہ سے شعوری طور پر اور غیر شعوری توحید پر ڈٹا جما رہا۔ اسباب و آثار سے توجہ اٹھا کر مسبب لاسباب کو موثر توحید فعلی میں ایک جانا اثبات مقصودین دو کے مطلوب ہونے سے بچنا بھی شرک خفی سے بچنا ہے۔

کیونکہ کلمہ گو کو قلب و دل سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا مفہوم لامقصود الا اللہ ملا یہی راہ طریقت ہے جسے بقول اکثر احادیث ایمان کا پہلا زینہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد رسالت محمد ﷺ یہ کی بقا میں ایمان کا اہم رکن ادا ہوتا ہے توحید جو کہ اسباب و آثار سے نظر ہٹانے پر ہی ملتی ہے کیونکہ آثار کے نظر سے اوجھل ہو جانے پر صرف شان تنزیہہ ہی نظر میں رہ جاتی ہے، جو توحید کا اصل مقصد و تمنا اور منشا ہے شان تنزیہہ کے علاوہ باقی سب کے سب مراتب رسالت کے ہیں جو تشبیہ کلی ہیں جس میں اولین تشبیہہ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ کی ہے۔

چونکہ تنزیہہ کی پہچان و بصارت بغیر تشبیہہ کے ممکن نہیں شان تنزیہہ بصر کسی تعین و جہت کے قید شہود میں نہیں آ سکتی پس یہ ضروری اہم و لازم ہوا کہ تشبیہہ بھی نورانی ہی ہو جس کو محمدؐ رسول اللہ میں ظاہر کیا گیا مقصود متعین ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں تو مقصود جزوی کا اختتام ہو کر مقصود کلی پر نظر آ جمی رک گئی یعنی مقصودیت کلی پر نظر رکھنے کے لیے جزوی مقصودیت سے نظر اٹھا لی گئی نشان تشبیہہ کو چھوڑ کر اصل متشبہ شان تنزیہہ پر نظر قائم رکھنا پڑی جو مقصود تھا اب وہی وقوع ہوا جو اللہ ہے۔

اس طلب غرض میں ہمارے نزدیک کلمہ کا مفہوم ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہو جائے گا کیونکہ ہماری بصارت محمد ﷺ کی شان تشبیہہ کی جگہ خدا کی شان تنزیہہ مطلوب حقیقی مقصود ہے۔ محمد ﷺ کی نورانی تشبیہ سے مقصود حقیقی کی ظاہری شان تنزیہہ ملی اس ایسی منزل پر ''عبد'' کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں مقصودیت کی وحدت ہی کی دھن میں اسباب و آثار و اشکال پرے اس کی نظر گزر کر کائنات کی ہر چیز کی نفی میں ایک ہی ذات موجود پا کر اس میں اثبات کرتا ہے۔

Marfat.com

''راہِ حقیقت''

راہ حقیقت میں سالک پر بہت عجیب سے انکشاف کھلتے ہیں، جن کو وہ اپنے خود کے پیچھے مشاہدات اور واقعات سے موازنہ و مقابلہ کر کے پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی فکر استدلال اگر درست ہو تو اس کی مدد سے وہ ایک ایسی منزل پر رسائی پہنچ حاصل کر لیتا ہے، جو اسے سب کی ایک ہی شان نہیں بلکہ سب کو ایک شان سے دیکھتا ہے یوں وہ مقصودیت کی حد سے گزر کر موجودیت کی حد منزل میں داخل ہو جاتا ہے اسے اثبات موجود واحد کی جستجو ہوتی ہے، اس کی تلاش میں وہ جدھر کدھر بھی دیکھتا ہے اسے وہ ہی وہ دکھائی دیتا ہے چنانچہ وہ صفات الٰہیہ میں سے کسی بھی صفت کو غیر اللہ میں دیکھنے اور جاننے کے قابل نہیں رہ پاتا تو وہ شرک اخفا کا مرتکب ہونے سے بچ جاتا ہے اگر اسے ''تو ہی تو'' نظر نہ آئے تو وہ شرک اخفا کا ارتکاب کر لینے پر غیر حق پر ہی نظر ٹکائے اسی کو اثبات دے گا جو کہ غلط ہوگا اور جب آثار و اسباب اور اشکال غیر حق پر اس کی نظر نہ ٹکے گی تو وہ ذاتا حق کے عین حقیقی کو بھی ذہن و قلب میں قربت جگہ نہ دے گا ذات حقیقی ہی اس کے نظر بصر میں ہوگی، اسی میں سب کی نفی سے اثبات کرے گا جو راہ حقیقت کی سیدھی راہ ہے۔

اس سے سالک میں ایسی خوبیاں صفات پیدا ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے وہ سوائے ذات حق کسی اور کو موجود ہی نہیں پاتا اس لئے اس تیسری منزل کو ایقان و یقین اور حقیقت کہتے ہیں یہاں پر کلمہ کا مفہوم لا موجود الا اللہ ہو جاتا حدیث کی

Marfat.com

زبان میں اسی کو احسان کہا جاتا ہے اس جگہ رسالت محمد یہ میں اسے شان تشبیہ کی جگہ حقیقت اللہ شان تنزیہہ دکھائی دیتی ہے اب وہ کلمہ کے مفہوم کو کچھ اس طرح سے سمجھتا ہے ''لاموجود الا اللہ محمد حقیقت اللہ'' اس وقت سالک کی پرواز صرف ایک فضا فضائے حقیقت میں ہوتی ہے حقیقت اللہ ہے چنانچہ اسے محمد کو دیکھ کر بھی سوائے اللہ کچھ محسوسات میں نہیں ہوتا، رسالت جو وجہ کائنات ہے اس کے تعینات پر سے سالک کی نظر اٹھی رہتی ہے اور حقیقت پر ہی ٹکی رہتی ہے۔ محمد کو دیکھ کر بھی مخلوق سمجھے حقیقت میں خدا کو دیکھتا ہے۔

Marfat.com

راہِ معرفت

راہ معرفت: راہ معرفت میں سالک اس قدر پر مگن اور محو ہوتا ہے کہ اسے دو وجود کا شبہ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ غیر حق کو عین حق تسلیم کرتا ہے۔ اس کا فہم و ذکاء عقل و فکر اور دید و نظر میں سوائے حق ہی حق دوسرا کوئی نہیں ہوتا یعنی اب وہ منزل شہود پہ آ چکا وہ اثبات کا اثبات کر کے نفی کی نفی کرے گا، جس سے بمعہ ساری کائنات کے وہ ایک اکیلا ہو گیا۔

ذات حق جو اس پر نفس الامری حیثیت سے محیط تھی، جس پر پہلے اس کی نظر نہ تھی اب کلی طور پر اسے محسوس ہوئی اس نے کیا کیا شرک شہود غیر حق سے محفوظ رہ کر بچ کر شہود حق میں لگا رہا غیر کے گمان نے اسے چھوا تک نہیں حقیقت محمدی کے لئے نظر میں دھوکہ کھائے بنا اور حق میں اسے شامل کیے بنا دونوں کو ایک ذات میں ایک شان دیکھتا جانتا اور محسوس کرتا رہا اور وہ صرف اور صرف شان تنزیہہ کی وجہ سے ذات حق اور حقیقت محمدی میں نہ وصل پایا اور نہ ہی غیریت فصل محسوس کی بے ساختہ برجستہ پکارا ''لا مشھود الا اللہ محمد نور اللہ'' گویا اس نے تخلیق سے پہلے کی حالت صورتی تصویر میں تخیل سے پالیا

ایک اللہ کا نور دوسرا محمد نور اللہ دونوروں سے منور ہو کر سالک صاحب انوار ہوا، اس کو زمین آسمان کی ہر شئے حقیقتاً نور ہی نور نظر آیا قرآن کے کلمہ'' اللہ نور السموت والارض '' کی تصدیق بھی ہو گئی ہر چیز اللہ کا نور ہوئی اس نور مجازی میں نور حقیقی نظر آیا خود سے نکل کر نور میں گم اپنی بھول کو نور پڑی میں پڑا رہا یہی

Marfat.com

اثباتِ خدا کو منظور ہے کہ اس کے سوا ہر ایک کی نفی تشبیہ کے باوجود ہو جائے۔

پہلا نزول داخلی ذات کا نزول ہے جس کا تعلق الہیت سے ہے۔

دوسرا نزول ذات کا خارج میں نزول ہے "مرتبہ روح" سے متعلق ہے۔

تیسرا نزول ذات کا خارج میں نزول ہے "مرتبہ مثال" سے متعلق ہے۔

چوتھا نزول ذات کا خارج میں نزول ہے "مرتبہ اجسام" سے متعلق ہے۔

یہ ذات حق کے نزول میں مراتب کہلاتے ہیں، ان کو عبد کا اپنا کہنا ظالم و غصب ہے یعنی ذات جب مرتبہ وحدت سے عالم اجسام تک جس زینے سے نیچے آئی اس کی یہ چار متذکرہ بالا سیڑھیاں ہیں، یہ زینہ کی یہ چار سیڑھیاں اب خالی پڑی ہیں "احسن کما احسن اللہ الیک" کے قول سے باری تعالیٰ اپنے عبد بندے سے کہہ رہا ہے کہ میں جس طرح سے چار سیڑھیاں اتر کر عالم اجسام تک آیا ہوں، اب انہی چار سیڑھیوں سے چڑھ کر زینے پر مجھ سے مرتبہ وحدت میں آ جاؤ آ ملو تو آپ کا مجھ پر احسان ہوگا میں نے جیسا تم پر احسان کیا تم بھی مجھ پر احسان کرو میں اصل ہوں اور آپ کو حکم ہے یرجع الی اصلہ میں اصل ہوں مجھ اصل سے آ ملو "انا للہ وانا الیہ راجعون" ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا سچ ہو جائے گا۔ بتاؤ اس میں کس کا فائدہ ہمارا فائدہ تو پھر اللہ پر احسان کرنا خود پر احسان کرنا ہوا

یہ چار منازل منزل ناسوت، منزل ملکوت، منزل جبروت اور منزل لاہوت ہیں۔

(1) منزل ناسوت (2) منزل ملکوت (3) منزل جبروت (4) منزل لاہوت

بندہ کے عروج سے قبل جب وہ گنج مخفی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سے نکل کر راہ طریقت پر قدم رکھے اور لا مقصود الا اللہ محمد عین اللہ کہے تو اس نے منزل

Marfat.com

ناسوت کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا جو اس کا عروج اول ہے۔ پہلی سیڑھی پر کھڑے اب اسے دوسری سیڑھی پر چڑھنا ہے ناسوت سلوک میں طالب علم کی پہلی کلاس اس نے پاس کر لی، اور دوسری کے لیے جانے کو تیار

(2) منزل ملکوت

پہلے اس نے منزل ناسوت کے لئے "لا مقصود الا اللہ محمد عین اللہ" کا ذکر کیا۔ اب راہ حقیقت میں قدم رکھے "لا موجود الا اللہ محمد حقیقت اللہ" پڑھا سمجھا اور اس پر ڈٹ گیا پچھلی منزل سے ترقی لے کر اب سالک منزل ملکوت لینے کی دوسری سیڑھی پر کھڑا ہے یہ اس کا عروج دوم ہے۔

(3) منزل جبروت

ملکوتی کلمہ پڑھتے رہنے کے بعد راہ معرفت میں قدم رکھے، جب لا مشہود الا اللہ محمد نور اللہ کا کلمہ شروع کرتا ہے تو منزل ملکوت سے نکل کر منزل جبروت پر آ رکتا ہے۔ یہ زینے کی تیسری سیڑھی بندے کا عروج سوم اسے مل گئی۔

(4) منزل لاہوت

ناسوت محمد رسول اللہ ملکوت محمد حقیقت اللہ جبروت محمد نور اللہ کے ساتھ ساتھ کو مقصود، موجود اور مشہود سالک کو ورد میں ذکر میں تین منزلوں کے الگ الگ تین اسباق کا ذکر کرنا پڑا۔ جس سے اس کو ذات سے معرفت ہوئی ایک اور قدم بڑھانے سے وہ فنا فی الذات ہو جانے میں کامیاب ہوا جب بندہ ہی باقی نہ رہا تو کلمہ کون پڑھے گا گویا یہاں کلمہ پڑھنا کفر ہے کیونکہ سالک منزل لاہوت کی اپنی حقیقی منزل پر پہنچ گیا گویا سالک زینے کی چوتھی آخری سیڑھی منزل پر پہنچ گیا یہی وہ مقام ہے جہاں پر طائر لاہوت کو رزق کی ضرورت ہی نہیں رہتی علامہ اقبال نے کہا ہے کہ طائر لاہوت کو جب رزق کی ضرورت ہی نہیں تو اس کو اس رزق کو کھانا

Marfat.com

ہی نہیں چاہیے تا کہ رزق کھا جانے موت کے آ جانے کی وجہ سے اس کی پرواز میں کوتاہی نہ آئے یعنی منزل پر پہنچے بغیر پہلے ہی وہ مر نہ جائے رزق سے موت اچھی گویا رزق موت ہے اسے نہ کھانے کی تاکید طاہر لاہوت کو علامہ اقبال کی طرف ہو رہی ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بندہ خود کے عروجی مقام کو اپنا کہہ سکتا ہے، نزولی مراتب کو اپنا کہنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے، اور جب وہ معہ اللہ ہو جائے تو اس کو اس عروجی مقام کو اپنا کہنے کا بھی جواز نہیں اسے اس اللہ معلیٰ کی عطا گننا شمار کرنا ہو گا۔ یہ کمال اس کا کسب نہیں ہو گا بلکہ اللہ کی خاص عنایت اور عطا و شمار ہو گا۔

Marfat.com

حقیقت حقائق

دل تھام لو قلب سے ناقص علم کو نکال باہر کرو، ہر ڈر خوف کو دور کر کے ہر لحظ ہر لمحہ قدم قدم پر صدَ قت صدَ قت کہتے جاؤ، اسی میں نجات و بھلائی ہے، پل صراط سے گزرنے کو کامل یقین جوانمردی سے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے ڈگمگا گئے تو کٹ کر کفر والحاد کی گہری کھائیوں میں گر کر ظلمت کے اندھیرے میں ایسا کھونا ہوگا جہاں پر کسی نور کی کرن سے روشنی ملنے کی کبھی کوئی توقع نہیں اب کتاب کی بات نہیں حکمت کی بات اگر شرح صدر یعنی ادراک و تفہیم کی قوت میسر نہیں ہے تو زہر قاتل پینے کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی جگہ و مقام پر استعجابیہ انداز میں اگر "ہاں" کہا تو شاید ایمان کا ہاتھ سے جانا کھو جانا برا نتیجہ حاصل ہو۔

حجابات اٹھیں تو جلوؤں کو نظر سے دیکھنے کی تاب ہونا چاہیے قوت برداشت میں اتنی تقویت ہو کہ جلال و جمال کے دیکھنے سے ہوش بڑھیں جاتے نہ رہیں سکت و بساط کے حصول کے لئے درود شریف پڑھ لیں۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولنا محمدنا النبی الامتی و الہ واصحابہ و بارک وسلم

حقیقت محمد

حقیقت محمد نکات کے معارف کا ایک نکتہ ہے ایک وجود میں دو ذاتیں ہیں جس پر حقیقت محمدی کا انحصار اور دار و مدار ہے ارشاد ہے کہ "کان اللہ ولم یکن معہ شیأ" اس کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔

Marfat.com

گنج مخفی

وہ پوشیدہ حالت جس کے بارے میں کوئی بیان اور اشارہ نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے اس کو منقطع الاشارات کہا جاتا ہے صرف سمجھنے کی خاطر اسے ہست محض مفروضہ کہا جاتا ہے یہی لاتعین غیب الغیب غیب ھویت کہلاتا ہے۔

ہست محض مفروضہ سے قید سے پاک ہے ہست محض اپنی قابلیت اور صفات و اعتبارات کی دید میں لگن سے لگن محو تھا، جیسے کبھی کبھی آپ اپنے خود کے خیالات میں کھوئے سوچتے ہیں کہ آپ میں کون سی طاقتیں قوتیں کارفرما ہیں، اس سوچ میں آپ کو محو ہونے کی وجہ سے ہوش نہیں رہتا ہے جبکہ آپ بیہوش بھی نہیں ہوتے۔

اور نہ ہی آپ اس حالت میں ہیں کہ صفت علم سے پاک ہیں یہی صفت آپ کے ہونے پن کا ثبوت بھی ہے ہونا پن بھی بغیر علم نہیں قوتیں علم سے ہی نمایاں ہورہی ہوتی ہیں ان ہی کو معلومات کہتے ہیں جن کی دید بصیر میں ہم کھوئے ہوئے رہتے ہیں۔

معلوم: ہست محض اپنے آپ کی دید میں محو تھا جو کہ معلوم اول کہلایا جبکہ خود اس کی قابلیت اس صورت میں اس کے علم میں نمایاں تھی معلوم جب ہست محض کے علم میں ثبوت پاچکا تو ہست محض نے خود کو دو جہات میں پایا، ایک عروجی اور دوسری نزولی، عروجی میں خود کو پہچاننے کی خواہش ہوئی نزولی جہت پہچان کا اعتبار اس وجہ سے عروجی جہت کو عشق اور نزولی جہت کو عرفان معرفت کہا گیا۔

حدیث قدسی میں خالق باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''کنت کنزا مخفی فاحببت ان عرف فخلقت الخلقت اخلق'' میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا پہچانا جاؤں تو مخلوق کو تخلیق کیا۔

خود کی پہچان کسی دوسرے کے ذریعہ کرانے کا شوق خود اور دوسرے کے بعد

Marfat.com

تیسرے وہ ہیں جو پہچاننے والے ہیں اس کو دلیل و مثال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مثلاً زید ایک پہلوان ہے جو فولادی جسم میں بلا کی طاقت اور چستی اور پھرتی رکھتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کے فن کشتی سے واقف ہو جائے جبکہ وہ خود میدان میں آنا بھی نہیں چاہتا میدان میں آنے کو وہ کسر شان بھی سمجھتا ہے گویا وہ پردے میں رہ کر حجاب میں کر اپنی دھاک بیٹھانا چاہتا ہے، اس چاہت پر غور وخوض کر کے اس نے اندر ہی اندر بکر کو اپنے تمام فن میں چست چاک کیا اپنا سا جسم بنانے سے اچھی خوراک دی تدریب ایسی کی کہ بکر دیکھنے والوں کو زید ہی لگے، جب اس زید نے دیکھا کہ اس جیسی چستی پھرتی بکر میں آ گئی ہے، ہر اس خوبی کا بکر مالک ہے جو زید میں موجود پائی گئی تو اس کو اکھاڑے میدان میں کشتی کے لیے اتار دیا لوگوں نے زید کی پھرتی بکر میں دیکھی اسے زید کہنا شروع کر دیا بکر ان سے کہہ رہا ہے میں بکر ہوں زید میرا استاد ہے جبکہ استاد بھی یہ کہہ رہا ہے گو یہ میرا ہی ہے مگر میں اور ہوں اور یہ اور ہے شاگرد بکر نے بھی کہا میں وہ نہیں ہوں جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں وہ میرا استاد ہے تم لوگ مجھ میں پھرتی چستی سے کشتی کا فن دیکھ کر زید ہی سمجھنے لگے ہو، میں اپنے استاد زید کا شاگرد بکر ہوں جب مجھ میں اس قدر طاقت اور جسم قوی کی مثال دیکھ رہے تو اس میں کس قدر زیادہ طاقت و قدرت ہوگی جو میرا استاد ہے، اب یہ اپنی اپنی سمجھ دانست اور عقل تھی کہ کسی نے زید کی بات کو سچ مان لیا جو اصلاً حقیقت تھی اور کسی نے بکر پر سے نظر نہ اٹھائی اور ان کی نگاہ وہیں رکی رہی اور وہ حقیقت سے آشنا نہ ہو سکے مجازی بکر کو ترجیح دیتے رہے اور حقیقی زید پوشیدہ کی حقیقت نہ جان سکے فریب اور دھوکہ نے ان کو "مسلم" کے چکر میں ڈال دیا یوحی الیا کے پیچھے کا ہاتھ قادر قدرت ہستی سے انکار کیا زید بکر کو شاگرد کہتا اور بکر زید کو استاد کہتا رہا مگر سننے والوں نے جو دیکھا وہی سمجھا

Marfat.com

اور غلط رہے دیکھنے والے تماشائی تھے اپنا فن دکھانے والا زید جو بذریعہ بکر خود کا کمال دکھا رہا تھا ایک خود کی پہچان کرانے والا دوسرا ذریعہ پہچان بنا، اور عوام تماشائی پہچاننے والے ہوئے۔ جو تیسرے نمبر پر تھے۔

ہست محض کو مرتبہ غیر ہویت کے علم سے بوجہ ہستی قید علمی ہوئی استدلال یہ تھا کہ چونکہ یہ ہستی ہر قید سے پاک تھی جسے علم کے آجانے سے اس پر علم کی گرفت ہوئی اس کو قید علمی ہی کہا گیا جو کہ درست نہیں ہستی محض ہر گرفت سے محفوظ تھی جس نے اس کو جانا اپنے ہی علم سے جانا جس کو پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب وہی دوسرے کی دانست میں آگیا اب قید علمی میں ''ہوا'' خود کو نفس نفیس جانا قید علمی نہیں کہلاتا اس قید علمی کی زد میں دوسرے کو جاننے کے لئے تیسرے کی ضرورت ہے۔

نور کا ظہور: ہست محض کی چاہت سے معلوم اول جو بالقوہ تھا، اب بالفصل ہو گیا اثر فعل سے ایک نور حسن مجسم کی صورت میں ہویدا و جلوہ گر ہوا اس نور کے انوار و جمال دیکھ کر ہستی محض نے بے ساختہ کہہ دیا ''لولاک لما خلقت الافلاک'' آپ نہ ہوتے تو مخلوق کائنات نہ بنتی۔ یہی نور جوہر مجرد کہلایا جس کا اپنا قول مبارک وتبارک ہے۔ ''اول ما خلق اللہ و نوری'' سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا جو ذریعہ معرفت الٰہی مظہر اتم وکامل کہلایا جزوی انفرادی خلق میں ''کل'' بھی یہی ہوا کیونکہ اس کے بعد کا ارشاد یہ ہے ''انا من نور اللہ و کل شیء من نوری'' میں اللہ کے نور سے ہوں اور کائنات کی ہر چیز میرے نور سے ہے، چنانچہ اسی نور کے حسن و جمال کے دیدار میں اس قدر مستغرق ہوا عاشق کی یہ مثال اسی کے نور کی وجہ سے خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق پر تصدق ہوئی، ناظر میں خود اور منظور بھی خود ہی کیونکہ بیان پر نور من اللہ اور نور اللہ میں دوئی فرق اور غیریت کا شبہ نہ رہا، جو نور جدا ہوا وہ کس کا نور تھا وہ بھی اسی کا تھا جو خود کی

Marfat.com

معرفت چاہتا تھا چنانچہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق و معشوق ہوئے تو ہستی محض نور کی روش سے دائرۂ عشق میں گردش کھا کر خود کو ''انا نور'' خود کو خود کا نور حسن مجسم جان لیا، مگر یہ اس کا نزولی اعتبار نصف دائرہ قوس اول ہے۔

وہی ہستی محض کا عشق جب معشوق پر اثر انداز ہوا تو جوہر مجرد میں ایک جانچ شعور پیدا ہوا وہ کیا تھا ہستی محض کو اپنے ہونے کا پتہ ملا ایک مثال ہے، جب آپ سو کر اٹھتے ہیں تو فوراً ہی یکدم آپ کسی شئے کی تمیز میں ہوش سے کام نہیں لے سکتے شعور و لاشعور میں صرف اپنے ہونے کا احساس ضرور رہتا ہے، رفتہ رفتہ آپ کی منوم نیند کی کیفیت دور ہونے سے ہوش آنا شروع ہوتا ہے، اور آہستہ آہستہ شعور کی بیداری سے چیزوں اور اشیاء میں تمیز فرق کا پتہ چلتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہاں ؛وں بیٹھا ہوں کھڑا ہوں چل رہا ہوں جتنا ذہن صاف ہوتا جائے گا اسی قدر تمیز و فرق کرنے کی قوت بڑھتی جاتی ہے، اس طرح جاگتے شعور میں آنے والے علم کو خودی کا علم کہتے ہیں جس کے چار احوال و اعتبار ہے۔

اپنے آپ کے ہونے کی تمیز کا علم ہونا۔

علم دانست صاحب ہوش علم کے بغیر تمیز فرق کا ہونا مشکل ہے گویا راستہ سبب۔

نور جس چیز کا ہونا پن معلوم ہوا۔ اصل ذات حقیقی۔

شہود دکھاوٹ دکھتا پن۔ شاہد کا عمل اور اس کا اثر فعل مشہود معمول پر عامل کا عمل۔

ہستی محض کے جوہر مجرد کو خود کے ہونے ''بود'' کی تمیز ہوئی تمیز علم کی وجہ سے پیدا ہوئی خود کو ظہور میں دیکھا پتہ چلا وہ ''نور'' ہے جو دکھتے میں دیکھا گیا وہ شہود ہوا شہید کی معرفت شہید مشاہدہ سے ہوئی جس کو دیکھا گیا وہ مشہود دائرۂ فعل سے مشہور ذات ہوئی دیکھنے والا شاہد کون حقیقت میں وہ خود ہے۔ نور نور جدا نور نے نور کو

Marfat.com

دیکھا گویا خود نے خود کو دیکھا پہلا نور اصل نور ذات سے الگ ہوا پہلے سے فعل پانے والا نور مرکز تخلیق و خلق ہوا تقسیم اور اقسام میں لا تعداد اصل ذات کا حصہ ہے معلوم ہوا جہاں بھی باہم رابط و تعلق ختم ہو وہیں سے ناطہ ٹوٹنے سے صفت و توصیف ختم ہو جاتی ہے، جو اصل ذات سے متعلق تھی ذات نہ ہونے پر صفت خوبی کا بھی اختتام ہو جاتا ہے۔

اب احساس خودی کے بعد جو ہر مجرد کا اعتبار بدل گیا، وہ اس وجہ سے نور مطلق کہلایا مراتب کے اعتبار سے دائرہ بھی بدل گیا۔

نور مطلق نے بیداریت کامل کی وجہ سے خود کی نظر کے مقابل اپنی ہی ہستی محض کو دیکھا پایا نظر پڑنے پر جلال و جمال میں گم اس پر عاشق ہو گیا، یہ ہستی محض کا عشق تھا جو معشوق کو عاشق بنا گیا۔ خود ہی محب اور خود ہی محبوب رہا۔

دیکھئے اب قوس دوم بننے جاری ہے پہلے ہستی محض عاشق تھی اور نور مطلق معشوق اب نور مطلق عاشق ہے اور ہستی محض معشوق یہاں تک یہ سب عشق حقیقی ہی ہے نور مطلق کا عشق جب انتہائی عروج پر تھا تو وہ خود کو ہستی محض جانا۔ نور مطلق کا اس طرح خود کو ہستی محض جاننا ہستی محض کی روش عادت پر ہے گویا نور مطلق اپنے آپ کو خود کو ہست محض کی شان میں دیکھ کر ہستی محض کہنا نور مطلق کے عروجی نصف دوسری قوس ہے۔

دائرہ عشق ہستی محض کی بناوٹ پر کیا واقع ہوا، ہستی محض کو خود کے ہونے کا جب یقین ہوا تو اس کا انعکاس ہست محض پر ہوا جو پہلے سے ہی نور کی روش سے ''انا نور'' کا گوبندہ تھا انعکاس نور سے ہستی محض نے دوبارہ خود کو ہی ہستی محض جانا جو دوبارگی خود کا جاننا ین نور مطلق کی روش میں تھا کیونکہ نور مطلق خود کو ہستی محض جاننے سے نور ہی جان رہا تھا تو ہستی محض نے دوبارہ خود ہستی محض ہی جاننا یہی بیافت مکرر ہے ہستی محض کا نزولی دوسری نصف قوس تکمیل پائی تو دائرہ

Marfat.com

عشق مکمل ہو گیا۔

نور مطلق کے دائرہ عشق دو دائرے مکمل ہوئے ایک دائرے میں جن کا عمل دخل ہے، یوں دو دائروں میں چھ چکر بنے ان چھ دائروں کی چمک جھلک کو سمجھنے پر چھ کی بجائے ایک کو ہی جاننا سلوک ہے، چاند ایک ہے سورج بھی ایک ہے، مگر ان کی عکسی صورتیں شکلیں کروڑوں ہونے پر بھی یہ ایک ایک ہی رہتے ہیں۔ ان کا بنانے والا پھر ایک سے زیادہ کیسے بڑھ کر احدیت سے باہر جا سکتا ہے۔ ہزاروں کروڑوں کا ایک تنہا خالق و مالک تنہا یکتا خدا ہے۔ وہی اللہ ہے۔

نور سے نور الگ ہو کر بھی نور تھا نور ہی رہا ہے نور مادیت سے متعلق نہیں نور کو تجلی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کو مزید سمجھنے کے لیے ''روح'' کو اقرار میں لایا جاتا ہے نور تجلی اور روح عالم امر حکم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا جسم نہیں حالانکہ روح بھی تخلیق از مخلوقات ہے جسے روحانی و نورانی مخلوق ملائکہ ہیں مگر شان تنزیہہ الٰہ اور شان تشبیہہ محمد رسول اللہ کی تقسیم ابھی کل کی بات ہے نور سے نور ہویدا ہوا ازل میں ابتدائی بہت قدیم پرانی بات اور سچ حقیقت ہے۔

نور نے نور کو دیکھا کس میں منعکس عکس میں ہستی محض اللہ کے نور نے خود کے نور میں خود کو دیکھا جو دیکھنے دیکھانے میں دو+دو چار ہوئے ہستی محض تو مخلوق نہیں ذات کے باوجود جسم و وجود سے پاک ہے، جسے مفروضہ وجود بھی نہیں کہہ سکتے لیکن اسی کے نور سے جدا ہونے والی نوری کیفیت اور تجلی کو بھی ذات جسم قدم سے اس وقت جب یہ سب نہیں تھا ماننا غلط ہو گا نہیں غلط ہے سو نور کے لیے دیکھنے کی وجہ سے نور عکس آئینہ ہوا آئینہ خود کی تصویر نہیں دکھاتا دیکھنے والے کو ہی دکھاوت میں دکھاتا ہے اپنی آئینہ ہونے کی خوبی کو بجھانے کے لیے خود وجود کے ہونے کے باوجود اپنی ہستی سے عاری بندہ دیکھنے والے کو اس کی شکل دکھاتا ہے دو نوروں میں یہ تیسرا ایک الگ ہے مگر دونوں میں تیسرا شمار بھی نہیں گنا بھی نہیں جاتا، مگر اس کے

Marfat.com

بغیر بینائی کو خود آئی نہیں ملتی اس لیئے اس کو نکال باہر کرنا مشکل ہے کیونکہ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر عکس ذات دید اور دیکھنے میں نہیں آ سکے گا اس کا استعمال بھی دو دفعہ ہوا ایک دفعہ اسے دیکھنے والے نے اس کو استعمال کیا، اور دوسری دفعہ وہ دیکھے جانے کی وجہ سے دیکھنے والے کی طرف سے اثر فعل کی زد میں آیا گویا فاعل اور مفعول دونوں کے لیے الگ الگ بار استعمال ہو کر دو دفعہ کام دکھا گیا، مگر جس کی وجہ سے ایک چکر میں تین اور دو چکروں میں چھ دائرے گننے میں آ گئے۔

صدیق اکبر صحابی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چہرہ انور دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ کا منور چہرہ مجھے آج کمال حسین لگ رہا ہے اس سے نور کی کرنیں نکلتی دکھائی دے رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا الحمد للہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

اسی محفل میں ایک دوسرا شخص ابو جہل آیا اس نے مراۃ الرحمٰن حبیب اللہ کے چہرہ کو بغور دیکھا اور گفتگو محال سے کہنے لگا جناب کا چہرہ آج کچھ صاف نہیں کیا وجہ ہے کیا پریشانی ہے کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں آپ نے جواب میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس کو کہا کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

ابو جہل کے چلے جانے کے بعد صحابہ کرام نے رسول کریم ﷺ کے دونوں کو ایک ہی قسم کے جواب میں حیرانی سے وضاحت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا میں آئینہ شیشہ Looking Glass ہوں مجھ میں دیکھنے والا مجھے نہیں دیکھتا خود کو دیکھتا ہے اس کو جیسا وہ ہوتا ہے ویسا ہی دکھائی دیتا ہے پہلے کو صفائی اجلائی میں اپنی پارسائی دیکھ کر راحت سکون آرام ملا، جس سے وہ خوشحال مست دوسرے کو بھی سکون و آرام خوش دیکھ رہا تھا، جبکہ دوسرے میں ایمانی طہارت تھی ہی نہیں اس لیے اس کو شفافیت میں نظافت نظر نہیں آئی ابھی اسے اعلیٰ و تصدیق ایمان ہونا باقی

Marfat.com

و درکار ہے خود کی کمی اسے صوری شکل میں نظر آئی جسے اس نے میرا چہرہ سمجھ کر پڑھنے کی صورت میں کم مصفا سمجھ لیا چنانچہ پہلے نے بھی ٹھیک کہا اور دوسرے نے بھی ٹھیک کہا ان کی دید اور سمجھ میں بندگی الگ الگ تھی۔

یاد رہے یہ وہی آئینہ ہے جس میں ذات حق ہستی محض نے خود کو دیکھا اس مراۃ الرحمٰن نے اللہ کو اللہ ہی دکھایا جسے دیکھ کر وہ خود پر خود ہی عاشق ہوا آئینے شیشے کا کام عکس صوری شکل دیکھانا ہے اپنی ذات سے کمال دکھاتا ہے، مگر خود کی ذات کا احساس نہ دے کر اسے زوال سے دور رکھتا بلکہ خود زوال سے کمال تک پہنچتا ہے کہ خود کی ہستی میں دوسروں کی ہستی دکھا کر خوش ہے۔

وحدت کے معنی ایک کے ہیں مگر یہ کیسی وحدت ہے، جس میں سے ایک غیر ذات پیدا ہوئی تو وہ ایک سے دو ہو گئے جن کے وصل میں فصل نہیں مگر دوئی دوری کے سبب سے فعل کی صورت میں وہ دو کی بجائے ایک وحدت میں ہوں ایک گنا نہیں جا سکتا دوسرا تولا نہیں جا سکتا وجود ایک ذات دو۔ "ھو السمیع البصیر" سمیع کو سننے کے لیے دوسرا چاہے اور بصیر کو دیکھنے میں اپنے علاوہ کسی دوسرے کی ضرورت ہے لیکن قرآن رسول اللہ ﷺ کے سفر اسراء و معراج میں دو کی موجودگی کو ایک گنتا ہے کس طرح کیسے اور کیونکر اور کس وقت یہ سب جاننے کا نام سلوک ہے، علم آ جانے کے بعد سالک کے لئے یہی توحید ہے زینہ و سیڑھی میں سٹیپ میں درجوں کو نہیں گنتے ان کے ذریعے منزل پر پہنچتے ہیں اسے منزل بھی نہیں سمجھتے کسی مراحل پر رکتے نہیں، چلتے چلتے بام عروج پر زمین سے اوپر نزول کو چھوڑ کر کمال عروج پہنچنے میں کامیاب کو کامران لوگوں کو با توحید، وحدت پرست کہتے ہیں خدا کی رضا ہے کہ دنیائے مافیہا کی ہر قسم کی آلائش سے تجری لیتے ہوئے اصل مقصد حیات کو پا لیا جائے اسی کا نام "احسان" کہ جہاں سے چلے تھے وہیں آ جائیں اصل کی طرف لوٹنا ہی منظور و مقبول امر ہے خدا ہر ایک کو راہنمائی دیتا ہے اپنی

Marfat.com

آشنائی میں خود آئی اور خدائی اللہ ہر چیز مہیا کرتا ہے ایسے سالک کی بینائی ایسے ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا رائی کا دانہ وہ دیکھ رہا ہے اور بصارت یہ ہے، موسیٰ علیہ السلام کی طرح اندھیری رات میں یکسر کالی چیونٹی کو سخت سیاہ پتھر پر دیکھ سکتا ہے اور ایسے سلیمان علیہ السلام کی طرح صرف ہم نوع ہم سخن ہم لغہ زبان ہی نہیں دور فاصلے پر ایک کیڑے کی بات کو سن سکتا ہے جبکہ وہ ان سے مخاطب نہیں تھا کہ توجہ مرکوز کو قائم تھی بلکہ وہ اپنی ہم شکل نوع ماتحت ساتھیوں سے مخاطب تھا کہ تم اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ ورنہ سلیمانؑ کے لشکری گھوڑوں کے پاؤں تلے آ کر روندے جاؤ گے۔

جب وہی دو ذاتوں میں وصل غیریت کے باوجود ہو، اور فصل بھی رہے تو اسے ''قاب قوسین'' کہتے ہیں اتفصالی کی مثال دو ہاتھوں کو ملانا ہے۔ ان میں پھر بھی الگ الگ کی کیفیت جدائی قائم رہتی ہے قوسین دو قوسوں کو کہتے ہیں دو قوسوں کو آمنے سامنے جب رکھا جائے تو دائرہ بن جاتا ہے دائرے بناتے یا بنتے وقت اس کا بھی ایک مرکز درمیان ہے جبکہ محیط گول کی شکل وہ جہاں پہلے نقطہ سے شروع ہوا آغاز پایا تھا وہی تھا جو اس کا انجام و اختتام ہوا وہی رہا۔ آئینہ کی مثال میں حقیقت مجازی، ظاہر و باطنی وہی تھا اس سے ثبوت یہ ملا کہ دو ذاتوں میں غیریت دور ہوئی ان میں ملاپ ہوا وصل سے وہ ملے لیکن فصل کی وجہ سے وہ کیلئے الگ نہیں ہوئے ایک وجود یکتا واحد ہونا ہی ''توحید'' ہوئی، اور اگر قوس کو اوپر نیچے رکھیں تو ہاف نصف دائرہ میں بھی س کا مرکز گول دائرے والا ہی رہے گا۔

عاشق و معشوق کے درمیان برزخ عشق نے دوئی پیدا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں انیت انا کے آجانے سے دونوں الگ الگ ذات ہوئے اور عشق حجاب غیریت بنا درمیان میں پایا جانے لگا۔

Marfat.com

نور مطلق کی انیت انا اپنی ہستی محض کو خود سے غیر جان کر اس پر اس میں خود کے ظہور کے لیے ''انا محمد'' کہا ان انا محمد کی انیت نے جب اعتبار بدلا وہ بجائے نور مطلق کے اور محمد بنفس نفیس کے نور محمدی کہلانے میں افتخار پایا اَنا کی ''میں'' نے خود کی ذات کو محسوس کیا، اور دوسرے کسی کی ذات کو سامنے پا کر اسے بھی تسلیم کیا یعنی خود کے سواء غیریت کو بھی پایا دوسرے کو اپنے سے غیر جان کر خود کی تشخص ''میں'' کہنے سے جس کو وہ مخاطب بنائے بات کرتا اس کے الگ ہو جانے سے اس نے بھی جواب میں خود کو ''میں'' ہی کہا۔ اس طرح سے اللہ نے ''انا اللہ'' اور محمد برحق نے ''انا محمد'' کہہ کر نور کے اتصال کے باوجود دونوں نے فصل میں دونوں ذاتوں کو رکھا انیت کی وجہ سے ہستی محض جب قید علمی میں آئی تو نور مطلق نے خود کو ''انا اللہ'' جدا الگ ہونے کو غیریت پر مہر لگا دی۔

انیت کے پیدا ہونے سے ہستی محض کا اعتبار بدلا تو اس نے خود کو ہستی محض کی بجائے ''وجود'' خود کو کہلایا اور یوں ایک وجود دو ذاتوں کا اقرار ہوا ''وحدت الوجود'' کا یہی مطلب ہوا یہ نہیں کہ ہر شئے میں ایک ہی وجود ہے، اور یہ بھی نہیں کہ کسی شئے کا اس وجود کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں، اور اگر تعلق ہے تو اس کا کسی مدرک کو ادراک نہیں ہاں سب کو نہیں مگر نور محمدی کو نور اللہ سے پورا پورا وقوف و عرفان ہے، اسی وجہ سے انیت ایک انا ایک میں اقرار دو کا قیام انہیں دو ذات سے ہوا۔

اب وجود ثابت ہوا تو غیریت کا شعور بھی آئینۂ نور میں ذات اور عکس کو دو کر گیا جبکہ وہ تھے تو ایک ہی مگر وہ ایک دوسرے کے عین ہو کر بھی ایک نہیں رہتے۔ منعکس عکس عین نہیں اس لئے حقیقت کو حق جانا گیا، اور مجاز کو مجازی۔

غیریت کو جاننے اور اسے ختم کرنے کے لیے ایک مثال عرض ہے ایک برتن میں چاول رکھے ہوئے تھے ایک شخص زید نے ان کو دیکھا تو اس میں سے دھان

Marfat.com

چن چن کر نکال پھینکنے لگا عمر نے زید کو ایسا کرتے دیکھا تو اسے کہا کہ میاں دھان کیوں پھینکے جا رہے ہو، زید نے جواب دیا چاولوں سے اسے الگ کر رہا ہوں، ان دونوں کا باہم کیا میل ہے دونوں الگ الگ ہیں عمر نے زید کو کہا کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں تم دھان کی حقیقت کو سمجھتے دیکھتے نہیں ہو اس لئے ایسا کہہ رہے ہو جس وجہ سے تم دھان اور چاول کو الگ الگ سمجھ رہے ہو اس وجہ غیریت کو دور کر کے دیکھو دھان پر سے اس کا حجاب برزخ اٹھا دو اتار پھینکو کیا حقیقت نکلتی ہے، پھر ان دونوں کو الگ الگ نام نہیں دو گے جبکہ ان میں غیریت کی وجہ سے فصل ہے ایک دھان مونجی ہے اور دوسرا مونجی سے چھلکا اتر جانے کے بعد چاول بنا نقاب اتر جانے سے پتہ چلا کہ ایک حجاب پردہ میں تھا چاول تھا اور دوسرا بدون حجاب پردہ کے بغیر بھی حقیقت میں چاول ہی تھا۔ پردہ پوش بھی اور بے پردہ ایک ہی حقیقت رکھتا تھا۔

انا محمد کے پیکرِ نورِ محمدی میں چار اعتبارات (1) خلافت، (2) امانت، (3) رسالت (4) شفاعت پیدا ہوئے۔ نور محمدی نے جان لیا کہ میں ہی اللہ کا خلیفہ ہوں جو تکوینی نظام کائنات کا بوجھ اٹھائے ہوں خدا کا نائب ہوں صادق اور امین ہوں مجھے میرے پاس رکھی امانت میں مجھ سے کوئی خیانت نہیں ہو پائی جس کو جس طرح سے سونپنا ہے میں سونپوں گا اور بعدہ میں ہی رسول ہوں مرسلہ مرسل ہوں، میں پیغام الٰہی کو ہر خاص و عام تک پہنچا کر رہوں گا ، خلافت امانت و رسالت کے اعمال میں کمی و کوتاہی نہ ہوگی۔ انبیاء کی امامت سے وہ ہی امام الانبیاء ہوں وہی سرتاج الانبیاء امیر الانبیاء اور خاتم النبیین ہوں عالم حیات کے تمام ادوار سے گزر کرنا کام و گنہگار کی سفارش و بخشش بھی مجھ شفیع المذنبین شافع حشر کی وجہ سے ہوگی۔ ان تمام خوبیوں کی وجہ سے ذمہ داروں کے احساس سے اب یہ نور محمدی ذات مطلق کہلائی کیونکہ صفات تو ذات کے ہوتے ہیں اور ہر ذات ذات مطلق

Marfat.com

نہیں ہوتی اس تخلیص سے نورِ محمدی ذات مطلق نے خود کو انا واحد کہا کس طرح اس لئے کہ یہ چاروں اوصاف کسی ایک میں بھی یکجا نہیں موجود پائے گئے گویا وہ بشروں میں واحد بشر رسولوں میں واحد رسول امینوں میں واحد امین نبیوں میں واحد خاتم النبیینکی قسم کے واحدوں میں وہ ایک واحد ہے، مگر شفاعت کے اعتبار وہ شفیع ہونے کے ناطے سے کئی واحدوں میں ایک واحد نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف ایک یکتا اکیلا منفرد تفرید سے فرید ہے جیسے کوئی اور خدا نہیں ایسے ہی کوئی اور مصطفےٰنہیں دونوں اپنی اپنی جگہ بے مثال و بینظیر ہیں ہم پایہ و ہمسر نہیں رکھتے شان تشبیہہ محمد نے ''انا واحد'' کہا۔

واحدیت: محمد رسول اللہ کو حق تعالیٰ نے خلافت، امانت، رسالت اور شفاعت میں واحد ہونے کا درجہ دیا، مگر اس نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک ذات ہوں جس نے مجھے مرتبہ رسالت سے گزار کر کائنات میں اپنی شان تشبیہہ سے ظاہر کیا اور مجھے عفو و کرم رحیمیت و رؤفیت دیے روز قیامت شفاعت کا اختیار بھی دینے والا میں ہی ہوں گویا میں ''انا واحد'' ہوں۔

تو واحد کہہ دے میں خود کو احد کہتا ہوں، تجھ پر ایمان لانے والوں کا کام ہے کہ وہ ان دونوں کے فرق تمیز کو قائم رکھیں اعتدال سے کام لیں میرے اور تیرے مرتبہ کو دیے گئے مقام سے نہ گرائیں یہی ان کا امتحان ہے مگر آپ اے محمد دنیائے مستعار کی عملی زندگی سے وعدہ کریں کہ آپ لوگوں سے میری مخلوق حیوان ناطق یہ کہیں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۵ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اس میثاق کی وجہ سے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بغیر دلائل و شک و شبہ کے صرف ایک ہی ہے، جو بے نیاز ہے کائنات کا حاجت روا ہے، میں کسی کا نیاز مند نہیں میں نے کسی کو نہیں جنا یہاں تک کہ آپ کو بھی میری کوئی اولاد نہیں اور یہ بھی کہ میں کسی کی اولاد نہیں حتیٰ کہ آپ کی بھی اولاد نہیں میرا

Marfat.com

کوئی باپ نہیں آپ یا کوئی اور میرا ہمسر اور ہمعصر نہیں کوئی میری برابری کرنے والا یا اعلیٰ نہیں، میں ان تمام چیزوں سے مبرا الگ ہر اعتبار سے یکتا اکیلا منفرد ایک ہوں۔ واحد الاحد ہوں۔

ذات مطلق "انا واحد" کہنے والے کو اپنی عبدیت کا احساس ہوا کہ وہ اللہ جل جلالہ کا عبد و بندہ ہے، جس کو اس عظیم نے مجھے جلیل القدر مقام دیا اور منتخب کر کے خلیفہ الارض بنایا سر بسجود ہونے سے رکوع میں جھکا سبحان ربی العظیم کہہ کر خدا کی عظمت تکریم سے جی نہ بھرا تو سر بسجود ہوا سبحان ربی الاعلیٰ کے الفاظ میں اللہ کی تسبیح سے دل کو سکون ملا تو سجدہ شکر بجا لانے کو پھر سے دوبارہ سجدہ میں گر کر خدا کا شکر وحمد توصیف واقرار سے زبان دل سے کیا۔

اس تسبیح سے ذات مطلق نے عبادت سے فرائض منصبی کو پورا کیا، اس کے کرنے سے اپنی قابلیت سے کما حقہ کام لینے کی تفصیل سے واقفیت لی خود کو جانا تو خود کو دو شانوں سے دیکھا ایک تو شان نزولی تھی جس میں نور محمدی نے انا محمد انا واحد خود کہا لیکن عبادت سجدہ ریزی سے ذات الہیانے بندے کو عجز وانکساری میں پایا تو عبد اپنے معبود کے قریب ترین ہونے لگا۔ یہ بندہ کی شان عروجی تھی اور ہے اس سے ذات مطلق نے خود کو جب اللہ کے قریب پایا تو "انا احمد" یہ مرتبہ ولایت ہے۔ جہاں پر ذات مطلق نے اپنے آپ کو احمد کے نام سے جانا اب اس نے "انا واحد" کہنے کی بجائے خود نور اللہ ہونے کی وجہ سے "انا نور اللہ" کا دعویٰ کیا اس جہت میں یہ مرتبہ ولایت قرار پایا گویا مرتبہ صفات میں تخلیق کے اعتبار سے ہر صفت کے مالک اور ہر علم عالم علیم ہوئے مثال یا تعلیم کے لئے موسیٰ کو خضر کے پاس جانے کی ضرورت نہ رہی بلکہ ان کو "احمد" کی امامت کا مقتدی ہونا پڑا تا کہ وہ ان کے ذریعہ سے انوار ولایت موتی اپنے دامن میں سمیٹ لیں اظہار عبدیت کے بعد مقام ولایت تک عملی ربانی کا ظہور میں مظہر ہونا تکمیل ذات ہے۔

Marfat.com

نزولی جہت میں خود خارجی مراتب کے اعتبار سے ظہور میں قابلیت پائی تو ترسیل رسالہ مرسلہ کے طور پر مرسل کی نظر میں شان رسالت رسائی پایا۔ نبی تو وہ پہلے بھی تھا جب بنی آدم تو درکنار ابھی آدم بھی نہ تھا۔ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ادھر آنا ذات مطلق کی نزولی جہت شان رسالت متسلم ہوا۔ ''انا محمد'' کہنے کے بعد ''کل شیء من نوری'' بھی فرما دیا کیونکہ خود کو تمام اشیاء میں صوری طور پر شکلا ملاحظہ کیا جس کو ''شیون ذاتیہ'' کہتے ہیں اس پیراگراف کو ''مرتبہ رسالت'' میں لیا جائے گا۔

Marfat.com

مرتبہ الٰہیت اور نفی واثبات

کلمہ طیبہ کے جزو اول ''لا الٰہ الا اللہ'' اور جزو دوم ''محمد رسول اللہ'' کے درمیان ''وَ'' حرف عطف نہ ہونے کی وجہ سے ان کو ایک ہی کر دیا ہے، جبکہ ان میں واضح تمیز وفرق ہے جس کا جاننا بھی عبادت گزار اور مسلمان کے لیے ضروری ہے، الٰہیت ذات مطلق کا علم اجمالی علم ہے، جس کی تفصیل جاننے کے لیے وہ اپنے بطون پر متوجہ ہوا جس کی تفصیل میں اسے حقیقت انسانی کا روپ ملاحظ ہوا دکھائی دیا، اس انیت پر چاروں اعتبارات ظاہر ملے جو امہات الصفات یا صفاتی ذاتی کہلائے۔ علم تفصیل کی صورت میں حقیقت انسانیؐ کے دو حیات ''جو جیتیں ہوئیں جہت عروجی میں صفات افعالی کا جاننا ہوا تو ذات نے خود کو اسمائے الٰہیکی شان میں دیکھا تو ''انا رب'' کہا اور جب عروجی کی بجائے نزولی شان میں دیکھا تو خود کو صفات انفصالی کے ساتھ ظہور میں اعیان ثابتہ میں پایا چنانچہ خود کو اسمائے کونیہ تکوینی شان میں ملاحظ کر کے ''انا العبد'' کہا تو حقیقت انسانی کو ملے اس تفصیلی علم کے بعد اعتبار بدل گیا، اور وہ بجائے حقیقت انسانی کے ''الٰـــہ'' کہلایا عبد کا معبود ہوا اس اپنی ذاتی قابلیت کو جان کر اسے ظاہر کرنا چاہا تو اس چاہت میں کن کہا سو وہ فیکون ہو گیا جس سے روح امثال (عالم اجسام) سے کائنات کی تخلیق ہوئی جن اعتبارات رسالت کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے پھر سے بغور مطالعہ کیجیے گا تاکہ دانست میں درست اور مصدقہ علم جگہ پائے۔

مرتبہ غیب ھویت کچھ نہ تھا سے لے کر الٰہیت تک جن کو مراتب داخلی کہتے

Marfat.com

ہیں، وہ سب حقیقت میں حقیقت محمدی ہی ہے جس کی وجہ سے ذات الٰہ سامنے آ جانے کو تیار ہوئی۔

گویا اسی ذات میں الٰہ و رسول کا اثبات کرنا ہے تو یہ اثبات اول ہوا جس کی خود اللہ جل جلالہ گواہی دیتے فرماتا ہے۔

''شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو'' اللہ تعالیٰ شہید گواہی دیتا ہے بلا شک و شبہ ھو اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ ھو کی ضمیر ذات مطلق کی طرف راجع ہے۔ اللہ کی طرف مترجع نہیں اس لئے کہ عدالت کے نظام عدل میں کسی جگہ بھی اپنی گواہی خود کے لئے کوئی نہیں دیتا، اور نہ ہی خود کی گواہی خود کے لیے کوئی تسلیم کرتا ہے نہ ہی عمل گواہی عمل میں آتی ہے شاید اپنے خود کے سائل میں شہادت دینے کی بجائے کسی دوسرے کے لیے گواہی دیتا ہے خدا گواہ ہے شاہد ہے مگر پھر بھی اس مظہر کو مَظہر مصطفیٰ میں خود کے چھپانے اور ظاہر کرنے ظاہر و باطن ہونا پڑا کیونکہ خود کی گواہی خود کے لئے قبول نہیں کی جاتی۔ اگر خود کے لیے گواہی الٰہی ہوتی تو ''ھُوا'' کے استعمال کی جگہ ''انا'' کا استعمال ہوتا۔ جیسا کہ ذات مطلق الہیتہ جب اپنی نسبت سے بیان دیا کہ ''انہ لا الہ الا انا'' میں اللہ نے ھو کی جگہ پر ''انا'' کا استعمال کیا یعنی ''وہ'' کی جگہ ''میں'' استعمال کیا کچھ لوگ ''ھوا'' کی ضمیر کو اللہ کی طرف رجوع کر کے اللہ کو الہ سمجھے دھوکہ کھانے صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ مکہ معظمہ میں رونق افروز ہونے والا نور ''مصطفیٰ'' ہی نور الہ نہیں ہے وہ تو ''ظہور محمدی'' ہے وہی ذات جس نے صورت اور تعین میں ظاہر ہونا چاہا وہ نور چونکہ مَظہر مُظہر کا جلوہ رہا، اس لئے اس نور کی حیثیت سب سے پہلی خلق ہونے کے ناطے سے الہ سے متعلق ہے، جو مختلف تعینات سے گزر کر عالم شہادت تک سارا نزول رسالت کے دائرے میں آتا ہے۔

یہ بات علم میں آچکی دین کیا ہے اور ''رب کون ہے'' چنانچہ مسئلہ صاف ہو گیا

Marfat.com

کلمہ طیبہ میں دو ذاتیں سامنے آئیں ایک اللہ کی ذات اور دوسرے نمبر پر محمد کی ذات جو مظہر کی مظہر ہے، مظہر سامنے آنا نہیں چاہتا وہ خود پوشیدہ ہست محض ہے اس کی رضا تو یہی ہے کہ وہ اپنے مظہر کی وجہ سے ظہور میں پہچانا جائے، چنانچہ اس صورت میں الٰہیتاور رسالت کا اثبات ''نورِ محمد'' نور اول ہے ''نور عین اللہ'' آئینہ و عکس ذات حق سے کیا جانا بہتر ہوگا۔

اسمائے وصفی اور ذات میں بظاہر دوئی کو غیرت پائی معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے بندہ اضطراری کیفیت میں غیر شعوری و غیر ارادی طور پر دونوں مراتب درجوں کو الگ الگ مختلف سمجھ کر الٰہیت کا اثبات اللہ میں اور رسالت کا اثبات محمد میں کرتا ہے، جبکہ مصدقہ بیان ہو چکا ہے کہ دونوں صفات و مراتب ایک ہی ذات کے ہیں جن میں صرف اور صرف تنزیہہ اور تشبیہہ کا فرق ہے غیریت معلوم ہوتی ہے، مگر یہ تو داخلی اور خارجی اعتبار سے ہے، داخلی اور خارجی کی قید اٹھالو وصل میں فصل نہیں ہوگا ایک ہی ذات لگے گی اثبات ہو جائے گا بقول ارشاد باری ''لیزدادا ایماناً مع ایمانھم'' ''ایمان میں اضافہ ہوگا ان کے ایمان کے ساتھ'' اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو فرمان باری تعالیٰ ''قل انما ھو الھکم الہ واحدو انّنی بری مما تشرکون'' کہہ دیجئے تمہارا اللہ وہی ہے جو اللہ واحد ہے اور تحقیق بے شک میں تمہارے شرک سے بری مبرا بیزار ہوں شرک کے مرتکب مشرک قرار دیے جائیں گے۔

''لا الہ الا ھو خالق کل شیء'' نہیں کوئی معبود سوا اس کے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اس کی اب سمجھ آ چکی ہوگی تو اس کے بعد ''فعبدوہ'' پھر اس کی عبادت کرو کی منزل باقی ہے۔ آپ کو بڑی احتیاط سے سنبھل کر چلنا ہے پل صراط سے گزرتے وقت ہلکی جنبش اور لغزش آپ کو کفر و شرک کے گہرے غاروں میں پھینک دے گی آپ کبھی پھر منزل مقصود پر نہیں پہنچ پائیں گے۔ احتیاط سے کام

Marfat.com

لیجئے گا۔

مُظہر اتم کی قوت اور ربوبیت کو دیکھ کر ہم کو صرف عظمت اللہ جل جلالہ کے آگے سربسجود ہونا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم مظہر اتم ذات الـلـہ کے آگے جھکیں تو مشرک ہو جائیں محمد نور اول پہلی نورانی تخلیق نور من اللہ کے باوجود لائق سجدہ وعبادت نہیں ہاں بندو عبد کو نور محمدی کی پیروی شان تشبیہہ میں فائز ہو کر اللہ جل جلالہ کے آگے سربسجود ہونا ہے، اسی میں اس کی تکمیل بندگی ہے، دانا جاننے والا موحد ہو جائے گا جبکہ نادان جاہل ملحد ہو جانے سے بچ سکے گا۔

اعلیٰ ظرف دیکھ سکتے ہیں کہ ہر روپ سلوپ تعین سے آپ ہی کا نور ظاہر ہے بقول رسول کل شیء من نوری کی تصدیق بھی اسی سے ہوتی ہے جن پیغمبروں پر بھی تجلی نور و جمال و حسن ہوئی وہ خدا کے نور سے نہیں بلکہ "انا من نور اللہ" "اول ما خلق اللہ نوری" کے تحت نور محمدی کی جھلک سے ہوئی یاد رہے جھلک سے تلک سے نہیں۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اجتماعی نور کی جلالت سے نہیں بس جھلک کی کمالت سے ہی تاب برداشت نہ رکھنے کی وجہ سے پہاڑ سرمہ بن گیا۔ منصور بن حلاج نے انا الحق کہا اس نے یہ صدا دی نور محمدی کے تعین میں مَظہر میں مُظہر کو دیکھا جسے اس نے اللہ ہی کا جلوہ سمجھا جو اسی خدا کی قدرتوں سے دیکھا جاتا ہے، حقیقتاً اس کا دیکھنا سورہ انعام کی آیت نمبر 103 کی روشنی میں '' لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ '' بہت مشکل ہے ناممکن ہے ہاں یہ خیال اپنی جگہ پر راسخ و پختہ ہے کہ جس کی تفہیم فہم میں ہوگی تصور میں ہوگی تجلی ہونے پر اسے ہی متجلی سمجھ لیا جائے گا، خیال آئے گا وہی تخیل میں ہوگا مثل مشہور ہے کہ ہر ظرف برتن میں جو ہو

Marfat.com

گا وہی اس سے باہر ٹپکے گا پانی کے گھڑے سے پانی اور دودھ کے ٹب سے دودھ ہی باہر آئے گا، سو تصور رکھنے والے کے ذہن میں تصور حق دار حقیقت کی ہی صوری شکل سے معیت کے ساتھ ہونا چاہیے تا کہ وہ شرک سے بچ جائے اللہ کی الٰہیت کی بجائے تا کہ اللہ کی صنم پرستی سے بچا رہے۔

فنا کی کیفیت

کچھ صوفیاء کا قول ہے کہ سالک فناء فی اللہ ہوتا ہے، اللہ جو ذات کہلاتی ہے ذات ہے جو محض ہست' ایک وجود دو ذات جس میں ایک الٰہ کی ذات اور دوسری مخلوق کی ذات ہے، یعنی معبود و عبد یہاں پر معبود کو الٰہ سمجھا گیا، اور عبد کو مخلوق جبکہ ہمارا معبود حقیقی الٰہ صنم و اصنام وجودی ذات تخلیق سے نہیں ہمارا اللہ احد و صمد لم یلد ولم یولد ہے وہ کسی کی تخلیق بھی نہیں نہ کسی کی اولاد اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے سوائے فنا ہے ہی نہیں فناء ہونے کو فانی کی ضرورت ہے۔ فنا ہونے والی چیز کے ساتھ فنا ہونا تو بات سمجھ آتی مگر جو فناء خود نہیں اس کے ساتھ فنا ہونے کا جواز بھی نہیں، ہاں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ فنا سے بچ کر فانی کو باقی کے ساتھ بقا مل گئی باقی نے اپنے تصرف سے فانی کو بھی فنا ہونے سے بچا لیا گویا ایسا کہنے والوں نے اللہ جل جلالہ کو فہم و ذکاء اور ادراک کی نظر سے دیکھا ہی نہیں، مقام الٰہی کو پہچانا ہی نہیں شہود میں شواہد تو صرف ذات مطلق کی صفات ہوتے ہیں اگر کوئی سالک یہ سمجھے محسوس کرے کہ "ان اللہ معنا" اللہ اس کے ساتھ ہے یا اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اس سے کوئی غلطی و خطا نہیں صداقت ہے سچی بات ہے مگر یہ بات قرآن میں ہو کر بھی وحی غیر متلو کی بات ہے "واذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا"، یہاں پر خدا کے رسول نے کہا گھبراو نہیں خدا تمہارے ساتھ ہے خود اپنی طرف سے کہا۔ نا کہ یہ کہا کہ خدا کہتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہے گویا اس خدا کی معیت کو خود محسوس کرتا ہے اس کو تصوراتی طور پر نہیں یقینی طور پر محسوس کرنے سے

Marfat.com

تخیل کی پرواز میں اڑان میں اٹھان میں اونچائی اور تقویت پیدا ہو گی۔ آپ کا خیال آپ کو متخیل کیے تمہیں تمہاری ہستی حیثیت کو بھلا کر بس اسی کی یاد کا ساتھ دے گی پھر آپ آپ نہ رہیں گے باوجود کہ آپ آپ ہیں معیت یہ ہو گی کہ ذاکر میں صاحب ذکر کے صفات موجود نظر آئیں گے تو کیا ہو گا اللہ کا وجود نہیں بغیر جسم و اعضا کے اس میں سبھی خوبیاں اوصاف موجود ہیں جو کسی انسان میں حقیقی طور پر موجود نظر آ سکتی ہیں۔ یہ اس کی معیت اور ساتھ کہ تم اس کے مظہر ہو لیکن جب آپ اس کے ساتھ ہوں گے تو اس کی خوبی سے کہ وہ بغیر جسم کے ہے آپ کا جسم بھی ہے اور رہے گا پھر جب شاہ شمس تبریزی نے ''لا الٰہ'' کہا کہ کچھ نہیں کوئی معبود نہیں اس کا وجود جسمانی طور پر مفقود ہوا وہ خود جسم میں نظر نہ آیا اور ناند پر ناند پٹک گر کر، پس میں دونوں مل گئیں جیسے کہ ان دونوں کے اوپر نیچے ہونے پر درمیان میں کچھ نہیں تھا مگر جب ''الا اللہ'' کہا۔ کہا کہ صرف اللہ ہے تو ایک ناند پاؤں کے نیچے رہ گئی جس میں وہ کھڑا تھا اور ایک دوسری والی ناند جو اس نے سر پر رکھی نظر آ رہی تھی دونوں کے درمیان موجود کھڑا نظر آیا اب تکرار سے جو استمرار پیدا ہوا تو جب وہ ''لا الٰہ'' کہتا وجود غائب ہو جاتا اور جب ''الا اللہ'' کہتا تو اس کا وجود غائب نہیں ہوا موجود نظر آیا یہ ہے معیت ساتھ اس بندے کا جس کو خدا کی معیت پر یقین صمیم قلب سے تھا معبود اللہ کی معیت میں جسم نظر آیا فنا میں نہیں رہا، تو پھر فنا کیسی جب وہ نظر نہیں آیا تو وہ معہ اللہ ہو کر الطاف و انوار سے ضرف امر ہوا مثال سے باہر نکلا امر میں آ کر بھی وہ ''الروح امر ربی'' کے حکم میں موجود تھا کہاں فنا ہوا فنا ہونے کا مطلب عدم ہے قدم نہیں اس مقام پر جا کر بھی اللہ تعالیٰ کی ''یافت'' ہوئی اس نے اللہ کو پا لیا مگر کیسے یہ شہود میں مشاہدہ نہیں ''یافت اور شہود'' میں فرق ہے بلکہ بہت زیادہ فرق ہے شہود تو ظاہر کا ہوتا ہے، مگر یہ ظاہر اپنی قدرتوں سے ہے وجود و جسم سے نہیں وہ خود تو پردے میں چھپا ''باطن'' ہے، آپ پردے کے

Marfat.com

پیچھے جا کر اس کو دیکھ نہیں سکتے بن دیکھے شہود کیسا کس کے آپ شاہد بنے آپ نے نظر سے دیکھا نہیں اور دیکھتے وقت آپ موجود نہیں اس دیکھنے اور دیکھے جانے والے دونوں کا وجود ہونا ضروری ایک تو اس کا وجود نہیں دوسرا وہ پردے کے پیچھے حجاب میں ہے سامنے آنا چاہتا ہی نہیں مگر آپ کو یہ ضرور معلوم ہے کہ وہ پردے کے پیچھے ہے آپ کے اور اس کے درمیان حائل ایک برزخ ہے ہمیں اس کو ظاہر سے باطن میں رکھا یہی آپ کی ''یافت'' ہے مشہود نہیں۔

حدیث رسول مقبول ہے کہ ''من رانی فقدراء الحق'' جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا'' کا یہ اشارہ ذات مطلق کی طرف ہے نہ کہ اللہ کی طرف حقیقت محمدی ''من نور اللہ'' کی حقیقت ہے ذات نہیں دوسری جگہ ارشاد ہے۔''ما عرفناک حق معرفتک''

یہی نفی و اثبات کی بات اس کو اصطلاح میں ایک نفی دو اثبات کہتے ہیں، نفی کو اثبات ہوتی اس لیے پہلے اثبات کا اثبات کریں یہی اثبات اول ہے الٰہیت جو ظہور محمدی سے یہی ہوا اس کو نور محمدی کی ذات کے مراتب ہونے کا یقین رکھنا اثبات اول ہے اب اس کی نفی میں اعتبارات الٰہیہ و رسالت کا نور محمدی سے یہ ظاہر فہم ہے کہ الہ موجود بالذات نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ نے ذات الہ کو ظاہر کر کے ہر صفات کو اس میں جمع کر دیا جو امانتا اس میں موجود ہیں، لیکن ذاتی نہیں اس کی اپنی نہیں کسی اور کی امانت اس میں ودیعت ہے۔ امانتدار امانت کا مالک نہیں ہوتا۔ امانت کا مالک کوئی اور ہوتا ہے۔

عشق مجازی میں سر کٹتا ہے اور عشق حقیقی سے بقا میں عہد بڑھتا ہے۔ ایک معشوق کے دو عاشق ہوں گے تو مجازی کا سر قلم ہوگا اور حقیقی کا سر علم ہوگا قلم کٹتا ہے اور علم لہراتا قائم رہتا ہے۔

عالم اجسام تک ذات مطلق کے چھ تنزلات ہیں، جو ذات کے نزولی مراتب

Marfat.com

ہیں ان رسالت کے مراتب پر یقین رکھنے سے ہمارے ایمان میں پختگی بڑھتی ہے، مگر ذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جبکہ خدا کی یہ منشا و رضا ہے کہ جیسے وہ گنج مخفی ''کنت کنزاً مخفیاً'' سے باہر نزول میں کمال سے روح مثالی اور جسم سے اتر اب اس کا بندہ اپنے نزول سے کمال تک ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت عروج کے منازل طے کر کے نزول وجہ غیریت اور عروج وجہ عینیت سے مجھ تک پہنچ کر فنافی الرسول ہو جائے یہی میرے بندے کی معراج ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے سب سے اہم اور ضروری ہے اس کے لیے ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنا ہے۔ معہ اللہ معیت کا تصور اس قدر پختہ رکھنا ہے کہ ساتھ محسوسات میں محسوس ہو کر رہ جائے ساتھ والے کے ساتھ کا اتنا احساس ہو کہ خود کی ذات کا احساس نہ رہے اسی کو فناء کہتے ہیں کہ دوسرے کی معیت کا ساتھ تجھے بقا دے دے جب بقا مل گئی تو فنا کیسی؟ انا کے ختم ہونے پر جسم ختم نہیں ہوتا وہ قائم ہے یوں فنا کہاں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عروج جسمانی یا روحانی کسی طرح کا بھی ہو، اس میں خود کی اپنی غیریت کو ختم کرنا ہے۔ اس کا ختم ہونا آپ کو ذات واحد کی وحدت میں گم کر دے گا تو پھر آپ نہیں صرف ایک ذات باقی رہے گی، وہ ہی جو نور مطلق ذات کہلائی، اسی میں وہ خود کو پا کر عین ذات میں ایک ذات ہو کر اللہ سبحانہ تعالیٰ عما بشرکون کے آگے سربسجود ہونا ہے یہ جانے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں ''اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض '' بلاشبہ میں نے متوجہ کیا اپنے چہرے کو اس ذات کی طرف جس نے زمین و آسمان پیدا کیے اس نیت سے خود کی حقیقت میں گم ہو کر خدا کی معیت میں دید سے نماز ادا کی یہی اس کی معراج ہے کیونکہ ایسا کر لینے کے بعد بندہ عین ذات ہو کر دوئی و غیریت سے نکلا خود کو پہچان لیتا ہے۔ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' خود کو پہچاننے سے خدا کی

Marfat.com

پہچان کرلی یہی فنا فی الرسول کا مقام بندہ میں خدا کو مطلوب تھا اس لئے خدا کے محبوب کہتے رہے نماز ایسے ہی پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

اپنے من میں ڈوب کے پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اس اثبات اول کے بعد اب دوسرا اثبات کرنا ہے جسے اثبات دوم کہیں گے، اور اسی کو اثبات کا اثبات کہتے ہیں کیونکہ اللہ حقیقت ہے، اور حقی ثبت ہے پہلے سے مثبت ثابت شدہ کا مزید اثبات اثبات کا اثبات ہے۔

اضافات توحید کا سقط ساقط ہونا کیسے ہوگا، آپ نے الٰہیت اور رسالت کا اثبات کیا جس ذات میں اثبات کیا اس کے تصرف اوصاف قائم رہیں گے جبکہ جس کا اثبات ذات میں ہوا، اس کے اعتبارات و اوصات و معطل ہو جائیں گے ان کو کسی نہ کسی ذات میں یعنی کسی ذات سے منسوب تو کرنا ہی ہوگا پس ہمارے سامنے صرف اللہ کی ہی ذات مقدس ہے کہ اس ذات کا مظہر کس قدر عظیم طاقتوں کا مالک ہے تو پھر وہ خود مظہر کس قدر معظم و معزز ہے، چنانچہ مظہر کو اپنے مظہر میں ہی اثبات کرنا اسی کی بندگی کرنا ہے یہی عبادت ہے یہ اثبات کا اثبات اثبات دوم کہلاتا ہے، اس اثبات کے بعد ذات مطلق عبد کا مقام صرف معشوق کا رہ جاتا ہے۔

عبد دیگر و عبدہ چیزے دیگر
ایں سراپا منتظر و او سراپا منتظر

خدا عرش پر اپنے بندے کا منتظر ہے اس کا بندہ اس کے لیے منتظر ہے ہی اسقاط اضافات توحید ہیں بلا غیریت کے ایک ہوئے اللہ کے سارے اضافات ساقط ہوئے ایک ہی ذات باقی رہی دو ہونے پر بھی وہ دو نہ تھے ایک ہی رہا جیسا کہ مظہر سے پہلے مظہر ایک تھا۔

Marfat.com

پہلے سوچا تجھے یک جا کر کے
پھر خیالات میں بٹ کر دیکھا
آپ ہی میں تھا وہاں کوئی نہ تھا
میں نے جو پردہ الٹ کر دیکھا

مجھ اعجاز چشتی کی غزل کی ایک کتاب ''ایک بار محبت ہوتی ہے'' کے صفحہ چھیاسٹھ پر لکھی ایک غزل سے یہ دو شعر حمدیہ نوعیت کے تھے کویت میں ملک حبیب صاحب کے گھر مشاعرے میں مجھ سے ان کی تشریح لوگوں نے مانگی جس کے مختصر مجمل بیان کی یہ کتاب مفصل تفصیل ہے اللہ کے نمبر 66 ہیں، اور یہ غزل بھی چیاسٹھ صفحہ پر رقم ہے میری یہی ایک کتاب ہے جس میں میں نے ''حمد'' نہیں لکھی قارئین کو خود ڈھونڈنے کا تکلف دیا تھا۔

حالانکہ حمدیہ کلام پر مبنی میری چار کتابوں میں کوئی سات سو سے آٹھ سو تک حمدیں موجود ہیں''

حدیث جابر

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

اے جابر تیرے نبی کا نور ہر شئے کے بننے سے پہلے خدا نے اپنے نور سے نیاں

اس حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور نبی پاک کے نور کے لیے مادہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ مادے اور مادیت ظرف اور ظرفیت کم اور کمیت کیف اور کیفیت سے پاک ہے، محدثین سے من نورہ کی اضافت تشریحیہ یا بیانیہ بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف حضور کا نور تشریف اشراف واحترام سے منسوب ہے۔ آپ کے نور کو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ پیدا کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور تقسیم و تجزی سے پاک ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ جو تخلیق کو خالق سمجھ بیٹھا ہے۔

Marfat.com

سارے نور اس دے نوروں اس دا نور حضوروں
اسنوں تاج عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں

فاعل نہ فعل ہوتا ہے اور نہ ہی مفعول ہوتا ہے۔ وہ ذات میں آمر صاحب قدرت ہے سو اللہ کن فیکون سے پہلے بھی قادر جو چاہے کرنے کے قابل تھا، سو اس نے اپنی قدرت کے تصرف سے اپنے نور سے نور ہوید جدا کیا مجازی مثال میں سورج سے روشنی لینے پر روشنی لینے والے سوچ تحلیل حلول نہیں ہوتا، اس سوچ کی ذات کی تقسیم تجزی نہیں ہوتی اس سے روشنی نکلنے پر اس میں کمی واقع نہیں ہوتی، اللہ چاند اور سورج سے کتنے زیادہ بھی روشنی لیں ان کی روشنی کلی میں جزوی طور پر کم نہیں ہو پاتی، نہ ہی اس سے الگ رہ کر روشن رہ سکتی ہے۔

جو کن فیکون سے بہت پہلے کی بات ہے کن فیکون کا ذکر قرآن میں وحی میں وحی کے طور پر نہیں تذکرہ و ذکر ہے کسی نبی یا بنی چیز کو حکم نہ تھا وحی کے لیے کسی نبی سے مخاطب یا وعظ و نصیحت کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ نے کن فیکون نبی کے نور کے تخلیق کے لیے نہیں کہا۔ اپنے محبوب کے نور کے لیے اس نے ہویدا کیا کہا ہے جو تخلیق اول عالم تخلیق میں مرکزی حیثیت کے بعد مظہر میں مُظہر کے ظہور کو کن فیکون ہوا تخلیق اول گویا تحریک اور ارادہ کی قائم مقام فعالی قوت قدرت کا تصرف تھی کچھ بھی نہ تھا بس ذات حقیقت اللہ نے اپنے نور سے نور ہویدا کیا ہو جا کو ہو جانے کے لیے فاعل کے ساتھ مفعول کی ضرورت ہوتی ہے مفعول فائل کے فعل سے اثر لیتا ہے۔

Marfat.com

احسان و بیان

کلمہ سے تعلق اور اس کی ادائیگی

الرحمٰن	علم القرآن	خلق الانسان	علمہ لبیان
رحمٰن ہی ہے	جس نے قرآن سکھایا	انسان کو خلق کیا	پھر اسے بیان بات زندگی کا علم سکھایا

اللہ نے اپنے کمال کی رحمت سے انسان کو اس کی بساط طاقت اور اس کے ظرف تدبر سے بڑھ کر عقل و علم دے کر اس کو پیدا کیا، جس کی وجہ سے وہ ضعیف البیان ہستی ہو کر بھی عظیم المرتبت اشرف المخلوقات ہستی ٹھہرایا گیا، اللہ منعم حقیقی کی عطاؤں میں اس کی نعمتوں میں سب سے اونچی اعلیٰ شان دار نعمت اللہ رحمٰن و رحیم کی دی ہوئی صحت ہے، جس کی وجہ سے اس نے آسمانوں، پہاڑوں سے زیادہ بھاری بھرکم چیز اٹھانے کے قابل اس نحیف و نزار انسان کو بنا دیا، اس کی بغایت رحم و کرم کی وجہ سے ہی عنایات و عطایات ہیں ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا اور اس کا کلام، انسان کو بنایا قدرت نے حیات جیسی نعمت عطا کی جس میں از قسم و قبیل نعمتوں سے اس کو نوازا پہلی قسم میں ایجاد ذات اس ہستی کو ہست میں لایا دوسری قسم میں اللہ نے اس کی ذات میں ایجاد صفت اس میں سمجھ بوجھ عقل و دانش اور فکر و تدبر کا ہنر بھی ودیعت کیا تا کہ وہ علم بیان ہونے کی وجہ سے اپنے ما فی الضمیر کو نہایت اچھائی ستھرائی اور ٹھیک انداز سے اور حسن و خوبی سے ادا و بیان کر سکے

Marfat.com

دوسروں کی بات سمجھ سکے اور اپنی بات سمجھانے کو اچھی طرح سے کہہ سکے، آداب حیات وحق شہرت وہ اسی خوبی و وصف سے سیکھتا سکھاتا رہے خیر وشر ہدایت و ضلالت ایمان وکفر اور دنیاء وآخرت کی ہر بات کو سمجھ سکے۔

علم بیان بات کرنے کا ڈھنگ حیات سے ممات تک کے طور طریقے اسلوب زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے خالق کو جس کو اللہ معبود جاننے کے ساتھ ساتھ رحمٰن ورحیم کو رحم وکرم میں بے انتہا مہربان جاننا ہے، جس سے اس کا شکرانہ ادا ہو اس کے احسان کو کس طور پر احسان کے ساتھ ادا کیا جائے تاکہ دین و دنیا میں سعادت حاصل ہو توشہ باعث نجات وبخشش ہو کر مجازی دور کے اختتام پر قربت حقیقی جوار رحمت میں جگہ پانے کے قابل ہو، بیان کے 63 نمبر ہیں اور حضور اکرم کی بشری حیات معہ بعثت اور قبل از بعثت چالیس جمع تیکس 63 سال ہے۔ اس کی مکمل حیات بشری میں ان کی زندگی کا علم پوری حیات انسانیت کا علم ہے، جس میں وہ خود اپنی طرف سے بات نہیں کرتے تھے وحی کی ہدایت وعلم کی روشنی میں بس خدا کے حکم سے امر ونواہی کی بات ہوتی تھی ان کا اخلاق قرآن ٹھہرایا گیا وہ انسان مظہر اور مظہر رحمان کہلایا گویا بیان کا علم ازل سے تا ابد کا علم ہے، اسی کے سیکھنے سمجھنے اور اس کی روشنی میں زندگی گزارنے میں عافیت ہے۔

سورالحاقہ کی آخری آیت ''فسبح باسم ربک العظیم'' سے سبحان ربی العظیم اور سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت ''سبح باسم ربک الاعلی'' سے سبحان ربی الاعلیٰکے ذکر کا رکوع اور سجدہ میں کرنے کا حکم ذاتی تعلق اپنایت کے نیک گمان پر قربت بڑھانے کو ہوا بقول حدیث قدسی باری تعالیٰ فرماتا ہے ''میں تمہارے گمان کے مطابق تمہارے قریب ہوں مزید ثبوت کے لیے قرآن میں فرمادیا ''نحن اقرب الیہ من حبل الورید''، ''ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں گویا رکوع وسجدہ کی تسبیحات کو ہم نے قرآن میں پڑھا اور اس کو اپنی نسبت میں ڈال کر

Marfat.com

اپنا تعلق خداوند قدوس وسبحان سے ملایا اس کی صفائی پاکی اور عظمت میں اعلیٰ اور اچھا سمجھ جان کر ہم خود بھی منزہ و پاک وصاف ہو گئے خود کی جان جانچ میں اللہ کو پا لیا اور غیریت و دوئی سے بچ گئے احساس بیگانگی کی زد سے نکل کر احساس قربت و یگانگت کے باسی وساکن ہو گئے۔

''کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ'' کے چار لفظوں میں حرف تین حروف ''ا ل ہ'' کا تکرار تعداد میں بارہ حروف میں ہوا، جبکہ اس کے باقی حصہ ''محمد رسول اللہ'' کے تین لفظوں ''محمد'' ''رسول'' اور اللہ میں بھی تعداد تین لفظوں میں بارہ حروف ہیں حالانکہ یہ صوتی اعتبار سے استعمال ہونے میں صرف نو ہیں ''ا ل ہ'' کے تین حروف دونوں حصوں میں ''م ح د ر س و'' اس کے اولین حصے میں نہیں کیوں نکتہ ہے سوچنے اور سمجھنے کو آئینہ محمد رسول اللہ جسے ''مراۃ الرحمن'' کہا گیا اس مظہر میں مُظہر اللہ نظر تو آتا ہے مگر اس میں موجود نہیں جیسے آئینہ و شیشے میں کسی کا عکس، منعکس نظر آتا ہے جو اصلاً وجود نہیں ہوتا اس میں رسول کو اللہ سے ملایا گیا، جو انوصالی صورت ہے ہاتھ کو ہاتھ ملایا جائے تو وہ ایک دوسرے میں دخول و حلول نہیں لیتے الگ الگ رہتے ہیں ایسے شدید ترین قربت کے باوجود اللہ تعالیٰ لاشریک رہتا ہے، اور مخلوق محمد کی ذات جو کہ ذات مظہر ہے الگ ہے اور مجازی ہے اپنے اصل اور حقیقی ذات کی دونوں میں فرق رکھنا جاننا محسوس کرنا ہر ایماندار پر فرض ہے اللہ کا حق ہے۔

ترجمہ کے لحاظ سے کلمہ فقرہ کا مطلب یہ ہوا ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کا رسول ہے معانی میں اسرار سے یہ رمز موجود ہے کہ ہمیشگی کا اعتبار ہے وہ تھا یا ہوگا ہرگز نہیں، حال ہے ماضی و مستقبل سے پاک ومبرا ہے، جب اسے ہموار و ہیشگی سے تسلیم کیا جائے گا تو محمد کی حیات بعد الموت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا پہلے نبیوں کی رسولوں کی بات کرتے وقت ہم تھا یا تھے استعمال کرتے رہے پڑھتے

Marfat.com

رہے لکھا لکھتے رہے مگر کلمہ طیبہ کے ترجمہ میں ہمیں ماضی پروف وثبوت نہیں ملتے اور نہ ہی مستقبل کی نشاندہی کا حصول میسر رہتا ہے بلکہ یہ ماضی و مستقبل دونوں حال ہی میں مدغم پوشیدگی سے نہیں وضاحت سے عیاں وظاہر ہیں حیات ملتی ہے محمد حیات ہیں ہاں منظر ونظارہ میں بدلی کیفیت کے ساتھ ان کا ظہور ہر وقت رہتا ہے اگر وہ موجود نہیں تو ان کی رسالت کی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کلمہ طیبہ کی عبارت اور ترجمہ کو دیکھا گیا تو یہ ایک خبر اخباری نے اپنی مخبری سے بتائی کہی کہ محمد رسول اللہ رسول ہیں اور لا الٰہ الا اللہ میں صرف اللہ ہی معبود ہیں یہ جملہ ''اسمیہ خبریہ'' ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہم اسے پڑھتے ہیں اور ایسے ہی پڑھنے کو آگے ترغیباً اور ترویجاً پڑھنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں لیکن ہمارے ہادی برحق نے ہمیں تاکید فرمائی کہ اپنے اللہ کا ذکر اپنی ذات کے تعلق اور رشتہ سے کیا کرو جیسا کہ پہلے مثال میں عرض کیا جاچکا ہے قرآن نے ''سبحان ربک'' فرمایا اور رسول نے خود کے ذاتی تعلق غرض سے اسے ''سبحان ربی'' میں ڈھلا پڑھنے کی خصوصاً نماز کی دعا والتجا میں تاکید فرمائی گویا تیرا رب پاک کی جگہ پر میرا رب پاک ہے کہا پڑھا جائے گا، جس سے ذات باری حقیقی ذات سے متعلق ہونے کو تعلق اور رشتہ کی اپنایت ملے گی تو اللہ کی بجائے ''الٰہی'' میرا اللہ ''رب'' کی بجائے ''ربی'' میرا رب کہنے میں قربت ملے گی اور رب یہی چاہتا ہے شیطان سے رحمٰن کا یہی اصرار ہے کہ میرا بندہ میرا ہی رہے گا چنانچہ اس کو بھی رب اور اللہ کو خود کی ذات سے جوڑنا مرغوب وخوشگوار ہونا چاہیے۔ جب اللہ فرماتا ہے ''یا عباداللہ'' اے اللہ کے بندو! اللہ اپنے تعلق سے بندوں کو مخاطب کرتا ہے اس صورت میں بندے کو بھی ثبوت دینا ہوگا یہی کہنا ہوگا کہ اللہ ورب اس کا بھی ہے کوئی آپ کو خبر ''کلمہ'' دیتا ہے، آپ کا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے آپ نے اسے یونہی رٹا پڑھا ذکر کیا ورد میں رکھا جیسی خبر ملی، اس میں ترمیم اضافہ نہیں ہوا

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس کو ہاں و اقرار کا لبادہ نہیں دیا آپ سے کہا گیا آپ کا خدا ایک ہے یا پوچھا گیا کیا آپ کا خدا ایک ہے آپ جواب میں ''ہاں یا نہیں'' کہیں گے ہاں میرا خدا ایک ہے ہاں میرا رازق ایک ہیں خالق صرف اور صرف ایک وہی میرا مالک خالق رازق اور معبود ہے۔

تو پھر کلمہ کا اقرار و جواب عبارتاً وہی من عن نہیں رہے گا بلکہ بدل کر کچھ متغیر ہو جائے گا ورنہ عالم صاحب فہم و ذکاء و ہوش نہیں عالم باعمل نہیں صاحب تدبر نہیں فکر و سوچ میں غبی و کند ذہن ہے، اس نے بھی کلمہ طوطے کی طرح سے پڑھا معنی و مقصد جانے بغیر دوسروں کو بھی پڑھ کر سناتا رہا اور پڑھا کر سنتا رہا جو عدل اور انصاف نہیں اگر اس سے انکار کا ظہور نہیں تو اس میں اقرار اور تسلیم و رضا کا ثبوت بھی نہیں ملتا۔

اگر آپ اپنے تعلق کا تعلق باللہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں اس ذات الباری سے ربط و قربت کے خواہاں ہیں من عن کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد اس کے مقاصد و غرض و غایت کو سامنے رکھے خدا کی باقی صفات کا اختصار مگر بلیغ اقرار اس کے حق کے ساتھ ہی بیان تسلیم میں پڑھنا چاہئے ہوگا اور ایسے ہی اس کے رسول محمد کو بالتخصیص دی گئی صفات و عنایت کے ذکر کو بھی تسلیم کرنا ہو تو ''کلمہ طیبہ'' کا واضح مفہوم و مقصود کا بھی اقرار کرنا ہوگا۔

چنانچہ کلمہ طیبہ کا آپ اگر جواب دینا چاہیں اور اس کا اقرار کرنا چاہیں اپنے تعلق اور قربت کو تسلیم و رضا میں بیان کرنا چاہیں تو آپ کو پھر کبھی کبھی یوں بھی پڑھنا چاہیے کہ ''الٰہی اللہ لا الہ الا ھو الواحد الاحد سبحان اللہ عما یشرکون و رسولہ محمد رسول اللہ سید المرسلین خاتم النبین و شفیع المذنبین''

میرا اللہ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا یکتا ہے وہ ہر شریک سے پاک ہے اور اس کے بھیجے ہوئے محمد رسول اللہ رسولوں کے سردار

Marfat.com

خاتم الانبیاء اور گناہوں سے بخشش دلوانے والے ہیں تسلیم کرنا پڑے گا اقرار کر کے اس کی روشنی میں دوسروں کو پرکھنے کی ترغیب دینا ہوگی۔ خبر کو تصدیقاً درس و ترغیب بنانا ہوگا۔

اس صورت میں اپنایت رنگ لائے گی ذات حق تعالیٰ کا قرب ملنے سے دوریت اور دوئیت ختم ہوگی ذات حق یہی چاہتی ہے کہ اس کا بندہ اسی کی جانب لوٹ آئے بلکہ یہ فیصلہ ہے" کل شیء یرجع الی اصلہ" الحمد للہ رب العالمین خدا کا شکر ادا کرنے والے نیک بندے اپنے معبود سے خود کا رشتہ جوڑے یوں کہہ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

ذات الٰہا کا شکر ادا کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ خدا کا تعلق تو ربوبیت کے باعث ہر وقت اس کی ہر مخلوق سے رہتا ہے، مگر مخلوق بندہ کو بندگی شکر صبر کے ساتھ رہ کر اپنے خدا و رب سے تعلق قائم رکھنا چاہیے یعنی اس کا تعلق ہم سے قائم ہے جواباً ہمارا تعلق بھی اس سے ہر وقت متعلق رہنا چاہیے، اور اس اٹوٹ رشتہ میں کسی دوسرے کی مداخلت نہ رہے معطی کی عطا سے جو ملا، اسی میں سے آپ نے جو کچھ واپس ادا کیا نہ ہونے کے برابر ہے، وہ بھی اسی کا اسی کو دیا پھر بھی آپ محسن احسان کرنے والے خدا کے حضور شمار ہیں" الحمد للہ ربی رب العالمین" ہاں عبادت و ریاضت میں حاضری کی بجائے حضوری سے کام لیا جائے تو اس سے" در انوار" ملتے ہیں انوار و تجلیات الٰہی کا نزول اس کے بندے پر ہوتا ہے، جس سے وہ بندہ عبد سے عبداللہ بن جاتا ہے۔ خدا کی خوشنودی اس کی مشیت یہی ہے کہ اس کے محبوب کے مقام کو سمجھا جائے اور اسی کی روشنی میں زندگی گزاری جائے، یوں بیان کا علم جو خدا نے قرآن کے ذریعے انسان کو سکھایا بلکہ اسے سمجھایا کہ اس کی تخلیق اسی وجہ سے ہی کی گئی ہے۔ ظہوریت مظہریت کو سبب اور ذرائع سے حق تعالیٰ کے لئے سب کچھ حتیٰ کہ اس کا محبوب معظم ہے اثبات کے اثبات اور نفی کی نفی سے

Marfat.com

اثبات لینا کرنا اسی خدا کی جانب لوٹنے کو ہے۔یرجع الی اصلہ بنے۔

شکر ہے الحمدللہ قدرت نے توفیق دی کہ میں اپنی دانست اور فہمائش کے مطابق خدا سے تعلق جوڑنے کی بہتر ترغیب دینے کی کوشش میں کوشاں ہوں، جو ایک رائے اور راہ کوئی اس سے سبق لے کر سدھرا تو میں بھی قابل اجروثواب و بخشش ہوسکوں گا ورنہ خطا غلطی کی صورت میں رحمان رحیم اور غفور وغفار خدا کے غفران پر نظر جمی ٹکی ہے ہر صورت میں اسی پر اسی کی توفیق عطا پر نظر رکھے ہوں اللہ سبھی کو رشد و ہدایت سے نوازے اور میری کوشش کو اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب کے توسط و وسیلہ سے مقبول وقبول کرے ''آمین ثم آمین''

ناقدین سے کتاب میں کمی کجی اور غلطی پر تنقید کی بجائے تحریراً کتابی صورت میں ترغیبی جواب کا منتظر رہوں گا تاکہ کتاب اور میری مزید اصلاح ہو جائے۔

خادم الفقراء الحاج اصغر علی اعجاز چشتی

کویت 00965-67099806

پاکستان 092-42-36812282

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کتب

2015ء

زاویہ پبلشرز

قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی کتابوں کا اشاعتی مرکز

8/C دربار مارکیٹ، لاہور

Ph: 042-37248657　E-mail: zaviapublishers@gmail.com

سیرۃ النبی / احادیث ﷺ

سرور دو جہاں حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ عالی میں ادارے کا ادنیٰ سا ارمغان عقیدت و محبت

سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد

المعروف

سیرت شامی

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ پر شہرہ آفاق کتاب کا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ پروفیسر ذوالفقار علی ساقی فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے بہار آفریں قلم سے، ادارہ کی جانب سے پہلی دفعہ اردو زبان میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکا ہے جو سیرت کے موضوع پر ایک ایسی علمی دستاویز ہے جس کے بغیر لائبریری نامکمل متصور ہوگی اور سیرت پاک کا خصوصی مطالعہ کرنے والوں کے لیے گراں بہا تحفہ ہے۔

سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (اول، دوم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (سوم، چہارم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (پنجم، ششم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (ہفتم، ہشتم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (نہم، دہم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	زیر طبع
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (گیارھویں، بارھویں)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	زیر طبع

الخصائص الکبریٰ

حضور نبی کریم ﷺ کے دو ہزار سے زائد معجزات، خصوصیات اور سیرت مبارکہ کا حسین تذکرہ

مصنف: حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ　ترجمہ: حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

قیمت: -/800 روپے

Marfat.com

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت شان، خصوصیات، شمائل مبارکہ، معجزات، آپ کی تعظیم و توقیر اور امت پر آپ ﷺ کے حقوق کے بیان میں کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں ایک شاہکار کتاب جس کے ہر ہر لفظ سے محبت نبوی ﷺ کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

مصنف: حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی قیمت: -/580 روپے

رخِ مصطفیٰ ﷺ

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر عام فہم زبان میں ایک جامع اور مستند کتاب

مصنف: مرزا ریاض احمد (ناظمِ اعلیٰ ادارہ تعلیم القرآن، لاہور)

قیمت: -/480 روپے

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ پر ایک مختصر، باحوالہ اور جامع تحریر

مصنف: علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ قیمت: -/300 روپے

سیرتِ رسولِ عربی

آقائے دو جہاں ﷺ کی سیرت، شمائل، معجزات و خصوصیات اور امت پر آپ کے حقوق کے بیان میں تخریج شدہ مستند کتاب

مصنف: علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ قیمت: -/300 روپے

انوارِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ

حضور سید عالم ﷺ کے اوصافِ جمیلہ اور کمالاتِ جلیلہ پر امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کے والد گرامی امام المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے بہار آفریں قلم سے ایک مستند کتاب

قیمت: -/400 روپے

رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات

حضرت علامہ امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الخصائص الکبریٰ" میں حضور نبی کریم ﷺ کے درج کردہ فضائل و خصوصیات کا بہترین مجموعہ

قیمت: -/160 روپے

سرکار کی شان بزبانِ قرآن

پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو جو شان اور فضل و کمال عطا فرمایا اُن کا تذکرہ بڑے ہی من موہنے انداز میں ان آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں کیا گیا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں نازل فرمائیں۔ جس کا مطالعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے۔

مصنف: شیخ محمد فیض چشتی قادری قیمت: -/350 روپے

Marfat.com

افضل الرسل ﷺ

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت خاتم النبیین امام الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے کمالات عالیہ اور خصائل حمیدہ کا بیان آنحضور ﷺ کے جامع کمالات انبیاء ہونے کا ذکر اور تمام انبیاء کرام اور رسولان محتشم سے افضل ہونے کا تذکرہ

مصنف: حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری قیمت: -/200 روپے

جمالِ مصطفیٰ ﷺ

سلطان حسینانِ دو عالم ﷺ کو خالق کائنات نے جو حسن و جمال اور صوری و معنوی خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔ ان کا ذکر دلپذیر بڑے ہی خوبصورت اور دل موہ لینے والے انداز میں کیا گیا ہے۔

مصنف: علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

قیمت: -/200 روپے

صورت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

قرآن و حدیث کی روشنی میں فضائل درود شریف مختلف معروف درود پاک کا مجموعہ اور سر مبارک کے بالوں سے پاؤں مبارک کے ناخنوں تک آپ ﷺ کے اعضاء مبارک کی صوری و معنوی خوبیوں کے مشمولات پر ایک خوبصورت کتاب

مصنف: علامہ قاری غلام رسول ایم اے قیمت: -/300 روپے

بے مثل ولادت و سیرتِ طیبہ حضرت محمد ﷺ

سرورِ عالمیان حضور نبی رحمت ﷺ کا شجرہ طیبہ، ولادت باسعادت کا تحقیقی مطالعہ، آپ کے اسمائے گرامی کی خصوصیات، آپ کا خلق عظیم، سیرت طیبہ کا اجمالی تذکرہ اور معجزات خیر الانام ﷺ پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، تفاسیر اور کتب سیر کی ایمان افروز عبارات، حوالہ جات اور نعتیہ اشعار سے مزین کتاب علامہ محمد عبدالخالق توکلی قیمت: -/350 روپے

عشقِ مصطفیٰ ﷺ

ایمان ایک دولت لازوال ہے۔ اس نعمت کا حصول، توحید کا اقرار کرنے، دل کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کرنے، رسولوں اور فرشتوں پر ایمان لانے اور عقیدہ قیامت اپنا لینے سے ہے مگر تکمیل ایمان کی شرط محبت رسول ﷺ سے معلق ہے۔ یہ جذبہ دل میں موجزن نہ ہو تو ایمان نامکمل ہے۔ اس جذبہ سرمدی کو بیدار کرنے اور عشق نبی کی آگ کو تیز تر کرنے کے لیے یہ کتاب ایک نسخہ کیمیا ہے۔

مصنف: منصور احمد بٹ

قیمت: -/500 روپے

عکس سیرت سیریز

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو جو محامد و کمالات عطا فرمائے اس پیکر جمیل کو جس شان زیبائی اور صوری و معنوی خوبیوں سے مزین کیا اس کی ایک ایک ادا من پر ور اور ایک ایک انداز روح افزا ہے۔ پیارے آقا ﷺ کی دل موہ لینے والی زندگی کے مختلف گوشوں کا الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر جمیل ملاحظہ کیجئے۔

پیارے نبی ﷺ کا پیارا بچپن	منصور احمد بٹ (تمغہ صدارت)	-/300
پیارے نبی ﷺ کے پیارے جرنیل	منصور احمد بٹ (تمغہ صدارت)	-/300

Marfat.com

پیارے نبی ﷺ کے پیارے اقوال	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے معاہدے	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کا پیارا عہدِ شباب	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارا اخلاقِ عظیم	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے فیصلے	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے سفر	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے معجزات	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	500/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے خطوط	منصور احمد بٹ (تمغۂ صدارت)	300/-
پیارے رسول ﷺ کی پیاری زندگی	فیاض احمد سید	150/-
پیارے نبی ﷺ کے پیارے شب و روز	قاضی نثار النبی نقشبندی	380/-

علومِ مصطفیٰ ﷺ

حضور فخرِ موجودات ﷺ کے علمِ غیب کے موضوع پر ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی عربی زبان میں ایک ایمان افروز جامع اور مدلل تحریر جس کا اصل عربی متن اور ترجمہ آیات و احادیث عربی و فارسی عبارات کی تخریج کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

مصنف: ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ — قیمت: -/50 روپے

نعمتِ کبریٰ (میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکرِ جمیل)

مصنف: شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ — قیمت: -/150 روپے

میلادِ مصطفیٰ ﷺ

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر حوالوں سے مزین ایک خوبصورت اور عمدہ کتاب

مصنف: علامہ قاری محمد رضا المصطفیٰ — قیمت: -/350 روپے

سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور جدید سائنس

سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک سو بارہ سنتوں پر جدید سائنسی تحقیق جسے پڑھ کر آپ کا دل عش عش کر اٹھے گا۔

مصنف: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی — قیمت: -/150 روپے

محبوبِ خدا ﷺ کی دو سو (۲۰۰) سنتوں کا مجموعہ

روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے حوالہ سے سرورِ کائنات ﷺ کی سنتیں، دعائیں اور آپ کے بتائے گئے علاج پر مبنی صحاح ستہ اور احادیث کی دیگر معتبر کتابوں سے ترتیب دیا گیا خوبصورت گلدستہ۔

مرتب: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی — قیمت: -/200 روپے

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے صیغوں کا ثبوت

درود و سلام سے متعلق احادیث کریمہ اور حکایات کا بہترین مجموعہ

مصنف: مولانا محمد قاسم مدنی — قیمت: -/180 روپے

Marfat.com

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظامِ تعلیم

عہدِ نبوی کی تعلیمی سرگرمیوں اور تبلیغی کوششوں کو جاننے، اسلامی نظامِ تعلیم کے مزاج کو سمجھنے اور اسلامی نقطہ نظر سے علم وفن کی اہمیت وافادیت کو جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

مصنف: پروفیسر غلام عابد خان
قیمت: -/250 روپے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی خبریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقبل کے حوالے سے کی گئی پیشین گوئیاں اس کتاب کا موضوع ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مومن کے ایمان کو نئی زندگی ملے گی۔ ذہن پر چھائے شکوک وشبہات کے بادل کافور ہوجائیں گے۔ جو لوگ عصر حاضر کی ایجادات کو اسلام میں تلاش نہیں کر پائے وہ اس کتاب کو پڑھ کر چونک اٹھیں گے اور ان انکشافات سے ان کے قلوب کو اطمینان ملے گا۔

از قلم: ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی
قیمت: -/170 روپے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں سے محبت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے کس قدر محبت فرماتے، آپ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے کتنے حریص، یتیم بچوں کے ساتھ کتنے شفیق تھے۔ اس کی جھلکیاں ملاحظہ فرمانے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ مصنف: علامہ سید شاہ تراب الحق قادری قیمت: -/50 روپے

اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے مغربی تہذیب کی یلغار کے زہر آلود اثرات سے بچیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار بن کر نکلیں ان کے گھروں میں اس کتاب کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ مصنف: ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی قیمت: -/380 روپے

انوار الحدیث

طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، غسل میت، دفن میت، ایصالِ ثواب اور اس جیسے دیگر روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے ۱۳ عنوانات پر ۵۵۴ احادیث مبارکہ اور ۴۷۴ مسائل شرعیہ پر مشتمل ایک بہترین کتاب

مرتب: مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت: -/220 روپے

ضیاء الحدیث

ایک انسان کو اپنے معاملاتِ حیات میں عموماً جن مسائل پر راہنمائی درکار ہوتی ہے اس حوالہ سے ترتیب دی گئی احادیث کا خوبصورت گلدستہ

مرتب: علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
قیمت: -/150 روپے

منتخب حدیثیں

نیت، ارکان اسلام، مومن کامل، عذاب قبر، ایمان کی مٹھاس، علامات نفاق، توسل، گناہ کبیرہ اور اس جیسے دیگر موضوعات پر چالیس حدیثوں کا ترجمہ اور تشریح

مرتب: علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت: -/100 روپے

گلدستۂ احادیث

ایک مسلمان کو زندگی میں عموماً جن مسائل شرعیہ سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان سے متعلق 150 احادیث کی مختصر شرح لغت اور اعراب کی تشریحات پر مشتمل علوم شرعیہ کے طلباء، اساتذہ اور دیگر شائقین کے لیے گراں قدر اور معلومات افزا تحفہ

مرتب: حافظ غلام مرتضیٰ بریلوی
قیمت: -/160 روپے

Marfat.com

{.....آ، الف.....}

آدابِ وصیت واحکام وراثت	مرزا ریاض احمد (ناظم اعلیٰ ادارہ تعلیم القرآن لاہور)	60/-
آدابِ عقائد وعبادت (اسلام کے بنیادی عقائد، وضو، غسل، مردوں کی نماز، خواتین کی نماز، مسافر کی نماز، نمازِ جنازہ، اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ایک مستند کتاب)	مرزا ریاض احمد (ناظم اعلیٰ ادارہ تعلیم القرآن لاہور)	300/-
آیئے بخاری پڑھیں	علامہ ناصر الدین ناصر مدنی	180/-
آدابِ شبِ عروسی	مولانا محمد الیاس رضوی	30/-
اسلام، پاکستان اور جمہوریت	محمد ریاض اکبر معصومی	200/-
انعام یافتہ حضرات (دو جلدیں) (اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی انعمت علیہم کی روشنی میں انبیاء کرام، صحابہ کرام، صدیقین، شہداء، صلحاء، اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کا خوبصورت تذکرہ)	محمد نذیر نقشبندی مجددی کیلانی	1400/-
ایمانِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ ونجاتِ ابی طالب	قاضی محمد برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	150/-
الفقہ الاکبر	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	80/-
الوظیفۃ الکریمہ	مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی	70/-
امام حسن رضی اللہ عنہ اور خلافتِ راشدہ	مفتی غلام رسول نقشبندی	300/-
امام علی رضا	مفتی ابومحمد اعجاز احمد	300/-
اسلامی تعلیم	مفتی جلال الدین امجدی	160/-
اقوالِ زریں کا انسائیکلوپیڈیا	رائے کمال	400/-
انوار الفرید (شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل و مستند حالات)	سید مسلم نظامی دہلوی	300/-
انوار علمائے اہلِ سنت سندھ	سید زین العابدین راشدی	600/-
احوالِ آخرت (احوالِ قبر، وقوعِ قیامت، یومِ حشر، شفاعت اور جنت ودوزخ کے بیان پر ایک نادر کتاب)	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	600/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	200/-
انقلاب الحقیقت (روحانی تربیت کے موضوع پر ایک خوبصورت کتاب)	صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ	300/-
انوار عمر رحمۃ اللہ علیہ (ترجمانِ حقیقت، محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ محمد عمر بیربلوی کی سوانح حیات کا جامع مطالعہ)	پروفیسر غلام عابد خان	400/-
انوار وتجلیات (علم وحکمت اور معرفت وروحانیت کے متلاشیوں کے لیے انمول خزانہ)	صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ	500/-
الرحیق العرفان (سوانح حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ)	پروفیسر غلام عابد لغاری	500/-
اقبال اور جدید سائنسی نظریات	پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمجید	400/-
اسلامی گفتگو (اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک عمدہ کتاب)	مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی	170/-
اولاد کو سکھاؤ محبت اہلِ بیت کی	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی	250/-
اللہ تعالیٰ اور انسان (نور قرآن میں) (اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، تخلیق انسانی کا مقصد، انسانی ہدایت کے ذرائع، بنیادی اسلامی عقائد پر ایک مستند کتاب)	ملک سعد اللہ	300/-
اللہ والے	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	200/-
اللہ والیاں	احمد مصطفیٰ صدیقی	240/-

Marfat.com

الطاف الاذکار بتنویر الابصار بجنود الابرار (فضائل ذکر کے موضوع پر ایک ممتاز کتاب جس میں مجلس ذکر اور اہل ذکر کی فضیلت اور بارگاہ نبوی کے آداب، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں)	مرتب: پیر محمد الطاف سیدوی	200/-
اسلامی عقائد	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	50/-
امام احمد رضا اور سائنسی تحقیق	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	180/-
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے صیغوں کا ثبوت	مولانا محمد قاسم مدنی	180/-
اللہ کی نشانیاں (عجائبات عالم سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے استدلال اور انسان کے مقصد تخلیق پر ایک لاجواب کتاب)	محمد عاطف رمضان سیالوی	150/-
اسلامی احکام اور انسانی صحت	ڈاکٹر جاوید اقبال	200/-
اسلام میں شادی کا تصور	پروفیسر حافظ محمد سعید احمد	100/-
اسلامی نظام عدل اور پاکستان	محمد اکبر معصومی	200/-
اسلامی حکایات	نجابت علی تارڑ	200/-
انیس الواعظین (امر و نہی، عبادت و ریاضت، حقوق العباد، سیاسی و سماجی اور اقتصادی مسائل کے عنوانات پر ایک قابل قدر کتاب)	امام ابوبکر بن محمد علی القرشی	350/-
اسلامی اخلاق و آداب (انبیاء کرام، صحابہ عظام، ائمہ و صوفیاء کرام کے ایمان افروز احوال و اقوال پر مبنی اسلامی اخلاق و آداب کی بہترین کتاب)	علامہ بدر الدین	200/-
امام الدنیا (حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ، آپ کے عظیم علمی کارنامے، حیرت انگیز فقہی فیصلے، آپ کا تقویٰ و پرہیزگاری، آپ کے اصحاب اور فقہ حنفی کے مندرجات کے عنوانات پر ایک لاجواب کتاب)	شاہ نواز ایڈووکیٹ ہائی کورٹ	250/-
انشاء العربیہ (اول)	ابن مسعود شجاعت علی قادری	60/-
انشاء العربیہ (دوم)	ابن مسعود شجاعت علی قادری	80/-
اخبار الاخیار	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ	400/-
اسلام اور سیاست	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	160/-

{......ب......}

بہار شریعت (۳ جلدیں تخریج کے ساتھ)	مولانا امجد علی اعظمی	
برکات روحانی (مجرب وظائف، تعویذات اور عملیات کا لاجواب منتخب خزانہ)	مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتیؒ	180/-
بزرگ خواتین (تاریخ اسلامی کی عظیم خواتین کا تذکرہ)	عنایت عارف	480/-
بارہ ماہ کے اوراد و وظائف	مولانا بشیر احمد فاروقی	300/-
بارہ امام	مفتی غلام رسول نقشبندی	550/-
باتوں سے خوشبو آئے (اشفاق احمد کے انٹرویوز) (اعلیٰ)	مرتب: محمد نواز کھرل	550/-
باتوں سے خوشبو آئے (اشفاق احمد کے انٹرویوز) (عام)	مرتب: محمد نواز کھرل	300/-

Marfat.com

بزرگوں کے عقیدے (اعلیٰ مجلد)	مفتی جلال الدین احمد امجدی	200/-
بہار خواتین (عورتوں کے مختلف اعمال پر ثواب کی بہاریں)	مسز نصرت احسان	180/-
بدعات کے خلاف سو فتوے	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	120/-

{......پ......}

پر اثر پرنور دعائیں (قرآن و حدیث سے منتخب دعاؤں کا مجموعہ)	مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی	120/-
پیار کا پیام بر (حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی سوچ، محبت اور پیغام پر مبنی دلآویز کتاب)	زاہد اسلم افغان	250/-
پریشانیاں اور اُن کا حل	ڈاکٹر انوار الحق	200/-
پہلا زینہ (ناول، افسانہ)	دردانہ نوشین	300/-
پردے کے مسائل	ہمشیرہ صدیق قادری	70/-
پاکستان میں اسلامی نظام احتساب	پروفیسر شہباز احمد چشتی	100/-
پھولوں، پھلوں اور سبزیوں سے علاج	حکیم اصغر علی اعجاز چشتی	400/-

{......ت......}

تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی	650/-
ترک رفع یدین	فیصل خان	400/-
تذکرہ امام حسین رضی اللہ عنہ	مفتی غلام رسول نقشبندی	300/-
تذکرہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	مفتی غلام رسول نقشبندی	300/-
تذکرہ امام باقر رضی اللہ عنہ	مفتی غلام رسول نقشبندی	270/-
تعبیر الرؤیا (خواب اور اس کی تعبیر سے متعلق اہم دنیا پر جس میں اولیاء کرام اور مشہور معبرین کی بتائی ہوئی خوابوں کا ذکر تفصیلا کیا گیا ہے)	علامہ ابن سیرین	550/-
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	350/-
تاریخ مشائخ نقشبند	محمد صادق قصوری	300/-
تصوف و طریقت	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	200/-
تاجدار یمن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ	الشیخ احمد بن محمود اویسی	200/-
تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ	محمد نعیم طاہر سہروردی	300/-
تحفۃ المبلغین	الاستاذ دلشاد حسین قادری عطاری	300/-
تعظیم اولاد رسول	علامہ غلام رسول جماعتی نقشبندی	450/-
تفسیر دُرِّ عرفان	سید شاہ عمر بخاری	250/-
تفسیر سورۃ فاتحہ	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	50/-
تعلیم الاسلام	مفتی محمد جلال الدین امجدی	20/-
تعارف تصوف و طریقت	طاہر بابا قادری عفی اللہ عنہ	200/-

Marfat.com

ہماری شاہکار علمی وادبی کتب
میلادِ نور
الخصائص الکبریٰ
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرتِ خیر العباد (اردو)
تذکرہ امام حسین
پھولوں پھلوں اور سبزیوں سے علاج
سچا خواب نامہ یوسفی
الشفاء
قصص الانبیاء
روشنی سے علاج
درس گاہِ صفہ کا نظام تعلیم و تربیت
رکنِ دین
نعمتِ کبریٰ
سیدنا امام علی رضا
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۰ لاہور
voice: 042-37300642 · 042-37112954 · 042-37248657
Email : zaviapublishers@gmail.com
Design by: Qazi Graphics Lahore Pakistan.